www.KitaboSunnat.com

# سیرت نگاری

## آغاز و ارتقاء

نگار سجاد ظہیر

قرطاس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

# محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

## تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

يَلُوحُ الخَطُّ فی القِرطَاس دهراً

و کاتبُہ رَمیم فی التراب

(تحریر کاغذ (قرطاس) میں عرصہ تک چمکتی رہتی ہے

جب کہ اسے لکھنے والا مرکرمٹی میں بوسیدہ ہوجاتا ہے)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامعہ بیت العتیق (رجسٹرڈ)
کتاب نمبر ____________

# سیرت نگاری ــــ آغاز وارتقاء

www.KitaboSunnat.com

تالیف
نگار سجاد ظہیر

قرطاس

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


# قرطاس

سلسلہ مطبوعات ۔ ۴۷

بار اوّل ۱۴۱۳ھ/۲۰۱۰ء

قیمت مجلد: ۲۵۰/ روپے

غیر مجلد: ۲۲۰/ روپے

کمپوزنگ: خرم سبزواری     موبائل: 0331-2745439

ISBN:

978-969-8448-85-1


www.KitaboSunnat.com


زیر اہتمام:

قرطاس

پوسٹ بکس نمبر 8453

کراچی یونی ورسٹی۔کراچی 75270

فون #0300-9245853

ای میل:nigarszaheer@yahoo.com

ویب سائٹ:.www.qirtas.co.nr


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

## انتساب

عشقِ رسول کے اس جذبے کے نام
جس نے یہ رُباعی کہلوائی

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من پذیر
در حسابم را تو بینی ناگزیر
از نگاہِ مصطفےٰ پنہاں بگیر

(علامہ اقبال)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# محتویات

www.KitaboSunnat.com


| | صفحہ نمبر |
|---|---|
| ابتدائیہ | ۱۱ |
| باب اوّل: سیرت معنی و مفہوم | ۱۷ |
| سیرت اور حدیث | ۲۵ |
| سیرت اور تاریخ | ۲۹ |
| باب دوم: متقدمین سیرت نگاروں کے بنیادی ماخذ | ۳۳ |
| فصل اول: قران کریم | ۳۳ |
| عربی زبان کی خصوصیات | ۳۶ |
| تدوین قران | ۴۰ |
| قران بطور ماخذ تاریخ | ۴۵ |
| قران بطور ماخذ سیرت | ۵۰ |
| فصل دوئم: حدیث | ۵۷ |
| معنی و مفہوم | ۵۷ |
| ضرورت و اہمیت | ۵۸ |
| تدوین حدیث | ۵۹ |
| باب سوم: سیرت نگاری کا آغاز (دور اول) | ۷۹ |
| فصل اول: دبستان اول، مدینہ منورہ | ۷۹ |
| سیرت ومغازی، تدوین سے قبل | ۸۰ |


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


| | |
|---|---|
| فصل دوئم: سیرت و مغازی پر اولین کتب کی تدوین | ۸۹ |
| حضرت عروہ بن زبیر اور ان کی کتاب المغازی | ۹۰ |
| حضرت ابان بن عثمان اور ان کی کتاب المغازی | ۹۵ |
| حضرت ابن شہاب زہری اور ان کی کتاب المغازی | ۹۹ |
| فصل سوئم: دور اول کے دیگر راویان اور مصنفین سیرت | ۱۱۳ |
| سعید بن سعد بن عبادہ | ۱۱۴ |
| سہل بن ابی حثمہ | ۱۱۵ |
| سعید ابن مسیب | ۱۱۵ |
| عبیداللہ ابن کعب | ۱۱۷ |
| قاسم بن محمد | ۱۱۸ |
| عاصم بن عمر بن قتادہ | ۱۱۹ |
| جعفر بن محمود انصاری | ۱۲۰ |
| شرحبیل بن سعد | ۱۲۱ |
| یعقوب بن عتبہ | ۱۲۲ |
| عبداللہ بن ابی بکر | ۱۲۲ |
| یزید بن رومان | ۱۲۳ |
| ابو الاسود | ۱۲۴ |
| داود بن الحسین | ۱۲۵ |
| موسیٰ بن عقبہ | ۱۲۵ |
| باب چہارم: دیگر شہروں میں سیرت نگاری کا آغاز | ۱۳۲ |
| کوفہ | ۱۳۳ |


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


| | |
|---|---|
| عامر بن شراحیل شعبی | ۱۳۷ |
| عمرو بن عبداللہ السبیعی | ۱۳۹ |
| بصرہ | ۱۳۹ |
| ابو المعمر سلیمان بن طرخان تیمی | ۱۴۲ |
| یمن | ۱۴۳ |
| وہب بن منبہ صنعانی | ۱۴۴ |
| باب پنجم: سیرت نگاروی کا ارتقاء (دورِ ثانی) | ۱۵۴ |
| نیا دارالخلافہ بغداد | ۱۵۵ |
| فصل اول: دورثانی کے تین نمائندہ سیرت نگار | ۱۵۸ |
| ۱) محمد ابن اسحاق | ۱۵۸ |
| حالات زندگی | ۱۵۸ |
| ابن اسحاق کے بارے میں علماء کی رائے | ۱۶۳ |
| ابن اسحاق کی سیرت نگاری | ۱۶۶ |
| ابن اسحاق کے ماخذ | ۱۶۹ |
| ابن اسحاق کا اسلوب | ۱۷۱ |
| راویان سیرۃ ابن اسحاق | ۱۷۴ |
| آثار علمیہ | ۱۷۶ |
| فصل دوئم: ۲) محمد بن عمر الواقدی | ۱۸۳ |
| حالات زندگی | ۱۸۳ |
| حکمرانوں کے ساتھ تعلقات | ۱۸۷ |
| واقدی کے بارے میں اقوال علماء | ۱۸۹ |


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


| | |
|---|---|
| واقدی کی کتاب المغازی | ۱۹۴ |
| آثار علمیہ | ۱۹۹ |
| فصل سوئم: ۳) محمد ابن سعد | ۲۰۶ |
| حالات زندگی | ۲۰۶ |
| ابن سعد کے بارے میں علماء کی رائے | ۲۰۷ |
| ابن سعد بطور سیرت نگار | ۲۰۸ |
| باب ششم: دور ثانی کے دیگر سیرت نگار | ۲۱۸ |
| معمر بن راشد | ۲۱۸ |
| عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز حنیفی | ۲۲۰ |
| ابو معشر سندی | ۲۲۰ |
| سلیمان بن بلال تیمی | ۲۲۳ |
| عبدالملک بن محمد بن ابوبکر انصاری | ۲۲۴ |
| علی بن مجاہد کابلی | ۲۲۵ |
| زیاد بن عبداللہ بکائی کوفی | ۲۲۶ |
| ابراہیم بن سعد بن ابراہیم | ۲۲۷ |
| ہُشیم بن بشیر واسطی | ۲۲۸ |
| ابواسحاق ابراہیم بن محمد فزاری | ۲۲۸ |
| سلمہ بن الفضل ابرش | ۲۲۹ |
| محمد بن سلمہ باہلی حرانی | ۲۳۰ |
| یحییٰ بن سعید اموی | ۲۳۰ |
| ابو العباس اموی | ۲۳۱ |


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


| | |
|---|---|
| ولید بن مسلم قرشی دمشقی | ۲۳۲ |
| عبداللہ بن وہب | ۲۳۲ |
| یونس بن بکیر | ۲۳۳ |
| ابو حذیفہ | ۲۳۴ |
| عبدالرزاق بن ہمام | ۲۳۵ |
| عبدالملک بن ہشام حمیری | ۲۳۶ |
| علی بن محمد مدائنی | ۲۳۹ |
| ابن عائذ | ۲۴۱ |
| محمد بن عبداللہ بن نمیر کوفی | ۲۴۲ |
| عبدالملک بن حبیب سلمی | ۲۴۲ |
| حسن بن عثمان زیادی | ۲۴۳ |
| احمد بن حارث خزاز | ۲۴۴ |
| حماد بن اسحاق | ۲۴۵ |
| ابو ذرعہ | ۲۴۵ |
| اسماعیل بن اسحاق | ۲۴۵ |
| ابراہیم بن محمد بن سعید | ۲۴۶ |
| ابراہیم بن اسحاق | ۲۴۶ |
| محمد یحییٰ مروزی | ۲۴۷ |
| خلاصہ بحث: | ۲۴۸ |
| ضمیمہ سیرت نگاران نبوی | ۲۵۹ |
| کتابیات | ۲۶۶ |


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



www.KitaboSunnat.com

# ابتدائیہ

سیرت دراصل تاریخ ہی کا ایک معتبر جزو ہے، جب مسلمانوں نے تاریخ نویسی کی طرف توجہ دی تو پہلے پہل رسول اللہ کی سیرت و مغازی ہی پر مواد اکٹھا کیا گیا۔ اسلام سے قبل جزیرۃ العرب کے صحراؤں، نخلستانوں اور قصبہ نما شہروں میں رہنے والے قبائل عرب لکھنے پڑھنے سے اتنا علاقہ نہیں رکھتے تھے، البلاذری کے بیان کے مطابق مکہ میں کل سترہ افراد لکھنا پڑھنا جانتے تھے، گوکہ یہ فہرست حتمی نہیں اور اس میں مزید پانچ چھ ناموں کا اضافہ ہوچکا ہے، تاہم اس صورت میں بھی یہ کوئی قابل اطمنان صورت حال نہیں تھی، مدینہ کا حال ہوسکتا ہے اس سے بہتر رہا ہو کیونکہ وہاں یہودی علماء کی موجودگی کی وجہ سے کچھ نہ کچھ علمی سرمایہ موجود رہا ہوگا۔ عرب بنیادی طور پر اصحاب سیف تھے، اصحاب قلم نہیں، کتاب وقلم سے ان کا رشتہ قران نے جوڑا ہے۔

قران جس نے علم کوفوق الکل اہمیت دی اور اپنے ماننے والوں کو بتایا کہ اسلام عین علم ہے اور جہالت کفر ہے، قران اپنے پیروکاروں کو بار بار غور فکر، تدبر وتفکراور حصول علم کی دعوت دیتا ہے۔ قران میں کثرت سے امم سابقہ کا تذکرہ ہے جس سے مسلمانوں میں تاریخ سے دلچسپی پیدا ہوئی ۔ اس دلچسپی کے پیش نظر جب مسلمانوں نے تاریخ کی طرف توجہ دی تو رسول اللہ کی سیرت کی تالیف کی راہیں استوار ہوئیں صرف تاریخ و سیرت ہی نہیں علوم وفنون کی جملہ شاخوں کی طرف مسلمانوں نے توجہ دی جس کی وجہ سے وہ علمی تحریک اٹھی جس کی نظیر مشرق و مغرب میں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملے گی،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مسلمانوں کی فتوحات ملکی کی طرح فتوحات علمی کا سلسلہ بھی بڑھتا چلا گیا۔

ایسی علمی تحریک کی مثال نہ یہودیت پیش کر سکی ہے نہ عیسائیت، نہ ایران پیش کر سکا ہے نہ ہندوستان۔ ان سارے مذاہب اور ساری تہذیبوں میں علم پر مذہبی طبقوں کی اجارہ داری قائم رہی ہے۔ یہودی بہت عالم و فاضل مانے جاتے تھے۔ جزیرۃ العرب میں جب اسلام آیا تو عموماً یہودی ہی تھے جو پڑھے لکھے سمجھے جاتے تھے اور ان کے پاس کتاب مقدس (توراۃ) کا علم تھا۔ لیکن یہ علم ان کے ربیّوں تک محدود تھا، عام عوام کو کتاب مقدس کے مندرجات سے لاعلم رکھا جاتا تھا۔ ان کے اس کتمان آیات اور تلبیس حق کی قلعی قران نے کھولی ہے۔ یہی حال عیسائیت کا تھا، اناجیل کا علم پادریوں کے پاس تھا، عام عوام اس سے نابلد تھی۔ پادریوں نے اپنی دکان چمکانے کے لیے عوام کا بائبل سے رشتہ کاٹ دیا۔ دنیا میں جو جی چاہیے وہ کریں، ان کے لیے یہ کافی ہوتا ہے کہ پادری کے پاس آکر "اعتراف گناہ" کر کے پاک ہو جائیں، ایسے میں عوام کو کیا مطلب کہ ان کی کتاب مقدس میں کیا لکھا ہے اور کیوں لکھا ہے؟

ہندوؤں کے یہاں صورت حال اس سے بھی زیادہ بدتر ہے وہاں ویدوں کا علم صرف برہمن حاصل کر سکتا ہے یا کھتری۔ دیگر ذاتوں کو مذہبی علم سے کوئی مطلب نہیں، ان کا کام صرف برہمن کو خوش رکھنا ہے جو دیوتا کا اوتار ہے، بلکہ وہاں شودروں کے لیے تو اس صورت میں بھی بھیانک سزائیں ہیں کہ اگر اس کے کان میں ویدوں کے منتر پڑ جائیں تو اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔

ایرانی جو اپنے سیاسی استحکامات اور تہذیبی ترقی پر ہمیشہ احساس برتری کا شکار رہے، ان کا حال یہ تھا کہ امراء کا طبقہ یا مذہبی طبقہ علمی طور پر اجارہ دار بنا ہوا تھا، عوام یا غلاموں کو اس سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ ۱۵ھ میں جب جنگ قادسیہ ہوئی اس کے نتیجے میں ایرانیوں نے اس بات کا مشاہدہ کیا کہ عرب تو اپنے غلاموں اپنی عورتوں اور لونڈیوں کو بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم سکھاتے ہیں تو ان کا ایک سپہ سالار (رستم) بلبلا گیا اور یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ:

**اَکلِ عمرُ کَبدی، یُکلّمُ الکلابَ، فَیُعلمُ العقل**

یعنی عمر تو میرا کلیجہ کھا گیا، یہ کتوں کو تعلیم دیتا ہے اور ان کو عقل سکھاتا ہے۔

اور تو اور امریکہ کی ریاست جنوبی کیرولینا میں ۱۸۳۴ء تک یہ حال تھا کہ ان کا یہ قانون تھا کہ غلاموں خصوصاً حبشیوں کو تعلیم دینے یا اس سلسلہ میں تعاون کرنے والے کے لیے سزا تھی، سفید فام ہونے کی صورت میں سو ڈالر اور سیاہ فام ہونے کی صورت میں پچاس ڈالر اور پچاس کوڑوں کی سزا۔

اس کے مقابلے میں اسلام کا رویہ یہ تھا کہ وہ اپنے ہر ماننے والے مرد و زن، بوڑھے، جوان سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ علم حاصل کرے۔ اور صرف علم حاصل ہی نہ کرے بلکہ اس پر عمل بھی کرے اور اس کی اشاعت بھی کرے۔ قران کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان کے لیے فرض عین کا درجہ رکھتا ہے، لیکن اس کے علاوہ دیگر علوم کی طرف بھی قران نے توجہ دلائی ہے، جن کا حاصل کرنا فرض کفایہ کے زمرے میں رکھا گیا، اس قرانی رویے کی وجہ سے علوم دینیہ کے علاوہ طب، فلکیات، ریاضی، نباتات، علم الادویہ، ادب، تاریخ غرضکہ کون سا گوشہ تھا جو مسلمانوں کی علمی فتوحات سے خالی رہ گیا ہو۔ اسی کے نتیجہ میں وہ علمی تحریک چلی جس نے صدیوں مسلمانوں کو علم کی دنیا کا بے تاج بادشاہ بنائے رکھا اور جس کی نظیر کوئی تہذیب پیش کرنے سے قاصر ہے۔

وہ علوم جن پر پہلی صدی ہجری میں ہی کام شروع ہوگیا تھا ان میں ایک سیر و مغازی کا علم بھی ہے، اس کی ابتدائی کتابیں (جنہیں فنی اعتبار سے کتب سیرت نہ بھی کہا جاسکے) پہلی صدی ہجری کے نصف آخر میں مدون ہوچکی تھیں، اور دوسری صدی ہجری کے آغاز میں کہ ابھی بنو امیہ برسر اقتدار تھے، فنی اعتبار سے سیرت کہی جانے والی کتب، تالیف ہونا شروع ہوگئی تھیں۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شائد یہ عشق رسول کا کرشمہ تھا کہ یہ علم بڑی تیزی سے پھیلا۔ اور اس نے ارتقاء کی منازل بھی بڑی برق رفتاری سے طے کیں اور تیسری صدی ہجری گذری ہی تھی کہ اس فن میں متقدمین کی مستند، معتبر اور معیاری تالیفات منظر عام پر آچکی تھیں۔ متقدمین کی ان کتابوں میں سے بہت کچھ ضائع بھی ہوگیا، لیکن بہت کچھ امتداد زمانہ سے محفوظ بھی رہا۔ متقدمین سیرت نگاروں کا بہت بڑا سرمایہ، نقل ہوکر متاخرین کے یہاں محفوظ ہوگیا۔

سیرت نگاری کا یہ سلسلہ حضرت عروہ بن زبیر یا اُبان بن عثمان سے شروع ہوکر بلا رکے آج تک جاری ہے، اس موضوع پر ہر زبان میں ، ہر ملک میں ، اور ہر عہد میں کتابیں لکھی گئی ہیں، تاہم ان سب کا احاطہ زیر نظر کتاب کے موضوع سے باہر ہے۔ اس کتاب میں صدر اول یعنی تابعین و تبع تابعین تک کے دور میں ہونے والی سیرت نگاری کو موضوع بنایا گیا ہے، اسے متقدمین کا دور بھی کہا جاسکتا ہے اور یہ تیسری صدی ہجری تک محدود ہے۔

جس طرح سے حدیث کی تحفیظ و ترویج کے لیے کی جانے والی متقدمین علمائے محدثین کی کاوشوں پر مسلمان جتنا فخر کریں کم ہے، اسی طرح رسول اللہ کی سیرت کے جملہ پہلوؤں کو محفوظ کرنے والے سیرت نگاران نبوی کی کاوشوں کو جتنا سراہا جائے کم ہے۔

حدیث کی تحفیظ کے لیے علماء اور محدثین نے بے مثال جدوجہد کی ، اسی سے علمی اسفار کی روایت مستحکم ہوئی۔ اسی سے لاکھوں راویان حدیث کے حالات قلمبند ہوئے، علم جرح و تعدیل اور رجال کا فن ایجاد ہوا۔ محدثین و مورخین اسلام کی اسی کوشش کا ذکر کرتے ہوئے جرمن مستشرق اسپرنگر نے ،جو مغربی مستشرقین میں سیرت پر اپنی تصنیف کی وجہ سے ایک نمایاں مقام رکھتا ہے "الاصابہ فی تمیز الصحابہ" کو ایڈٹ کرتے ہوئے ۱۸۸۶ء کی طباعت میں اپنے معروف مقدمے میں کہتا ہے کہ "کوئی قوم دنیا میں



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


ایسی گذری، نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال کا عظیم فن ایجاد کیا ہو جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہوسکتا ہے''۔

حدیث ہی کی طرح علماء نے سیرت کی تحفیظ کی ضرورت بھی محسوس کی کیونکہ قران نے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔

''اور رسول جو کچھ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تمہیں روکیں، اس سے رک جاؤ'' (سورۃ حشر، آیت ۷)

''بے شک تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں ایک اچھا نمونہ ہے'' (الاحزاب۔آیۃ ۲۱)

''اگر تمہارے آپس میں کسی معاملہ میں اختلاف ہوجائے تو حوالہ کردیا کرو اس امر کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف'' (النساء۔۵۹)

نیز اس طرح کا حکم کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی ،تو متعدد جگہ دہرایا گیا ہے۔ ان احکامات کی روشنی میں مطالعہ سیرت اور پھر اس پر عمل عین دین کا تقاضا ہے، اسی وجہ سے علماء نے رسول اللہ کی زندگی کے ہر ہر پہلو کو محفوظ کرنا ضروری سمجھا، یہ معلومات حدیث اور سیرت کی صورت میں جمع ہوئیں۔

آج بھی رسول اللہ کی سیرت کے مطالعہ اور اس پر عمل کی ضرورت ہے، کہ ان کا راستہ خیر کا راستہ ، ان کا پیغام امن و سلامتی کی ضمانت، اور ان کی سیرت ایک نبی اور ایک مثالی انسان کی سیرت ہے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی کا یہ بیان کتنا درست ہے'' آج مذاہب کی تاریخ میں کتنے لوگ ہیں جو یہ دعویٰ کرسکیں کہ ہمارے اوتار، ہمارے پیغمبر ، ہمارے بھگوان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ محفوظ ہے، اگر وہ یہ دعویٰ کریں گے بھی تو اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوگی، کتابیں بتاتی ہیں کہ بعض اہل مذہب تو اپنی کتابیں بھی محفوظ نہ رکھ سکے، لیکن ہمیں فخر ہے کہ ہم نے اپنا سرمایا مذہب محفوظ رکھا۔ **فللّٰہِ الحمد علیٰ**


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ذالِکَ (النبی الخاتم، ص ۷)

اعتقادی نقطہ نظر سے بھی سیرت کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے اسلام کا اپنے بندوں سے توحید کے بعد رسالت پر ایمان لانے کا تقاضا ہے، رسول اللہؐ کی رسالت پر ایمان لائے بغیر کسی کا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔ جو ذات عقائد وایمانیات کے حوالے سے اتنی اہم ہو اس کی سیرت سے غفلت بدترین جرم ہے لہٰذا علماء نے سیرت پر ہر دور میں لکھا اور بڑی محنت سے لکھا۔اس کتاب میں انہیں سیرت نگاروں کی کاوشوں کو مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اردو زبان میں اس موضوع پر بہت کم لکھا گیا، تاہم زیرنظر کتاب اس موضوع کی پہلی کتاب نہیں، اور یقیناً آخری بھی نہیں۔ یہ محض ابتدائی تین صدیوں یا صدراول کے سیرت نگاروں کے جائزہ پر مشتمل ہے، اس حوالے سے ابھی بہت کام کیا جاسکتا ہے۔

نگار سجاد ظہیر
(پروفیسر شعبہ اسلامی تاریخ
جامعہ کراچی۔کراچی)



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## باب اول:

# سیرت: معنی ومفہوم

مسلمانوں میں تاریخ نویسی کا آغاز مغازی اور سیر سے ہوا۔ مغازی کی روایت اور درس کی ابتداء عہد خلافتِ راشدہ میں ہوچکی تھی اور پہلی صدی ہجری ابھی اپنے اختتام کو نہیں پہنچی تھی کہ مغازی و سیرت کی ابتدائی کتابیں مدون ہوچکی تھیں۔

قبل از اسلام عربوں میں تاریخ نگاری کا کوئی چلن نہیں تھا تاہم یمنی عربوں کے پاس تاریخ نگاری کی روایت ضرور تھی اور ان کے پاس کچھ تاریخی تحریری سرمایہ بھی تھا۔ پھر عربوں کی حماسی شاعری، ایامِ العرب کے منظوم تذکرے، اور علم الانساب کی وجہ سے ان کے پاس ایک تاریخی سرمایہ جمع ہوگیا تھا جس نے آگے چل کر تاریخ نگاری کی روایت قائم کرنے میں عربوں کی مدد کی۔ ماضی کی شاندار روایات کو یاد رکھنا اور آباواجداد کے محاسن و مفاخر کو بیان کرنا قدیم زمانے سے دنیا کی قوموں کا محبوب مشغلہ رہا ہے۔ عرب جاہلیہ کے یہاں بھی اس کا خاص اہتمام تھا وہ اپنے قصائد و اشعار اور قصص و انساب کے ذریعہ آنے والی نسلوں کو آبائی اور قبائلی روایات سے آگاہ کرتے تھے، ان کے یہاں جو دوسخا، ایفائے عہد، مہمان نوازی، قبائلی حمیت، حق جواز جیسے امور بہترین اوصاف شمار کیے جاتے تھے اور باہمی جنگ وجدل، قومی ایام و وقائع، احساب و انساب کی داستانیں بڑے فخر سے سنی اور سنائی جاتی تھیں۔ عربوں میں نوشت وخواند کا رواج بہت کم تھا، اپنے خداداد حافظہ کی وجہ سے وہ بڑی حد تک اس سے مستغنی تھے۔ اس لیے قبائلی اور



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قومی مفاخرو محاسن کو آنے والی نسلوں تک زبانی طور پر پہونچاتے تھے، اس کے لیے خاص اہتمام کرتے تھے۔ باہمی مفاخرہ کی مجالس بپا کی جاتی تھیں، مشاعرے منعقد ہوتے تھے چاندنی راتوں میں کھلی جگہ پر جمع ہوکر اپنے قبائل کے بہادرانہ کارنامے سنائے جاتے تھے۔ یمن اور شام سے متصل قبائل اپنے بادشاہوں کے واقعات بھی بیان کرتے تھے [1]۔

عربوں کی تاریخ نگاری کے حوالے سے ڈاکٹر محمود احمد غازی تین اداروں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

۱۔ منافرہ

۲۔ ایام

۳۔ انساب

عربوں میں منافرہ کے نام سے ایک ادارہ موجود تھا۔ جب دو عرب قبائل میں اختلاف ہوجاتا کہ کون سا قبیلہ افضل ہے؟ یا کسی قبیلے کی سرداری کے دو یا زائد داعویدار میں سے کس کو ترجیح دی جائے؟ اس کا فیصلہ سربراہ منافرہ کے ذریعہ کیا جاتا تھا۔ سربراہ منافرہ اس موقع پر یہ دیکھتا تھا کہ کس کے آباء و اجداد کی خدمات زیادہ ہیں؟ کس موقع پر کس خاندان کا کردار زیادہ اہم تھا؟ گویا سربراہِ منافرہ کے پاس قبائل کے حوالے سے وسیع معلومات ہوتی تھیں۔ منافرہ کا یہ ادارہ بنو عدی کے پاس تھا۔ جب جناب عبدمناف کا انتقال ہوا اور ان کی جانشینی پر ان کے دو بیٹوں ہاشم اور عبد شمس میں اختلاف ہوا تو حضرت عمر فاروق کے دادا کو حَکَم بنایا گیا تھا کیونکہ منافرہ کا محکمہ ان کے پاس تھا۔ انہوں نے تفصیل سے فریقین کا موقف سنا اور جناب ہاشم کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

دوسرا ادارہ 'ایام العرب' کا تھا۔ عربوں میں قدیم قبائل کے کارنامے اور خصوصاً جنگوں میں فتوحات کے تذکرے باقاعدگی سے ہوا کرتے تھے۔ ایام العرب کا موضوع صرف جنگیں ہی نہیں ہوتی تھیں بلکہ اور بھی بہت سے معرکے تھے جن کی وجہ سے کوئی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قبیلہ باعزت یا زیادہ کامیاب قرار پاتا تھا۔ یہ معلومات عربوں میں جمع ہوتی تھیں اور نسلاً بعد نسلاً منتقل ہوتی رہتی تھیں۔ لہٰذا یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ عربوں میں کسی حد تک تاریخ سے شغف موجود تھا۔

پھر ان دونوں اداروں سے بڑھ کر "علم انساب" کے بارے میں عربوں میں اہتمام موجود تھا۔ عرب غیر معمولی اہتمام کے ساتھ انساب کے بارے میں معلومات جمع کرتے تھے۔ انسانوں کے علاوہ وہ اپنے گھوڑوں اور مویشیوں تک کے انساب بھی یاد رکھتے تھے۔ اس طرح سے تقریباً ہر قبیلہ اور خاندان کے بارے میں ان کے پاس معلومات کا ذخیرہ تھا[۲]۔

جب نزول قران کا سلسلہ شروع ہوا جس میں متعدد مقامات پر امم سابقہ اور انبیاء کے قصص و واقعات بیان کئے گئے ہیں تو مسلمانوں میں فطری طور پر تاریخ سے دلچسپی پیدا ہونی شروع ہوئی۔ قران کی تفسیر نے ایک زبردست تاریخی سرمایہ بھی فراہم کردیا تھا لہٰذا عربوں نے تاریخ نویسی شروع کردی۔ ابتداً مدینہ منورہ میں قران کے علاوہ جو چیزیں ضبطِ تحریر میں لائی گئیں وہ یا حدیث تھی یا مغازی و سیرۃ۔

تاریخ نویسی میں مغازی و سیرت کی طرف عربوں کے رجحان کی وجہ بڑی فطری تھی، رسول اللہ سے محبت و عقیدت نے جہاں انہیں آپ کے اقوال، افعال، شمائل اور زندگی کے دیگر معاملات کو محفوظ کرنے کی طرف متوجہ کیا، وہیں بیشتر عرب چونکہ قبائلی طرز زندگی کے عادی تھے، اور قبائلی نظام میں جنگی معرکوں اور مہمات پر بڑا زور ہوتا ہے۔ لڑائیوں اور جنگوں کے حالات و واقعات کو محفوظ رکھنا اور وقت ضرورت ان کو بیان کرنا اپنے اجداد کا تذکرہ، اور اپنے قبیلے کے اوصاف فخر کے ساتھ بیان کرنا، قبائلی زندگی کا لازمہ ہے، انہی وجوہات کی بناء پر جب عربوں نے تاریخ کی طرف توجہ کی تو سب سے پہلے غزوات اور جنگوں کی تفصیلات ضبط تحریر میں لائی گئیں اور انہیں مغازی و سیر کا



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نام دیا گیا۔

'سیرۃ' عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کی جمع ''سیر'' ہے۔ یہ لفظ سار، یسیر، سیراً ومسیراً سے نکلا ہے اور اس کے معنی ہیں چلنا پھرنا [۳] سیرۃ کا لفظ مسافت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور 'السیارہ' کے معنی قافلہ کے ہیں۔ السیر ۃ کے معنی ہیئت، حالت یا شکل وصورت کے بھی ہیں جیسا کہ قرآنِ مجید میں سورہ طٰہٰ آیت ۲۱ میں آیا ہے۔ تاج العروس کے مطابق سیرۃ کے معنی طریقہ کے بھی ہیں۔احسن السیر کا مطلب ہے 'اچھا طریقہ' [۴]

الغرض 'سیرت' کے لغوی معنی چال چلن، طور طریقہ اور روش کے ہیں۔ اور اصطلاحاً اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کے حالات زندگی اور اخلاق و عادات کا بیان ہے۔ تاہم یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ لفظ ''سیرت'' محدثین، فقہاء اور مورخین کے یہاں قدرے فرق کے ساتھ مروج ہے۔ سیرۃ کا لفظ فقہاء اور محدثین کے یہاں محدود جبکہ مورخین کے یہاں وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ فقہاء کے نزدیک ''سیرت'' کا وہ وسیع مفہوم نہیں ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ جہاد اور غزوات میں رسول اللہ ﷺ نے کفار و مشرکین کے ساتھ جو معاملہ فرمایا ہے فقہاء اس کو سیرت سے تعبیر کرتے ہیں جس کی جمع سیر ہے۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

''سیر لفظ سیرت کی جمع ہے اور اس کا اطلاق جہاد کے ابواب پر ہوتا ہے، کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ان حالات سے ماخوذ ہوتے ہیں جو غزوات میں پیش آئے۔ [۵] امام ابن ہمام نے اسی مفہوم کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

''سیر لفظ سیرت کی جمع ہے جس کے معنی طور طریقے کے ہیں۔ اور اس کا اطلاق شریعت میں مغازی میں رسول اللہ کے احوال کے ساتھ خاص ہے۔ مگر علمائے شریعت کے نزدیک اس کا اطلاق عام طور سے ان طریقوں پر ہوتا ہے جن کا حکم کفار سے جنگ میں دیا گیا۔'' [۶]

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


گویا فقہاء کتاب السیر میں جہاد وغزوات کے فضائل و مسائل احکام و قوانین اور اسی حوالے سے دیگر جزئیات فقہی انداز میں لکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک لفظ 'سیرت' انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

محدثین بھی 'سیرت' کے لفظ کو انہی محدود مفہوم میں استعمال کرتے ہیں۔ محدثین ''کتاب المغازی'' میں رسول اللہ کے غزوات وسرایا بیان کرتے ہیں اور ''کتاب الجہاد والسیر'' میں رسول اللہ کے طور طریقے اور کفار کے ساتھ معاملات کو بیان کرتے ہیں۔

جبکہ مورخین اس لفظ 'سیرۃ' کو وسیع معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں یہ لفظ صرف ایک مرتبہ استعمال ہوا ہے سورۃ طٰہٰ کی آیت نمبر ۲۱ میں ہے ''قَالَ خُذهَا وَلاَ تَخف سَنُعِيدُهَا سِيرتَهَا الاُولىٰ'' ترجمہ: فرمایا: پکڑ لے (اے موسیٰ) اس کو اور ڈر نہیں، ہم اسے اسی ہیئت میں کر دیں گے جیسی یہ پہلے تھی۔''

یہاں اس لفظ کے معنی ہیئت، حالت، یا شکل وصورت کے ہیں۔

جہاں تک حدیث کا تعلق ہے تو بعض احادیث میں لفظ ''سیرت'' اپنے اصطلاحی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ایک حدیث ہے:

قام عليٌّ على المنبر فذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم و استخلف ابو بكر رضى الله عنه فعمل بعمله وسار بسيرته حتىٰ قبضه الله عزو جل علىٰ ذلك ثم استخلف عمر رضى الله عنه علىٰ ذلك فعمل بعملهما و سار سيرتهما حتىٰ قبضه الله عزوجل علىٰ ذلك۔ ے

ترجمہ: ''حضرت علیؓ منبر پر کھڑے ہوئے اور آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ''جب آپؐ کی روح قبض کر لی گئی تو آپؐ کے بعد حضرت ابو بکرؓ خلیفہ منتخب کئے گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے آپ جیسے کام کیے اور آپؐ کی ''سیرت'' پر چلے،


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو بھی قبض کر لیا۔ آپ کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ منتخب کیے گئے۔ حضرت عمرؓ نے ان دونوں جیسے کام کیے اور ان کی سیرت پر چلے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح کو بھی قبض کر لیا"۔

اور دوسری حدیث یہ ہے:

**عن ابی وائل قال قلت لعبد الرحمن بن عوف کیف بایعتم عثمان و ترکتم علیا رضی اللہ عنه قال ما ذنبی قد برآت بعلی فقلت ابایعک علی کتاب اللہ وسنة رسوله و سیرة ابی بکر و عمر رضی اللہ عنهما قال فقال فیما استطعت قال ثم عرضتها علی عثمان رضی اللہ عنه فقبلها** [۸]۔

ترجمہ: "ابو وائل سے روایت ہے کہ میں نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے کہا کہ آپ لوگوں نے علیؓ کو چھوڑ کر عثمانؓ کی بیعت کیوں کی؟" انہوں نے فرمایا کہ "اس میں میرا کوئی قصور نہیں، میں نے علیؓ سے کہا تھا کہ میں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور سیرت ابوبکرؓ و عمرؓ پر تمہاری بیعت کرتا ہوں، علیؓ نے کہا تھا کہ "میں ان میں سے جتنی بات کی استطاعت رکھوں گا، اسے سرانجام دوں گا۔" پھر میں نے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں یہی بات پیش کی تو انہوں نے اسے تسلیم کر لیا۔"

ان احادیث میں 'سیرۃ' کا لفظ اپنے اصطلاحی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ لفظ "سیرت" کا مفہوم متقدمین کے یہاں اور ہے، متاخرین کے یہاں اور۔ اور جیسا کہ اوراق گذشتہ میں اشارہ کیا گیا کہ اس لفظ کے معنی و مفہوم فقہاء کے نزدیک کچھ اور ہیں محدثین اور مورخین کے نزدیک کچھ اور۔ چنانچہ لفظ "سیرت" کے معنی و مفہوم کے ارتقاء کی تشریح یوں کی جاسکتی ہے کہ ابتداً اسلامی علوم و فنون کی اصطلاح میں سیرت کا لفظ، رسول اللہ ﷺ کے اس طرز عمل کے لیے استعمال کیا گیا جو آپ نے غیر مسلموں سے معاملہ کرنے میں، جنگوں میں یا صلح و



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



معاہدات کے معاملات میں اپنایا۔ قدیم مفسرین، فقہاء، محدثین اور سیرت نگاروں نے سیرت کے لفظ کو اسی مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، 'محاضرات سیرت' میں قاضی محمد اعلیٰ تھانوی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ شریعت کی اصطلاح میں اس لفظ (سِیَرَ) کا زیادہ استعمال مسلمانوں کے اس طریقہ کار پر ہوتا ہے، جو وہ کفار، غیر مسلم، محاربین، مسلمان باغی، مرتدین، اہل ذمہ اور دوسروں سے معاملہ اور طریق کار کے بارے میں اختیار کرتے ہیں۔ 9 یہی بات فتح القدیر میں فقیہ کمال بن ہمام نے بھی کہی ہے۔ وہ کہتے ہیں ''شریعت کی اصطلاح میں 'سِیَرَ' سے مراد وہ طریقہ ہے جو کفار سے جنگ وغیرہ میں اپنایا جائے''۔ 10

الغرض خالص قانونی ضروریات کی خاطر، فقہائے اسلام نے بالخصوص اور محدثین نے بالعموم مغازی کی تفصیلات جمع کیں اور حضور کے ان تمام غزوات اور مہمات میں جو چیزیں قانونی اہمیت کی حامل تھیں ان کو ''مغازی'' کے تحت مدون کیا۔ یہ بات اہم ہے کہ مغازی کی اولین کتابیں مرتب کرنے والے فقہا تھے، مثلاً عروہ بن زبیر اور ابان بن عثمان وغیرہ، ان دونوں کا تعلق مدینہ کے ''فقہائے سبعہ'' 11 میں ہوتا تھا۔ ان کی کتابوں کو مغازی بھی کہا جاتا تھا اور سیر بھی۔

پھر وقت کے ساتھ ساتھ سیر اور مغازی کی کتابیں الگ الگ ہوتی گئیں۔ مغازی کا انداز تاریخی قرار پایا اور سیر کا انداز قانونی قرار پایا۔ پھر مغازی میں رسول اللہ کی حیاتِ مبارکہ کے دیگر پہلوؤں کی تفصیلات بھی شامل ہوتی گئیں اور اس کو سیرت کا نام دیا گیا، مغازی اس کا ایک شعبہ بن گیا۔

الغرض آج علمِ سیرت ایک ایسا جامع اور وسیع علم ہے جس کے بہت سے حصے اور شعبے ہیں ان میں ایک حصہ مغازی اور رسول اللہ کے غزوات اور مہمات کی تفصیلات بھی ہیں۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



غزو، غزوہ اور مغزیٰ (جمع مغازی) کے لغوی معنی قصد، ارادہ اور طلب کے ہیں اور اصطلاحاً اس سے مراد ''کفار سے قتال'' ہے۔ ابن حجر نے اس کی تشریح یوں کی ہے۔ ''غزو کے لغوی معنی مقصد اور ارادہ کے ہیں اور یہاں مغازی سے مراد رسول اللہ ﷺ کا بہ نفس نفیس یا اپنے لشکر کے ذریعہ کفار کا قصد و ارادہ کرنا ہے۔ یہ قصد کفار کے شہروں کا ہو یا ان مقامات کا ہو جہاں وہ اترے ہوں تاکہ اس میں غزوہ احد اور غزوہ خندق وغیرہ شامل ہوں''۔[۱۲]

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ مغازی سے مراد رسول اللہ کی صرف وہ مہمات نہیں جن میں کوئی عسکری یا حربی مقصد پیش نظر تھا، بلکہ اصطلاحاً غزوہ سے مراد ہر وہ مہم ہے جو مدینہ سے باہر رسول اللہ کی قیادت میں اختیار کی گئی ہو۔ خواہ اس کے نتیجے میں جنگ پیش آئی ہو یا کوئی معاہدہ کرنا مقصود ہو۔ مثلاً ہجرت مدینہ کے بعد ابتدائی مہینوں میں کئی ایسی مہمات ہوئی ہیں جن میں رسول اللہ کا واضح مقصد جنگ نہیں تھا، بلکہ مختلف قبائل سے دوستانہ تعلقات کو فروغ دینا، مختلف قبائل سے مختلف نوعیت کے معاہدات کرنا اور ایک طرح سے خیر سگالی کے وفود کی ترسیل تھی لیکن محدثین اور سیرۃ نگاروں نے ان مہمات کو بھی غزوہ کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ مثال کے طور پر غزوہ ابواء کا ذکر ملتا ہے جو بدر سے پہلے کی ایک مہم ہے اس میں رسول اللہ کا مقصد جنگ نہیں تھا بلکہ مقصد بنی ضمرہ[۱۳] سے حلیفانہ معاہدہ تھا۔[۱۴]

خلاصہ بحث یہ کہ جب فقہانے رسول اللہ کے عسکری و حربی یا معاملاتِ صلح و جنگ قلمبند کیے تو اس کو ''علم السیرَ'' (سیرت کی جمع) کا نام دیا۔ فقہاان معلومات سے جہاد و قتال یا بین الاقوام قوانین سے متعلق مسائل کا استخراج کرتے ہیں۔ فقہ کی کتابوں میں اس طرح کے مسائل و معاملات ''کتاب السِیرَ'' کے عنوان کے تحت درج کیے جاتے ہیں۔ علم السیر کو ''بین الاقوامی قانون'' (International Law) کہا جاتا ہے۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دوسری طرف جب محدثین و مورخین نے رسول اللہ کے عسکری و حربی معاملات یا حالات صلح و جنگ قلمبند کیے تو اسے ''مغازی'' کا نام دیا لہٰذا محدثین کی مرتب کردہ کتب احادیث میں اس طرح کے حالات ''کتاب المغازی'' کے تحت درج کیے گئے ہیں۔ لیکن مورخین نے ''سیر و مغازی'' کے اصطلاحی معنوں کو وسعت دی۔ اور اس کے تحت صرف رسول اللہ کی حربی و عسکری زندگی ہی کا احاطہ نہ کیا بلکہ ان کی خانگی زندگی، ان کے عادات و اطوار، شمائل نبوی، ان کے ازدواج و اولاد، ان کی رشتہ داریاں، آباء اجداد، حسب نسب بلکہ ان کی سیاست، معاشرت، معیشت، مکہ مدینہ بلکہ عرب کے احوال تک ان کی سیرت کا حصہ قرار پائے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اولین سیرت نگاروں کی کتابوں کا نام 'مغازی' ہی ہوتا تھا۔ مثلاً مغازی عروہ بن زبیر، مغازی ابان بن عثمان، مغازی محمد بن شہاب زہری اور مغازی موسیٰ بن عقبہ وغیرہ۔ یہ سب سیرت کی کتابیں ہیں، جن میں مغازی کے ساتھ ساتھ رسول اللہ کے خانگی حالات اور دیگر احوال بھی بیان کیے گئے ہیں۔

لفظ ''سیرت'' رسول اللہ کے حالات زندگی کے علاوہ دوسرے اشخاص کی سوانح کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے مثلاً سیرۃ عنتر، سیرت سیف بن ذی یزن، اسی طرح ''کتاب سیرۃ معاویہ و بنی اُمیہ'' ابراہیم بن محمد فزاری (م ۱۸۸ھ) نے ''کتاب السیر فی الاخبار والا حداث'' اور واقدی (م ۲۰۷ھ) نے ''کتاب السیرۃ'' اور ''کتاب سیرۃ ابی بکرو و فاتہ'' لکھی۔ آج کل بھی اس نام سے دیگر حضرات کی سوانح پر لکھا جارہا ہے مثلاً سیرۃ صحابہ، سیرۃ امام ابن تیمیہ اور سید سلیمان ندوی کی سیرۃ عائشہؓ وغیرہ۔ تاہم جب مجرد لفظ ''سیرۃ'' کہا جائے گا تو اس سے مراد سیرت رسول اللہ ہوگی اور جب کسی اور شخصیت کی سیرت پر لکھا جائے گا تو سیرہ کے بعد اس کے نام کا لاحقہ ضروری ہوگا۔

## سیرت اور حدیث:۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



علم السیرَ و المغازی، علم الحدیث ہی کا ایک اہم حصہ ہے کیونکہ اس میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ان اقوال و افعال اور مقررات سے بحث ہوتی ہے جن کا تعلق غزوات و سرایا سے ہے۔ خطیب بغدادی نے بھی سیر ومغازی رسول کو علم حدیث میں شامل کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ حدیث میں انبیاء کے واقعات ، زہاد اور اولیاء کے احوال ، بلغاء کے مواعظ ، فقہا کے کلام ، عرب وعجم کے بادشاہوں کی سیرتیں، امم ماضیہ کے قصے، رسول اللہ کے مغازی وسرایا کی تفصیلات ،آپ کے احکام و قضایا، خطبے، مواعظ، معجزات، آپؐ کی ازواجِ مطہرات ، اولاد و اصحاب اور ان کے فضائل ومناقب، انساب واعمار کا ذکر ہوتا ہے۔ ۱۵

پہلی صدی ہجری کے خاتمے اور دوسری صدی ہجری کے آغاز میں جب احادیث کی تدوین و تالیف کے بعد ان کی تبویب و ترتیب شروع ہوئی اور احکام کے استخراج واستنباط کی باری آئی تو محدثین نے مختلف انداز پر کام کرنا شروع کیا۔ ایک جماعت نے روایت و درایت کے اصول پر احادیث و آثار کو جمع کیا۔ یہ اصحاب الحدیث اور محدثین کہلائے۔ ایک جماعت نے ان احادیث و آثار سے تفقہ و افتاء کے اصول پر احکام و مسائل اور فتاوے مرتب کیے، یہ جماعت فقہا کے لقب سے یاد کی گئی اور ایک جماعت نے رسول اللہ کی سیرت اور آپ کے مغازی و سرایا کو مدون کیا یہ جماعت اخباری یا مورخین کہلائے ۱۶۔ ان سب نے اپنے اپنے میدان میں اپنے کام کو آگے بڑھایا۔ جوں جوں یہ کام آگے بڑھا، ان کا فرق واضح ہونے لگا۔

سیرت اور حدیث میں بہت قریبی تعلق ہونے کے باوجود یہ دونوں علیحدہ علم قرار پائے۔ علم الحدیث کے اصول و مقاصد، علم السیرۃ کے اصول و مقاصد سے مختلف ہیں، پھر دونوں کے اسلوب بیان میں بھی فرق ہے۔ یہ فرق بڑی عمدگی سے حکیم ابوالبرکات عبدالروف دانا پوری نے اپنی کتاب 'اصح السیر' کے مقدمہ میں واضح کیا ہے۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وہ لکھتے ہیں کہ:

''اصحاب حدیث دراصل تین امور کو جمع کرتے ہیں (۱) رسول اللہ نے کیا فرمایا؟ (۲) رسول اللہ نے کیا کام کیا (۳) رسول اللہ کے سامنے یا رسول اللہ کے وقت میں کیا کیا گیا؟۔ اصحاب سیرت بھی انہی تین امور کو جمع کرتے ہیں، اس لیے اصل کام دونوں کا ایک ہی ہے، مگر باوجود اس کے دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اصحاب حدیث کا مقصود بالذات احکام کو جاننا ہوتا ہے اور رسول اللہ کی ذات سے ان کی بحث ضمناً ہوتی ہے۔ اور اصحاب السیر کا مقصود بالذات رسول اللہ کو جاننا ہے، احکام پر ان کے ہاں بحث ضمناً ہوتی ہے۔ اس لیے محدثین کا مدار بحث یہ ہوتا ہے کہ یہ فعل یا قول رسول اللہ کا ہے یا نہیں؟ ان کی تمامتر قوت اس تحقیق پر صرف ہوتی ہے کہ اس قول یا فعل کا انتساب رسول اللہ کی طرف صحیح ہے یا نہیں۔ لیکن اصحاب سیرت کو یہ بھی کرنا پڑتا ہے اور اس کے سوا دو باتیں اور معلوم کرنی پڑتی ہیں، ایک یہ کہ حضور نے کب ایسا کہا یا کیا؟ دوئم یہ کہ ایسا کہنے یا کرنے کی وجہ کیا ہوئی؟ اصحاب سیرۃ حضورؐ کے اقوال و افعال کو مسلسل اور مربوط بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کے اسباب وعلل کو بھی جاننا چاہتے ہیں۔ اصحاب حدیث کہتے ہیں کہ اس کی ضرورت نہیں، جب صحت کے ساتھ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ فعل رسول اللہ کا ہے تو وہ رسول اللہ کی سنت اور آپ کا طریقہ ہو گیا، گو یہ نہ معلوم ہو کہ رسول اللہ نے کب، کس دن، کس تاریخ ایسا کہا یا ایسا کیا۔'' [۱۷]

اصحاب سیر بھی اصحاب الحدیث ہی ہیں مگر جب سیرت پر واقعات جمع کرنے پڑتے ہیں اور سیرت کے مقاصد پورے کرنے پڑتے ہیں تو تحدیث و روایت کے شرائط اور وجہ ترجیح میں مناسب تبدیلی کرنی پڑتی ہے، مغازی کے واقعات دونوں لکھتے ہیں لیکن دونوں کے لکھنے میں فرق ہوتا ہے۔ مثلاً فتح مکہ کے متعلق محدثین اتنا لکھتے ہیں کہ قریش نے حدیبیہ کے معاہدہ کو توڑا اور بنی خزاعہ پر ظلم کیا جو رسول اللہؐ کے حلیف تھے، اس لیے



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آپ نے حملہ کیا اور مکہ فتح ہوا۔ لیکن اصحاب سیرت یہ بھی بتاتے ہیں کہ یہ معاہدہ کتنا اہم تھا، اس کا پس منظر کیا تھا؟ بنی بکر اور بنی خزاعہ کی جنگ عرصہ سے چل رہی تھی۔ اس معاہدہ کی وجہ سے یہ جنگ رک گئی تھی۔ قریش نے عہد توڑ کر پھر اس جنگ کو مشتعل کردیا تھا۔ ۱۸؎

سیرت اور حدیث میں یہ فرق بھی ہے کہ اول الذکر میں ربط و ترتیب کا اہتمام کیا جاتا ہے، لیکن حدیث میں آپؐ کے حالات موجود ہونے کے باوجود سیرۃ کی طرح کی ترتیب لازمی نہیں۔ بایں ہمہ سیرۃ کا مستند تر مواد حدیث ہی میں ہے۔ اگر چہ بعض اوقات سیرۃ نگاروں نے روایات کے بارے میں پوری احتیاط نہیں برتی۔ اس وجہ سے حدیث کی روایت کا درجہ سیرۃ کی روائتوں سے بلند تر ہے۔ قران مجید کے بعد رسول اللہ کی سوانح عمری کا قطعی ماخذ حدیث ہی ہے، حدیث کا دائرہ وسیع تر اور اس کی غائت مختلف ہے اسی سبب سے محدثین اور ارباب سیر کو دو الگ الگ گروہ خیال کیا جاتا ہے۔ ۱۹؎

شبلی نعمانی بھی یہی سمجھتے ہیں کہ مغازی و سیرت کا علم، علم الحدیث سے مختلف ہے یہاں تک کہ بعض موقعوں پر ارباب سیر اور محدثین دو مقابل گروہ سمجھے جاتے ہیں۔ بعض واقعات کے متعلق یہ صورت پیدا ہوتی ہے کہ تمام ارباب سیر ایک طرف ہوتے ہیں اور امام بخاری و مسلم جیسے محدثین دوسری طرف، ایسے موقع پر بعض لوگ امام بخاری کی روایت کو اس بناء پر تسلیم نہیں کرتے کہ تمام ارباب سیر کے خلاف ہے لیکن محققین کہتے ہیں کہ حدیث صحیح، تمام ارباب سیر کی متفقہ روایت کے مقابلے میں بھی قابل ترجیح ہے۔ ۲۰؎

علامہ شبلی نعمانی اس موقع پر دو مثالیں پیش کرتے ہیں۔

ایک غزوہ ذوقرد کی، جس کے بارے میں ارباب سیر متفق ہیں کہ صلح حدیبیہ سے قبل واقع ہوا تھا لیکن صحیح مسلم میں سلمہ بن الاکوع سے جو روایت ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غزوہ ذوقرد، صلح حدیبیہ کے بعد اور غزوہ خیبر سے تین دن قبل کا واقعہ ہے۔ ۲۱؎

نیز غزوۃ ذات الرقاع کی نسبت ارباب سیر کا اتفاق ہے کہ یہ جنگ خیبر سے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قبل واقع ہوا تھا لیکن امام بخاری نے تصریح کی ہے کہ خیبر کے بعد واقع ہوا اس پر علامہ دمیاطی ۲۲ نے بخاری کی روایت سے اختلاف کیا۔۲۳

سیرت اور حدیث میں ربط و تداخل کے حوالے سے شبلی نعمانی کا نکتہ نظر یہ ہے:

۱۔ سیرت ایک جداگانہ فن ہے اور بعینہ فن حدیث نہیں ہے، اور اس بناء پر اس کی روائتوں میں اس درجہ کی شدت احتیاط ملحوظ نہیں رکھی جاتی جو فن صحاح ستہ کے ساتھ مخصوص ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ فقہ کا فن قران و حدیث ہی سے ماخوذ ہے لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ بعینہ قران یا حدیث ہے یا ان دونوں کے ہم پلہ ہے۔

۲۔ مغازی اور سیرت میں جس قسم کی جزئی تفصیلات مقصود ہوتی ہیں وہ فن حدیث کے اصلی بلند معیار کے موافق نہیں مل سکتیں اس لیے ارباب سیر کو تنقید اور تحقیق کا معیار کم کرنا پڑتا ہے، اس بناء پر سیرت و مغازی کا رتبہ فن حدیث سے کم رہا۔

۳۔ جس طرح امام بخاری و مسلم نے یہ التزام کیا کہ کوئی ضعیف حدیث بھی اپنی کتاب میں درج نہ کریں گے، اس طرح سیرت کی تصنیفات میں کسی نے یہ التزام نہیں کیا، آج بیسیوں کتابیں قدماء سے لے کر متاخرین تک کی موجود ہیں، مثلاً سیرت ابن اسحاق، سیرت ابن ہشام، سیرت ابن سید الناس، سیرت دمیاطی، حلبی کی مواہب لدینہ کسی میں یہ التزام نہیں ۲۴۔

یہ حقیقت ہے کہ محدثین کے مقابلے میں اہل سیر و مغازی کی سند کا معیار کم درجہ کا ہوتا ہے (تاہم ہمیشہ ہی ایسا نہیں ہوتا) کیونکہ ان کے یہاں واقعات و اخبار کا بیان ہوتا ہے، عقائد اور تشریعی احکام کا نہیں۔

## سیرت اور تاریخ

سیرت اور تاریخ کا گہرا رشتہ ہے، سیرت دراصل تاریخ ہی ہے جیسا کہ پہلے بھی لکھا گیا مسلمانوں نے تاریخ نویسی کا آغاز مغازی و سیر ہی سے کیا اور ابتداء میں



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مدینہ منورہ میں قران کے علاوہ جو چیزیں ضبط تحریر میں لائی گئیں وہ یا حدیث تھی، یا مغازی وسیرۃ۔

عربوں کے فن تاریخ اور فن سیرت نگاری دونوں نے ارتقاء کی منازل شانہ بشانہ طے کیں، فن سیرت نگاری سے فن تاریخ کو ٹھوس بنیادیں فراہم ہوئیں۔ اسلامی علوم میں فن سیرت نگاری، علم الحدیث، اور تاریخ نویسی کا آپس میں گہرا رشتہ ہے۔ مسلمانوں نے تاریخ نویسی کا فن سیرت نگاری کی بدولت حاصل کیا اور سیرت کا فن حدیث کا مرہون احسان ہے۔ احادیث کی جانچ پڑتال کے لیے جو اصول قائم کیے گئے وہ سیرت اور تاریخ دونوں کے کام آئے۔ حدیث، سیرت اور تاریخ تینوں علوم میں مسلمانوں نے خبر مع سند کا طریقہ رائج کیا[۲۵]۔

پروفیسر غلام احمد حریری لکھتے ہیں ''اسلام سے پہلے نہ تو یہ طریقہ عربوں میں رائج تھا اور نہ دیگر متمدن اقوام میں۔ ایران اور یونان میں کتابت کے ذریعہ تاریخ کو محفوظ کرنے کا رواج تھا لیکن سند کا کوئی اہتمام نہ تھا دونوں قوموں کے یہاں تاریخ، ٹھوس حقائق اور مستند واقعات سے عبارت نہ تھی بلکہ دیومالائی خرافات اور ہر قسم کی خیال آرائی پر مشتمل تھی۔ ''خبر مع سند'' کے طریقے کو دین اور شریعت کی خاطر مسلمانوں نے سب سے پہلے حدیث کے لیے استعمال کیا چنانچہ اس کا بھی معیار وہی رکھا جو شریعت میں قابل اعتماد ہو اس معیار کو بروئے کار لانے کے لیے کئی اور علوم وجود میں آئے جن میں تاریخ اور اسماء الرجال خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حدیث اور تاریخ کے ارتباط پر نظر رکھتے ہوئے توقع اس بات کی ہوسکتی تھی کہ تاریخ بھی وہی قالب اختیار کرے جو حدیث کا قرار پاچکا تھا چنانچہ تاریخ بھی ''خبر مع سند'' کی شکل میں جمع ہونا شروع ہوئی۔ اس طرح حدیث و سیرت اور تاریخ کے فنون ایک دوسرے سے الگ ہونے کے ساتھ ساتھ ظاہری شکل وصورت کے اعتبار سے باہم مربوط و مماثل ہیں[۲۶]۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# حواشی وحوالہ جات (باب اوّل)

۱۔ مبارک پوری، قاضی اطہر 'تدوین سیر ومغازی' ص ۳۶ و ۳۷ (بیت الحکمت، لاہور، ۲۰۰۵ء)۔

۲۔ غازی، محمود احمد، 'محاضرات سیرت'، ص ۱۱٦ تا ۱۱۸ (الفیصل، لاہور ۲۰۰۸ء)۔

۳۔ ابن منظور افریقی 'لسان العرب' جلد رابع، ص ۹۰۔ ۳۸۹۔

۴۔ الزبیدی، سید محمد مرتضیٰ، جلد ۳، ص ۸۔ ۲۸۷۔

۵۔ ابن حجر عسقلانی، 'فتح الباری' (کتاب الجہاد والسیر) جلد ٦، ص ۳ (سلفیہ، قاہرہ)۔

٦۔ ابن ہمام، امام 'فتح القدیر' جلد ۴، ص ۲۷۷۔

۷۔ مسند احمد بن حنبل، جلد اول، ص ۱۲۸۔

۸۔ ایضاً، ص ۷۵۔

۹۔ غازی، ڈاکٹر محمود احمد، 'محاضرات سیرت'، ص ۱۷۔

۱۰۔ ایضاً۔

۱۱۔ اموی عہد میں مدینہ کے ساتھ فقہا مشہور تھے۔ اموی خلفاء بھی جب تک ان سے مشورہ نہ کر لیتے کسی بات کو قانون کا درجہ نہ دیتے۔ فقہ میں ان سات فقہا کی ذات مرجع تھی (۱) عبیداللہ بن عبداللہ بن مسعود، (۲) عروہ بن زبیر بن عوام، (۳) قاسم بن محمد بن ابی بکر، (۴) سعید بن مسیّب، (۵) سلیمان بن یسار، (٦) ابو بکر بن عبدالرحمٰن اور (۷) خارجہ بن زید۔

۱۲۔ ابن حجر، فتح الباری، کتاب المغازی، جلد ۷، ص ۲۷۹۔

۱۳۔ بنی ضمرہ سے رسول اللہ کے تعلقات ہجرت سے قبل بھی قائم تھے۔

۱۴۔ محاضراتِ سیرت، ص ۲۰۔ ۲۱۔

۱۵۔ مبارک پوری، قاضی اطہر 'تدوین سیر ومغازی' ص ۱٦۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۱۶۔ ایضاً، ص ۱۷۔

۱۷۔ دانا پوری، حکیم عبدالروف، اصح السیر، ص ۸، مقدمہ

۱۸۔ مبارک پوری، قاضی اطہر، تدوین سیر ومغازی، ص ۱۸۔

۱۹۔ سید عبداللہ، علم (سیرۃ) مشمولہ اردو دائرۃ معارف اسلامیہ، جلد ۱۱/۱۴، ص ۵۔۱۷۴

(دانش گاہ پنجاب، لاہور، باردوم ۲۰۰۱ء)۔

۲۰۔ شبلی نعمانی 'سیرۃ النبیؐ' (مقدمہ) جلد اول، ص ۸۔

۲۱۔ ایضاً، ص ۹۔

۲۲۔ حافظ عبدالمومن دمیاطی (م ۷۰۵ھ) ایک مشہور محدث ہیں، انہوں نے سیرت پر بھی ایک کتاب لکھی ہے جو آج بھی موجود ہے اس میں انہوں نے اکثر موقعوں پر ارباب سیر کی روایت کو ترجیح دی تھی لیکن جب زیادہ غور وفکر کیا تو ان کو معلوم ہوا احادیث صحیحہ کو سیرت کی روایتوں پر ترجیح ہے چنانچہ اپنی کتاب میں ترمیم کرنی چاہی، لیکن اس کے نسخے کثرت سے شائع ہوگئے تھے اس لیے نہ کرسکے۔ علامہ دمیاطی کی سیرت پر کتاب کا نام ''المختصر فی سیرۃ سید البشر'' ہے۔ کتاب بہت ضخیم نہیں، سو صفحات پر مشتمل ہے پٹنہ کے کتب خانے میں بھی اس کا ایک نسخہ موجود ہے (شبلی، مقدمہ سیرۃ النبی جلد ۱، ص ۹ و ۳۶۔۳۵)۔

۲۳۔ شبلی نعمانی، مقدمہ، ص ۱۰۔

۲۴۔ ایضاً۔

۲۵۔ خالد، انور محمود 'اردو نثر میں سیرت رسولؐ'، ص ۲۷ (اقبال اکادمی پاکستان، لاہور ۱۹۸۹ء)

۲۶۔ ایضاً (بحوالہ حریری، غلام احمد 'سیرت نگاری'، ص ۴ غیر مطبوعہ ٹائپ شدہ مقالہ، مخزونہ انور محمود خالد)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



باب دوم: فصل اول

www.KitaboSunnat.com

# متقدمین سیرت نگاروں کے بنیادی ماخذ

مدینہ منورہ میں جب تابعین عظام نے سیرت نگاری شروع کی یا سیرت کے بعض پہلوؤں کو ضبط تحریر میں لانے کا عمل شروع ہوا تو ان کے پاس دو ہی اہم ماخذ تھے ایک قران کریم ، دوسرا حدیث ۔ یہاں حدیث سے مراد صرف رسول اللہ کے اقوال واحکامات ہی نہیں ہیں بلکہ اس میں روایات صحابہ اور اقوال صحابہ و تابعین بھی شامل ہیں۔ سیرۃ نگاری کا سفر جب آگے بڑھا تو ''اسرائیلیات'' سرکاری دستاویزات اور بعض غیر مسلم علماء کے اقوال و بیانات کو بھی سیرت نگاری کا ماخذ بنایا گیا تاہم ایسا محمد ابن اسحاق نے کیا ان سے قبل کے سیرت نگاروں کے پاس قران اور حدیث ہی بطور ماخذ سیرت تھے۔

## قران کریم:۔

سیر و مغازی کے بنیادی ماخذوں میں وحی الٰہی یعنی قران حکیم سب سے پہلا، مستند و معتبر تحریری ماخذ ہے۔

اصطلاحی معنی میں 'قران' اللہ کا وہ کلام ہے جو اس نے اپنے پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا [1] قران مجید میں لفظ ''قران'' چھیاسٹھ (٦٦) مرتبہ استعمال ہوا ہے [2] رسول اللہ پر نازل شدہ قران مجید کو موقع و محل کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے متعدد ناموں سے موسوم کیا ہے۔ امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے چار نام ذکر کئے ہیں ۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۱۔ القران

۲۔ الفرقان

۳۔ الکتاب

۴۔ الذکر

اس کا نام ''القران'' اس لیے ہے کہ یہ پڑھا جاتا ہے، اور آیات اور سورتوں کا مجموعہ ہے نیز اس میں مختلف علوم وقصص و اخبار کو نہایت بلیغ انداز میں جمع کر دیا گیا ہے، جیسا کہ خود قران مجید میں ہے

نحنُ نقُصُّ علیکَ اَحسَنَ القَصَصِ بِمَا اَو حینا الیک هذاالقران ق وان کنتَ مِن قَبلهٖ لَمِنَ الغفلین ۔(۱۲[یوسف]: ۳)

(یعنی اے پیغمبر) ہم اس قران کے ذریعے سے جو ہم نے تمہاری طرف بھیجا ہے تمہیں ایک نہایت اچھا قصہ سناتے ہیں اور تم اس سے پہلے بے خبر تھے۔

نیز ایک اور جگہ فرمایا:

اِنَّ هذاالقرانَ یَقُصُّ علیٰ بنیٓ آسرائیل اکثر الَّذِی هُم فیهِ یختلِفون ۔(۲۷[النمل]: ۷٦)

یعنی بلاشبہ یہ قران بنی اسرائیل کے سامنے اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

قران مجید کو ''الفرقان'' کے نام سے اس لیے موسوم کیا گیا۔ ہے کہ اس میں حق وباطل کے درمیان خطِ امتیاز کھینچ دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تَبٰرکَ الَّذی نَزَّلَ الفُرقانَ علیٰ عبدهٖ لیکونَ لِلعٰلمین نذیراً ۔

(۲۵[الفرقان]: ۱)



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یعنی بڑی برکت والی ہے وہ ذات گرامی جس نے اپنے بندے پر
فرقان (قران مجید) اتارا تا کہ وہ سارے جہاں کو ڈرانے والا ہو۔

قران کو ''الکتاب'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مکتوب ہے، اور اسے باقاعدہ ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ذٰلک الکتابُ لا ریبَ فیہ (۲ [البقرہ]: ۲)

یعنی یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں

دوسری جگہ فرمایا:

اَلحمدُ لِلّٰہِ الّذِیٓ انزل علیٰ عبدہِ الکِتٰبَ ولَم یجعل لہ عِوَجاً ۔

(۱۸ [الکھف]: ۱)

یعنی ساری تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے پر الکتاب
(یعنی قران مجید) اتاری اور اس میں کسی طرح کی بھی کجی نہ رکھی۔

قران کو ''الذکر'' کے نام سے اس لیے پکارا گیا ہے کہ اس میں اللہ نے اپنے بندوں کو پند ونصائح سے نوازا ہے، حدود و فرائض پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت کی ہے اور اسرار وحکم کی پردہ کشائی فرمائی ہے۔ فرمایا:

وَاِنہ لذکرُ لَّک ولقومک (۴۳ [الزخرف]: ۴۴)

یعنی بے شک یہ ذکر ہے آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے

اس کے علاوہ قران مجید کے متعدد صفاتی نام ہیں جو خود قران مجید میں مذکور ہیں [۳]۔ قران مجید اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی نازل فرمایا ہے۔ اصطلاح شریعت میں لفظ وحی کا اطلاق اس خاص ذریعہ غیبی پر ہوتا ہے جس کے ذریعہ بغیر کسی فکر و تدبر، کسب ونظر، اور تجربہ و استدلال کے، صرف من جانب اللہ اور اس کے فضلِ خاص سے اس کے کسی نبی کو کوئی علم الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ [۴]



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قران کریم عربی زبان میں نازل ہوا، بے جانہ ہوگا اگر اس مرقع پر عربی زبان اور اس کی چند خصوصیات کو بیان کردیا جائے۔

## عربی زبان کی خصوصیات:

دنیا کی بڑی اور قدیم زبانیں تین ہیں

۱۔ سامی

۲۔ آریائی

۳۔ حامی

پھر ان زبانوں کی کئی شاخیں ، اور ان شاخوں کی ذیلی شاخیں بھی ہیں۔ مثلاً

سامی زبان کی شاخیں آرامی، کنعانی اور عربی ہیں

آرامی زبان کی شاخوں میں کلدانی، آشوری اور سریانی زبانیں ہیں

کنعانی زبان کی شاخیں ،عبرانی اور فینیقی ہیں

پھر عربی زبان بھی فصیح مضری زبان اور یمن اور حبشہ کے قبائل کی زبانوں میں منقسم ہے۔

اسی طرح آریائی زبان کی شاخیں لاطینی ، یونانی اور سنسکرت ہیں۔

عربی ایک سامی زبان ہے یعنی ان قوموں کی زبان جو حضرت نوح کے بیٹے سام کی نسل سے تھیں۔ سامی اقوام کا وطن ابتداء میں وادی فرات یا دجلہ اور فرات کے درمیان کا علاقہ تھا۔ جب یہ تعداد میں زیادہ ہوگئے تو اس پاس کے علاقوں میں پھیل گئے۔ بابلی اور آشوری عراق میں آ گئے، آرامی شام میں، عبرانی فلسطین میں، فینیقی ساحل شام اور لبنان میں، عرب جزیرہ نمائے عرب میں اور کچھ دوسرے لوگ حبشہ چلے گئے۔ گمان غالب یہ ہے کہ سامی زبانوں میں عربی زبان ہی اصل اور بنیادی زبان کے سب سے زیادہ قریب ہے، اس لیے کہ یہ دنیا سے نسبتاً کٹ کر رہنے کی وجہ سے ان تغیرات و انقلابات سے محفوظ رہی جن سے دوسری زبانیں دوچار ہوئیں۔ [۵]



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(الف) عربی زبان کی پہلی خصوصیت اس کی قوت حیات ہے۔ یہ دنیا کی قدیم زبانوں میں سے ایک ہے اور اس وقت دنیا کی زندہ زبانوں میں یہ غالباً سب سے پرانی ہے۔ ۶۱۰ء میں اسلام کے ظہور سے پہلے نہ صرف یہ جزیرہ نمائے عرب میں موجود تھی بلکہ اپنے ارتقاء اور کمال کی ساری منزلیں طے کر چکی تھی۔ اس زبان میں شاعری اور خطابت کے جو نمونے اسلام سے پہلے کے زمانے میں ملتے ہیں وہ فنی اعتبار سے بہت اعلیٰ معیار کے ہیں۔ اس کے سب سے قدیم نمونے جو دستیاب ہیں وہ ظہورِ اسلام سے ڈیڑھ سو برس پہلے تک جاتے ہیں۔ اس طرح عربی زبان کی معلوم عمر ساڑھے پندرہ سو برس سے بھی متجاوز ہے۔ تاہم اس کی لغت، اس کی صرف ونحو اور اس کا محاورہ اور روز مرہ آج بھی وہی ہے جو پندرہ سو ۱۵ برس پہلے تھا۔ کوئی شک نہیں کہ اس خصوصیت میں دنیا کی کوئی دوسری زبان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ۶ے

دنیا کی قدیم علمی زبانوں میں سے سمیری، کلدانی، آرامی، عبرانی، فینیقی، ژند، اور سنسکرت زمانہ نزول قران سے بہت پہلے مردہ ہو چکی تھیں اس لیے کہ وہ دنیا کے کسی حصے میں بولی اور سمجھی نہیں جاتی تھیں اور سریانی، یونانی اور لاطینی زبانیں زمانہ نزول قران کے کچھ عرصہ بعد مردہ ہو گئیں اور جدید زبانیں یعنی اطالوی، انگریزی، فرانسیسی، جرمنی ابھی پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں۔ عربی زبان اس وقت بھی زندہ تھی اس لیے کہ تمام عرب میں بولی جاتی تھی اور آج بھی زندہ ہے اس لیے کہ ایشیا کے تمام عرب ممالک اور تقریباً نصف افریقہ میں بولی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ تمام اسلامی ممالک کی مذہبی زبان ہونے کی وجہ سے عربی بولنے، سمجھنے اور سیکھنے والوں کی ایک کثیر تعداد ہے۔ ہلاکو خان کے ہاتھوں سقوطِ بغداد (۱۲۵۸ء) سے لے کر ترکوں کی تنسیخ خلافت (۱۹۲۴ء) تک، کم وبیش ۶۶۶ سال خود عرب ممالک میں حکومتی سرپرستی سے محروم اور دربار سے خارج رہنے کے باوجود عربی پورے شان سے زندہ رہی۔ یہ زبان عربی کی قوت حیات کا حیرت انگیز مظاہرہ تھا ے



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(ب) عربی کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ ''اعرابی زبان'' ہے۔ اعراب سے مراد کلمات کے اواخر کا زیر، زبر، پیش اور سکون میں مختلف عامل حروف لگنے سے تبدیل ہونا ہے۔ اعراب قدیم تمدن کی زبانوں کی خصوصیت ہے ۔ مثلاً عربی کے علاوہ آشوری، یونانی، لاطینی اور سنسکرت ، معرب زبانیں تھیں۔ لیکن انہی زبانوں سے نکلنے والی زبانیں اعراب سے مستغنی ہوگئیں۔ مثلاً یورپ میں لاطینی سے نکلنے والی زبانیں، ہندوستان میں سنسکرت سے نکلنے والی زبانین غیر معرب ہوگئیں۔ یہی حال بابلی زبان کی شاخوں سریانی اور کلدانی کا ہوا [8] اسے عربی کی وسعت معنی ہی کہاجائے گا کہ عربی میں الفاظ ہی نہیں حروف اور اعراب تک میں معنویت پائی جاتی ہے۔ مثلاً ''خَلق'' جسمانی پیدائش کو ''خِلق'' جسمانی احساسات کو اور ''خُلق'' اخلاقی احساسات کے لیے بولا جاتا ہے۔ [9]

(ج) عربی زبان کی تیسری خصوصیت نزاکت تعبیر ہے۔ یہاں معانی ، الفاظ کی قلت کی شکائت کرتے نظر نہیں آتے۔ نہ صرف ہر معنی کے لیے ایک خاص لفظ ہے بلکہ معنی کی ہر شاخ کے لیے بھی الگ لفظ ہے۔ مثلاً دن کی مختلف گھڑیوں کے لیے کچھ الفاظ یہ ہیں۔ **البزوغ، الضحیٰ، الغزاله، الهاجره، الزوال، العصر، الاصیل، الحدود، الغروب، یا البکور، الشروق، الضحیٰ** اور **المتوع** وغیرہ ۔ اسی طرح چاندنی راتوں میں ہر رات کا الگ نام ہے۔ سر کے بالوں کی مختلف شکلوں اور حصوں کے الگ نام ہیں۔ مثلاً سر کے بالوں کو ''شعر'' کہتے ہیں بالوں کے بڑے حصے کو ''فروہ'' کہتے ہیں۔ اگلے حصے کے بالوں کو ''ناصیہ'' کہتے ہیں ۔ پچھلے حصے کے بالوں کو ''ذوَابۃ'' کہتے ہیں۔ اسی طرح فعلی معنی کے ہر تنوع کو ظاہر کرنے کے لیے مختلف الفاظ ہیں۔ فعل نَظَرَ (دیکھنے) کی مختلف کیفیات کے اظہار کے لیے متعدد الفاظ ہیں۔ جیسے **رمق، لمح، حدج، شفن، توضح، رنا، استشف** وغیرہ۔ [10]

تجرید معنی اور انسانی جذبات کی ترجمانی کے نقطہ نظر سے عربی زبان غالباً دنیا



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی سب سے زیادہ مالدار زبان ہے۔ محبت کی کیفیات کے لیے بیسیوں الفاظ ہیں، اور اسی طرح بغض، حسد اور کینہ وغیرہ کے لیے کئی کئی الفاظ ہیں۔ افعال میں نزاکت تعبیر کی بہترین مثال مزید فیہ کے افعال ہیں کہ جن میں مشارکت کے صیغے، جو دوسری زبانوں میں کئی الفاظ کے محتاج ہیں، عربی میں صرف ایک لفظ سے ادا ہوتے ہیں جیسے ''تقاتلوا'' یعنی وہ سب مرد آپس میں لڑ پڑے۔ ''تحاسدوا'' یعنی ان سب مردوں نے ایک دوسرے سے حسد کیا۔ وغیرہ۔ [11]

(د) عربی زبان انتہائی مالدار زبان ہے جو اپنے اندر اظہار کی بے کراں وسعتیں لیے ہوئے ہے۔ ترادف (یعنی ایک معنی کے لیے کئی الفاظ کی موجودگی) ایک ایسی لسانی خصوصیت ہے جس میں اہل عرب تمام اقوام سے بازی لے گئے ہیں مثلاً سال کے، روشنی اور تاریکی کے، سورج اور بادلوں کے بیسیوں نام ہیں جبکہ شراب، شیر اور اونٹنی کے سینکڑوں نام ہیں۔ مترادفات کے علاوہ 'اضداد' کی فہرست بھی خاصی طویل ہے یعنی ایک ہی لفظ متضاد معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً بَائِع کے معنی خریدنا بھی ہیں اور بیچنا بھی، جَون کے معنی سیاہ بھی اور سفید بھی، قِسط کے معنی انصاف بھی اور ظلم بھی، جَلَل کے معنی عظیم بھی اور حقیر بھی [12] مولیٰ کے معنی آقا بھی اور غلام بھی۔ [13]

کثرت ترادف اور تعدد معانی کی وجہ سے عربی زبان اپنے اندر اظہار کی بے پناہ قوت اور وسعت لیے ہوئے ہے۔ اسی خصوصیت کی بناء پر اس زبان میں سجع نہایت آسان ہوگئی۔ اس زبان کا عہد جاہلی میں نمونہ کاہنوں کی زبان اور عہد اسلامی میں خطباء کی زبان ہے۔ کثرت ترادف کی بناء پر ہی غیر منقوط نویسی کا رواج ہوا۔ [14]

(ہ) عربی زبان کی ایک اور خصوصیت اعجاز و ایجاز ہے۔ یعنی مختصر الفاظ سے کثیر معانی پر دلالت کی جاتی ہے۔ اہل عرب دوسروں کے مقابلے میں اس لسانی خصوصیت پر بھی زیادہ قادر تھے۔ عربی شاعری کے علاوہ قرآن و حدیث، امثال کی کتابیں



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور دیگر ادبی مصادر اس خصوصیت کے واضح دلائل ہیں۔ نیز امثال کے استعمال نے عربی کی بلاغت کو دو چند کردیا ہے۔''امثال سے مراد وہ بلیغ سبق آموز کلام ہے جو انسان کی عقل سلیم کے طویل تجربات کا نچوڑ ہوتا ہے۔'' امثال جاہلی اور اسلامی عہد میں اہل عرب کے حکیمانہ اقوال ہیں۔ جن کی تین خصوصیات ہیں (۱) مختصر الفاظ (۲) دل میں اتر جانے والے معنی اور (۳) تشبیہ کا حسن۔اس طرح کے امثال اہل عرب میں زبان زد عام تھیں اور وہ انہیں بغیر کسی تصریح کے بلاتکلف اپنی گفتگو اور اپنے اشعار میں استعمال کرتے۔ ۱۵

(و)عربی زبان کی ایک اور نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس کی صوتیات ، انسانی جذبات کی بہترین ترجمان ہیں۔ گویا صوت اور معنی میں کامل ہم آہنگی ہے۔ یہ نظریہ جو Sound Symbolism کے نام سے پہچانا جاتا ہے اور جس سے مراد یہ ہے کہ زبان میں اصوات ایک تعبیری قیمت رکھتی ہیں اور ہر صوت کا اپنے مدلول کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔عربی کی اسی خصوصیت کی بناء پر بہت سے اہل علم کا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ عربی ''ام الالسنہ'' ہے کیونکہ عربی زبان نے ابتدائی آوازوں کو صرف محفوظ ہی نہیں رکھا بلکہ وہ ان تمام کڑیوں کا بھی پتا دیتی ہے جن کی طرف دنیا کی دوسری قدیم زبانیں کم رہنمائی کرتی ہیں۔ ۱۶

## تدوین قرآن:

قرآن مجید کے تاریخی واقعات کو اعلیٰ درجہ کا استناد حاصل ہے کیونکہ یہ دنیا کی مستند ترین کتاب ہے۔ یہ بات صرف قرآن ہی سے مخصوص ہے کہ یہ کتاب جس طرح رسول اللہؐ پر نازل ہوئی بعینہ موجود محفوظ ہے، درآں حالیکہ اس سے قبل کی الہامی کتابیں تحریف کا شکار ہوئیں یا تلف ہوگئیں ۔ جبکہ قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود اس کے نازل کرنے والے نے اٹھایا ہے۔

اِنَّا نحنُ نزّلنَا الذِّکرَ وَاِنَّالَه لَحٰفِظُونَ ہ (الحجر۔۹)



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بے شک ہم نے اس ذکر (قران) کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں

لہذا قران میں بیان کردہ ہر ہر بات شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ سورہ بقرہ میں اس کی شہادت موجود ہے۔

ذٰلِکَ الکتابُ لَا رَیبَ فیہِ (البقرہ۔۲)

یہ ایک نوشتہ (کتاب) ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے

سورہ حم السجدہ کی بائیسویں آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''قران میں نہ سامنے سے باطل کے گھسنے کی گنجائش ہے نہ پیچھے سے''

قران مجید کی اندرونی داخلی شہادتوں اور خارجی شہادتوں سے قران کی تدوین اور اس کی کتابت و حفاظت ثابت ہے۔ ۷؎ آج جو قران مجید ہے وہ اسی ترتیب اور صورت میں ہے جس میں کہ رسول اللہؐ نے اپنے سامنے اس کی کتابت کرائی، صحابہ کرام کو حفظ کرایا۔ نہ اس کی ترتیب میں کوئی تبدیلی ہوئی ہے نہ حروف وکلمات میں کسی قسم کا تغیر و تبدل کیا گیا ہے۔ خود قران مجید اور حدیث رسول میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے.

اِنَّ عَلَینا جمعہ وقُراٰنہ (۷۵ [القیامۃ]: ۱۷)

(یعنی اے رسول اکرم) بلاشبہ اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے

جمع قران مجید اور اس کی حفاظت کے سلسلے میں خود قران مجید ہی میں واضح کہا گیا ہے کہ اس کی دو صورتیں ہیں ۔

(۱) جمع صدور: یعنی قران کو سینوں میں محفوظ کر دینا۔

(۲) جمع مکتوب: یعنی تحریر وکتابت کی صورت میں اس کی جمع وتدوین۔

جمع صدور کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے: (ترجمہ) ''یہ قران مجید روشن اور واضح آیات کا مجموعہ ہے جو اصحابِ علم کے سینوں میں محفوظ ہے(۲۹ [العنکبوت]:۴۹)


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جمع مکتوب کا ذکر متعدد مقامات [18] پر کیا گیا ہے مثلاً

وَالطُّورِ ○ وَكِتٰبٍ مَّسطُورٍ ○ فِي رَقٍّ مَّنشُورٍ ○ (۵۲ [الطور]: ۱-۳)

قسم ہے طور کی، اور ایک ایسی کھلی کتاب کی جو رقیق جلد میں لکھی ہوئی ہے۔

قران مجید کی کتابت و حفاظت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پیر ربیع الاول ۴ نبوی کو دوسری وحی نازل ہوئی اور تبلیغ کا حکم ہوا۔ جمعرات کو حضرت خالد بن سعید مشرف بہ اسلام ہوئے ان سے رسول اللہ نے کتابت شروع کرائی۔ اس طرح نزول وحی کے چوتھے دن سے کتابت شروع ہوگئی جو نزول قران کے اختتام تک برابر جاری رہی۔ مورخین نے کاتبانِ وحی کی تعداد (۴۲) بیالیس تک بتائی ہے۔ کاتبوں کی اتنی بڑی تعداد مقرر کرنے کی وجہ یہی تھی کہ وقت پر ایک نہ ملے تو دوسرا اس کام کو انجام دے دے۔ ایک صحابی حنظلہ بن ربیعؓ کو حکم تھا کہ کوئی رہے نہ رہے وہ ضرور حاضر رہیں تا کہ کتابت وحی میں رکاوٹ نہ ہو۔ اس انتظام کا نتیجہ تھا کہ نزول کے ساتھ ہی ہر قرآنی آیت قلمبند ہوجاتی تھی۔ مزید احتیاط یہ تھی کہ رسول اللہ صرف لکھوانے پر ہی قناعت نہیں فرماتے تھے بلکہ کاتب جب لکھ لیتے تو آپؐ پڑھواکر سنتے، اصلاح کی ضرورت ہوتی تو اصلاح فرماتے، تب اشاعت عام کا حکم دیا جاتا۔ پھر جو لکھنا جانتے تھے لکھ لیا کرتے تھے۔ حضرت زید بن ثابت کے الفاظ میں ''جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو حضورؐ مجھ کو بلاتے تھے میں تختی اور دوات قلم لے کر حاضر ہوتا۔ آپؐ لکھاتے، لکھا کر پھر سنتے، اگر کوئی غلطی ہوتی تو تصحیح کرادیتے۔'' [19]

یہ بات مزید قابل ذکر ہے کہ قران کی کتابت کے لیے بغایت احتیاط بہترین چیزوں کا انتخاب کیا گیا تھا، جن میں رقاع (چمڑا یعنی چرمی قطعات) لخاف (پتھر کی سفید پتلی پتلی تختیاں)، کتف (اونٹ کے مونڈھے کی گول ہڈی) عسیب (کھجور کی شاخوں کی جڑ کا وہ کشادہ اور عریض حصہ جس میں کانٹے والے پتے نہیں ہوتے) ادیم (باریک کھال



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے دباغت کے عمل سے تیار کردہ) اقتاب (قتب کی جمع، اونٹ کے کجاوہ کے چوڑے اور پتلے تختوں کے ٹکڑے) وغیرہ عام طور پر مستعمل تھیں تا کہ ایک طویل مدت تک آفات و حوادث سے حفاظت رہے۔ [20]

غرض اس حزم و احتیاط کے ساتھ قران مجید اپنی مدت نزول میں تحریراً جمع ہوتا رہا۔حیات نبوی میں جن صحابہ کرام نے مکمل قران جمع کیا ان کے نام محمد ابن حبیب بغدادی نے اپنی کتاب المحبر میں دیئے ہیں۔ان میں

۱۔ سعد بن عبید ابن نعمان اوسیؓ (انہوں نے سب سے پہلے پورا قران جمع کیا)

۲۔ ابو درداء عویمر بن زید بن قیسؓ خزرجی

۳۔ معاذ بن جبل بن عمرو خزرجیؓ

۴۔ ثابت بن زید بن نعمان خزرجیؓ

۵۔ اُبی بن کعب بن مالک نجاریؓ

۶۔ زید بن ثابت بن ضحاک نجاریؓ [21]

اس کے علاوہ متعدد صحابہ کرام ایسے تھے جن کے پاس قران کا کچھ نہ کچھ حصہ تحریراً محفوظ تھا۔قرانی سورتوں اور آیات کی ترتیب، رسول اللہ کی دی ہوئی ہے۔ یعنی توفیقی ہے، جس میں کوئی ردوبدل کسی بھی مرحلہ پر نہیں ہوا۔نزول قران جس روز مکمل ہوا اسی روز اس کی ترتیب بھی مکمل ہوگئی ۔ جو اس کا نازل کرنے والا تھا وہی اس کا مرتب کرنے والا بھی تھا۔ جس کے قلب پر وہ نازل کیا گیا اسی کے ہاتھوں اسے مرتب بھی کرادیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب عرب میں ارتداد کا طوفان اٹھا اور اس کو فرو کرنے کے لیے مسلمانوں کو خونریز جنگیں لڑنی پڑیں تو ان معرکوں میں ایسے صحابہ کی ایک کثیر تعداد شہید ہوگئی جن کو پورا قران حفظ تھا۔ روایت ہے کہ جنگ یمامہ میں سات



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سو ایسے مسلمان شہید ہو گئے جو حافظ قرآن تھے۲۲۔ اس سے حضرت عمر کو خیال پیدا ہوا کہ قرآن کی حفاظت کے معاملے میں صرف ایک ہی ذریعہ پر اعتماد کر لینا مناسب نہیں بلکہ الواح قلب کے ساتھ ساتھ صفحات پر بھی اس کو محفوظ کرنے کا انتظام کر لینا چاہیے، لہذا اس امر کی طرف انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی توجہ کرائی اور کچھ تامل کے بعد انہوں نے حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کو، جو رسول اللہؐ کے وقت کاتب وحی رہ چکے تھے، اس خدمت پر مامور فرمایا۔ یوں تو قرآن کل کا کل عہد رسالت میں لکھوایا جا چکا تھا لیکن انہیں ایک ہی تقطیع اور سائز پر لکھوا کر ایک ہی جلد میں مجلد کروانے کا کام سرکاری سطح پر عہد صدیقی میں ہوا۔ اور قرآن مجید کا ایک نسخہ تیار کر کے ام المومنین حضرت حفصہؓ کے ہاں رکھوا دیا گیا اور عام لوگوں کو اجازت دے دی گئی کہ جو چاہے اس کی نقل کر لے اور جو چاہے اس سے موازنہ کر کے اپنے نسخے کی تصحیح کر لے۔

عرب میں مختلف علاقوں اور قبیلوں کی بولیوں میں فرق تھا۔ قرآن مجید اگرچہ نازل اس زبان میں ہوا تھا جو مکہ میں اہل قریش بولتے تھے، تاہم دیگر علاقوں کے لوگ ابتداً اپنے لہجوں کے مطابق اسے پڑھا کرتے تھے۔ اور چونکہ اس سے معنی تبدیل نہیں ہوتے تھے لہذا اس سے صرف نظر بھی کیا گیا۔ مثلاً بنی ہذیل ''حتیٰ حین'' کو ''عتیٰ عین'' پڑھتے تھے اسی طرح بنو اسد تعلمون کی ''ت'' کو زیر ( ِ ) کے ساتھ تلفظ کرتے تھے۔ اسی طرح تابوت کا تلفظ اہل مدینہ ''تابوہ'' کرتے تھے۔۲۳

پھر رفتہ رفتہ جب اسلام پھیلا اور عربوں نے جزیرہ نمائے عرب سے نکل کر کئی متمدن ممالک فتح کر لیے اور دوسری قوموں کے لوگ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے تو عرب و عجم کے اس اختلاط نے عربی زبان کو متاثر کیا۔ اس وقت یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر اب بھی دوسرے لہجوں کے مطابق قرآن پڑھنے کی اجازت باقی رہی تو اس سے طرح طرح کے فتنے کھڑے ہو جائیں گے۔ اس وقت حضرت حذیفہ بن یمان اور دیگر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اصحاب کرام کے مشورے سے حضرت عثمان غنی نے یہ طے کیا کہ تمام ممالک اسلامیہ میں صرف اس معیاری نسخہ قرآن کی نقلیں تیار کی جائیں جو حضرت ابوبکر صدیق کے حکم سے ضبط تحریر میں لایا گیا تھا اور باقی تمام دوسرے لہجوں پر لکھے ہوئے مصاحف کو بحق سرکار ضبط کر کے معدوم کردیا گیا۔ تمام امت محمدیہ کو ایک مصحف پر جمع کرنا یہ حضرت عثمان کی بہت بڑی خدمت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کسی بھی حصے میں شائع ہونے والے قرآن کا تقابل کسی بھی عہد میں کسی بھی ملک میں شائع ہونے والے قرآن سے کیا جاسکتا ہے۔ کوئی اس میں سرمو اختلاف نہیں پائے گا۔

## قرآن بطور ماخذ تاریخ:

قرآن مجید بنیادی طور پر رشد و ہدایت کی آسان کتاب ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے جو مختلف معجزانہ اسلوب بیان اختیار فرمائے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ گذشتہ قوموں کے واقعات وقصص و اخبار کے ذریعہ ان کے اچھے اور برے اعمال کے ثمرات اور نتائج کو یاد دلائے اور عبرت و بصیرت کا سامان مہیا کرے، اس لیے جب قرآن میں تاریخی واقعات بیان کیے جاتے ہیں تو اس کا مقصد تاریخ نگاری نہیں ہوتا لہذا وہ تاریخی انداز بیان کے درپے نہیں ہوتا بلکہ ابلاغ حق اور دعوت الی اللہ کے اہم مقصد کے پیش نظر صرف انہی تاریخی واقعات کو بیان کرتا ہے جو اس غرض و غایت کو پورا کرتے ہوں اور اسی لیے قرآن کریم میں بعض تاریخی واقعات یا گذشتہ انبیاء کے بیان میں تکرار پائی جاتی ہے تاکہ سامعین کو متوجہ کرسکیں۔ توجہ حاصل کرنے کا ایک آزمودہ طریقہ یہ ہے کہ ایک بات کو مختلف پیرائیہ بیان اور مختلف حالات کی مناسبت سے بار بار دہرایا جائے اور سوئی ہوئی انسانی فکر کو بار بار جگانے کی کوشش کی جائے۔[۲۴] قصص و اخبار کے بیان کے چند اہم مقاصد تھے جو قرآن پورا کرنا چاہتا تھا۔

**مقصد اول:** امم سابقہ کے حالات بیان کر کے اللہ تعالیٰ رسول اللہ اور جماعت مسلمین



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی ہمت بندھانا چاہتا تھا۔ ان واقعات اور قصص کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کو یہ بتانا مقصود تھا کہ گذشتہ اقوام بدرجہ غایت باغی اور سرکش تھیں، انہوں نے انبیاء کی تکذیب بھی کی اور انہیں ستایا بھی مگر انبیاء کرام نے ہمت نہیں ہاری اور سلسلہ دعوت ہر حال میں جاری رکھا۔ قرآن کا مقصد کفار مکہ، مشرکین عرب اور دیگر اعدائے اسلام کے مقابلے میں رسول اللہ کی حوصلہ افزائی کرنا اور آپ کی ہمت بڑھانا تھا۔ چنانچہ قرآن مجید انبیائے سابقین کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے

> ''اے پیغمبرؐ اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کررہے ہیں تو آپ سے پہلے بھی پیغمبروں کی تکذیب ہوچکی ہے جو معجزات اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے تھے''(۳[آلِ عمران]: ۱۸۴)

دوسری جگہ فرمایا: ''(یعنی اے پیغمبر) آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبروں کی تکذیب کی جاچکی ہے پس انہوں نے اس پر صبر کیا کہ ان کی تکذیب کی گئی اور ان کو ایذا دی گئی، یہاں تک کہ ہماری نصرت ان کو پہنچی اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو بدلنے والا کوئی نہیں اور آپ کے پاس پیغمبروں کے کچھ قصے تو پہنچ ہی چکے ہیں۔''(٦ [الانعام]: ۳۴)

اس مضمون کی آیات قرآن مجید میں کئی مقامات پر موجود ہیں، جن میں امم سابقہ کی سرکشی اور ان کے مقابلے میں انبیاء کرام کی عزیمت کا ذکر کر کے رسول اللہ ﷺ کو ثابت قدم رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔

**مقصد دوم:** قرآن مجید کوئی تاریخ کی کتاب نہیں ہے کہ اس میں کسی گروہ یا فرد کے باقاعدہ حالات و سوانح ترتیب وار درج ہوں بلکہ یہ موعظت و عبرت کا ایک تذکرہ ہے، جس کے ذریعہ اپنے مخاطبین کو نافرمان اقوام کے انجام سے ڈرانا اور ترغیب و ترہیب کے سامان بہم پہنچانا ہے۔ قرآن میں جو تاریخی واقعات و قصص بیان کیے گئے ہیں ان کا ایک اہم مقصد مقامات عبرت و بصیرت کی نشاندہی کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ مخالفین حق و

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صداقت کا انجام یہی ہوا کرتا ہے، اور ان کے اعمال بد کی سزا بہر حال انہیں مل کر رہتی ہے۔فرمانِ خداوندی ہے:

> ''(اے نبیؐ) اسی طرح ہم آپ سے واقعات گذشتہ کی خبریں بیان کرتے ہیں اورہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک نصیحت نامہ (یعنی قران) عطا کردیا ہے۔''(۲۰ [طٰہٰ ]: ۹۹)

قران نے ان واقعات وقصص میں اصحابِ عقل اور ارباب فہم کے لیے عبرت وموعظت کا بہت بڑا ذخیرہ فراہم کر دیا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

> ''(ان انبیاء وامم سابقہ ) کے قصوں میں سمجھ داروں کے لیے بڑی عبرت پنہاں ہے''(۱۲[ یوسف ] : ۱۱۱)

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

> ''ہم اس سے پہلے موسیٰ کو بھی اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیج چکے ہیں، اسے بھی ہم نے حکم دیا تھا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لا اور انہیں''ایام اللہ'' سنا کر نصیحت کر۔ ان واقعات میں بڑی نشانیاں ہیں ہر اس شخص کے لیے جو صبر اور شکر کرنے والا ہے۔'' (۱۴[ ابراھیم ]: ۵)

''ایام'' کا لفظ عربی زبان میں اصطلاحاً یادگار تاریخی واقعات کے لیے بولا جاتا ہے۔''ایام اللہ'' سے مراد تاریخ انسانی کے وہ اہم ابواب ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے گذشتہ زمانہ کی قوموں اور بڑی بڑی شخصیتوں کو ان کے اعمال کے اعتبار سے جزا یا سزادی۔ ۲۵

سورۃ قمر میں جہاں حضرت نوحؑ اور ان کی قوم کا قصہ بیان کیا گیا وہاں فرمایا

> ''ہم نے اس قران کو نصیحت کے لیے آسان ذریعہ بنادیا ہے پھر کیا ہے کوئی نصیحت قبول کرنے والا؟''(۵۴[ القمر ]: ۱۷)



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



**مقصد سوم:** ان خبار وقصص کو بیان کرنے کا ایک اور مقصد یہ تھا کہ یہودو نصاریٰ کے امتحاناً پوچھے گئے سوالات کے درست جواب فراہم کر کے قران کو کتاب برحق اور رسول اللہ کو پیغمبر برحق ثابت کیا جائے۔اس زمانے کے علمائے یہود و نصاریٰ بھی گذشتہ اقوام کے حالات اس قدر شرح وبسط کے ساتھ نہیں جانتے تھے جس طرح قران میں بیان کیے گئے ۔ اہل کتاب اکثر آپ سے امتحاناً بعض واقعات کی تفصیل اور بعض قصص کی صحت کے بارے میں سوال کرتے اور آپ سے تسلی بخش جواب پاتے ۔چنانچہ قصہ اصحاب کہف، قصہ یوسفؑ ، قصہ ذوالقرنین، قصہ لقمان، قصہ موسیٰ ؑ و خضرؑ، انہی اہل کتاب کے سوالات کے جواب میں نازل کیے گئے۔ یہ وہ واقعات تھے جن سے اہل عرب عموماً واقف نہیں تھے۔

**مقصد چہارم:** قران کریم میں بعض قصص تاریخی دلیل کے طور پر پیش کیے گئے ہیں مثلاً حضرت داودؑ حضرت سلیمانؑ اورسبا کا قصہ ایک تاریخی دلیل کے طور پر بیان کیا گیاہے جس سے مقصود یہ حقیقت ذہین نشین کرنا ہے کہ روئے زمین پر خود نوع انسانی کی اپنی سرگزشت قانون مکافات کی شہادت دے رہی ہے۔ انسان اپنی تاریخ کو غور سے دیکھے تو اسے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ دنیا کوئی اندھیر نگری نہیں جس کا سارا کارخانہ اندھا دھند چل رہا ہو بلکہ اس پر ایک سمیع و بصیر اور قادر مطلق ذات فرمانروائی کررہی ہے جو شکر کی راہ اختیار کرنے والوں کے ساتھ ایک معاملہ کرتا ہے اور ناشکری کرنے والے اور کفران نصیحت کرنے والوں کے ساتھ ایک دوسرا معاملہ فرماتا ہے۔ ۲۶

**مقصد پنجم:** ویسے تو قران کریم دنیا بھر کے اہل علم کے لیے نصیحت ہے مگر جہاں تاریخی وقعات بیان کیے گئے ہیں وہاں بعض اوقات براہ راست قریش کو تنبیہ کی گئی ہے اور بعض ایسی کھلی نشانیوں کی طرف اشارا کیا گیا ہے جو بآسانی ان کے مشاہدے میں آسکتی تھیں۔ مثلاً سورہ العنکبوت آیت نمبر ۳۵ میں جس کھلی نشانی کا ذکر ہے اس سے مراد بحیرہ مردار

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے، جسے بحر لوط بھی کہا جاتا ہے۔ قران مجید میں متعدد مقامات پر کفار مکہ کو خطاب کر کے فرمایا گیا ہے کہ اس ظالم قوم پر (یعنی قوم لوط پر) اس کے گھناونے کرتوتوں کی بدولت جو عذاب آیا تھا اس کی ایک نشانی آج بھی شاہراہ عام پر موجود ہے جسے شام کی طرف تجارتی سفر کے دوران وہ دیکھتے تھے۔

موجودہ زمانے میں یہ بات قریب قریب یقین کے ساتھ تسلیم کی جارہی ہے کہ بحیرہ مردار کا جنوبی حصہ ایک ہولناک زلزلہ کی وجہ سے زمین میں دھنس جانے کی بدولت وجود میں آیا ہے اور اسی دھنسے ہوئے حصہ میں قوم لوط کا مرکزی شہر سدوم (SODOM) واقع تھا۔ اس حصے میں پانی کے نیچے کچھ ڈوبی ہوئی بستیوں کے آثار بھی پائے جاتے ہیں۔ حال میں جدید آلات غوطہ زنی کی مدد سے یہ کوشش شروع ہوئی ہے کہ کچھ لوگ نیچے جا کر ان آثار کی جستجو کریں لیکن ابھی تک ان کوششوں کے نتائج سامنے نہیں آئے۔ ۲۷

اسی طرح قریش کو عاد وثمود کے بارے میں بتایا گیا "عاد وثمود کو ہم نے ہلاک کیا، تم وہ مقامات دیکھ چکے ہو جہاں وہ رہتے تھے۔" (۲۹ [العنکبوت] : ۳۸)

عرب کے جن علاقوں میں یہ دونوں قومیں آباد تھیں ان سے اہل عرب بخوبی واقف تھے جنوبی عرب کا پورا علاقہ جو اب احقاف، یمن اور حضرموت کے نام سے معروف ہے، قدیم زمانے میں عاد کا مسکن تھا اور اہل عرب اس کو اچھی طرح جانتے تھے، اسی طرح حجاز کے شمال میں رابغ سے عقبہ تک اور مدینہ وخیبر سے تیما وتبوک تک کا سارا علاقہ آج بھی ثمود کے آثار سے بھرا ہوا ہے اور نزول قران کے زمانے میں یہ آثار زیادہ ہی نمایاں رہے ہوں گے۔ ۲۸ سورۃ یونس میں اہل عرب سے براہ راست خطاب کر کے فرمایا:

> اب ان کے بعد ہم نے تم کو زمین میں ان کی جگہ دی ہے تا کہ
> دیکھیں تم کیسے عمل کرتے ہو۔" (۱۰ [یونس] : ۱۴)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یعنی اہل عرب اور کفارِ مکہ سے براہ راست کہا جارہا ہے کہ پچھلی اقوام کو مہلت ملی مگر انہوں نے بغاوت اور سرکشی کی روش اختیار کی، تو ان سے دنیا کو پاک کر دیا گیا، ان کی جگہ اب تمہیں (یعنی اہل عرب کو) کام کرنے کا موقع دیا جارہا ہے اگر تم نہیں چاہتے کہ تمہارا حشر بھی ان قوموں جیسا ہو تو تاریخ سے سبق حاصل کرو اور ان غلطیوں کا اعادہ نہ کرو جو ان کی تباہی کا موجب ہوئیں۔

ان تینوں مقاصد کو سورہ ھود میں بڑی خوبصورتی سے یکجا بیان کیا گیا ہے:

''(یعنی) پیغمبروں کے قصوں میں سے یہ سب قصے ہم آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں اور ان قصوں کے اندر آپ کے پاس حق پہنچا ہے اور ان میں اہل ایمان کے لیے نصیحت اور یاد دہانی ہے۔''(۱۱ [ھود] : ۱۲۰)

## قران بطور ماخذ سیرت

قران مجید نے جہاں امم سابقہ کے حالات و واقعات سے پردہ اٹھایا ہے وہیں رسول اللہ کی حیات مبارکہ، ان کی خانگی و اجتماعی زندگی، ان کے عہد کے احوال پر بھی ضروری معلومات فراہم کی ہیں۔ یہ معلومات قران میں جگہ جگہ بکھری ہوئی ہیں یہ معلومات انتہائی معتبر اور درست ہیں کہ قران سے زیادہ معتبر اور کوئی ماخذ موجود نہیں۔ یہ بات مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی تسلیم کی ہے۔ ولیم میور کہتے ہیں ''قران کی اس خصوصیت میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں کہ محمد (ﷺ) کی سیرت اور ابتدائی اسلامی تاریخ معلوم کرنے کے لیے اس میں بنیادی باتیں موجود ہیں اور محمد (ﷺ) کی زندگی کے تمام تحقیق طلب امور اس کے ذریعہ صحت کے ساتھ جانچے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ ہمیں محمد (ﷺ) کے مذہبی خیالات، ان کے اجتماعی افعال، اور ان کی نجی زندگی کے متعلق تمام مواد قران میں مکمل طور پر مل جاتا ہے۔ محمد (ﷺ) کی سیرت اور ان کا کردار معلوم کرنے کے لیے قران ایک ایسا شفاف آئینہ ہے جس میں سب کچھ صاف صاف نظر آجاتا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائی مسلمانوں میں یہ بات ضرب المثل کے طور پر مشہور تھی کہ آپ کی سیرت، قران ہے۔" ۲۹؎

قران مجید عام کتابوں سے بالکل مختلف، اپنے مقصد، مدعا، ترتیب اسلوب اور مضامین کے اعتبار سے ایک انتہائی مختلف کتاب ہے۔ تمام دنیا کے لٹریچر میں اپنے طرز کی یہ ایک ہی کتاب ہے۔ اس کتاب میں نہ تو موضوعات کی ترتیب ہے اور نہ ہی ابواب وفصول کی تقسیم۔ یہاں تاریخ ہے مگر تاریخ نگاری کے انداز میں نہیں۔ فلسفہ اور مابعدالطبیعات ہیں تو منطق و فلسفہ کی زبان میں نہیں، انسان اور موجودات عالم کا ذکر ہے تو علوم طبیعی کے طریقے پر نہیں۔ تمدن و سیاست اور معیشت و معاشرت کی گفتگو ہے تو عمرانی علوم کے طرز پر نہیں۔ قانونی احکام اور اصول قانون کا بیان ہے تو قانون کی کتابوں سے بالکل مختلف۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قران مجید ایک دعوت کے ساتھ اترنا شروع ہوا اور وہ دعوت اپنے آغاز سے لے کر اپنی تکمیل تک تیئس سال کی مدت میں جن جن مراحل سے گذرتی رہی، ان کی مختلف النوع ضرورتوں کے مطابق قران کے مختلف حصے نازل ہوتے رہے۔ ظاہر ہے ایسی کتاب میں وہ تصنیفی ترتیب ہو ہی نہیں سکتی جو ڈاکٹریٹ کی ڈگری لینے کے لیے کسی مقالے میں اختیار کی جاتی ہے۔ یا جو کسی خاص موضوع پر تحقیقی کتاب تصنیف کرتے ہوئے ہو سکتی ہے۔ ۳۰؎

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی ذاتی و اجتماعی زندگی کے اہم احوال قران مجید میں بکھرے ہوئے ہیں۔ جن کو کئی سیرت نگاروں نے مرتب کر کے کتابیں تصنیف کی ہیں مثلاً مولانا عبدالشکور لکھنوی نے "الحبیب الشفیع من کتاب العزیز الرفیع" نامی کتاب سیرت پر لکھی۔ مرزا حیرت دہلوی کی "سیرت قرانیہ"، مولانا ابوالکلام آزاد کی "نبی رحمت"، خواجہ احمد الدین امرتسری کی "قران کریم اور سیرت حمید"، مولانا عبدالماجد دریا آبادی کی کتاب "خطبات سیرت قرانی"، مفتی انتظام اللہ شہابی کی "قرانی سیرت"، غلام احمد پرویز کی



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''معراج انسانیت''، اور محمد عثمان قریشی کی ''سیرت دانائے سبل''، اسی طرز کی کتب سیرت ہیں۔ [۳۱]

قران مجید میں ایک طرف آپؐ کی زندگی کے اہم پہلو واضح کئے گئے ہیں تو دوسری طرف آپ کے عہد کے بعض وقائع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ قران مجید میں مختلف مقامات پر ان جھوٹے الزامات کا بھی احاطہ کیا ہے جو کفار رسول اللہ پر عائد کرتے تھے۔ قران نے ان الزامات کے بڑے منطقی اور مدلل جواب دے کر رسول اللہ کے حقیقی اوصاف کی طرف توجہ دلائی ہے۔ رہے آپؐ کے اخلاق و آداب تو ان سے پورا قران بھرا پڑا ہے۔ اسی لیے مولانا ابوالکلام آزاد کہتے ہیں :

''اگر دنیا سے تاریخ اسلام کی ساری کتابیں معدوم ہو جائیں اور صرف قران ہی باقی رہے تب بھی آنحضرت کی شخصیت مقدسہ اور آپؐ کی سیرت و حیات کے براہین و شواہد مٹ نہیں سکتے کیونکہ یہ صرف قران ہے جو ہمیشہ دنیا کو بتلاتا رہے گا کہ اس کا لانے والا کون تھا؟ کس ملک میں پیدا ہوا؟ اس کے خویش و یگانہ کیسے تھے؟ قوم و مرزبوم کا کیا حال تھا؟ اس نے کیسے زندگی بسر کی؟ اس نے دنیا کے ساتھ کیا کیا اور دنیا نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ اس کی باہر کی زندگی کیسی تھی اور گھر کی معاشرت کا کیا حال تھا؟ اس کے دن کیسے بسر ہوتے تھے اور راتیں کیسے کٹتی تھیں؟ اس نے کتنی عمر پائی؟ کون کون سے اہم واقعات و حوادث پیش آئے ؟ پھر جب دنیا سے جانے کا وقت آیا تو دنیا اور دنیا والوں کو کس عالم میں چھوڑ گیا؟ اس نے جب دنیا پر پہلی نظر ڈالی تھی تو دنیا کا کیا حال تھا؟ اور جب واپسیں نظر وداع ڈالی تو وہ کہاں سے کہاں پہنچ چکی تھی۔'' [۳۲]

ایسے ہی خیالات کا اظہار مولانا مودودی کرتے ہیں''اگر کتابوں کا وہ تمام ذخیرہ دنیا سے مٹ جائے جو آئمہ اسلام نے سالہا سال کی محنتوں سے مہیا کیا ہے، حدیث و سیر کا ایک ورق بھی دنیا میں نہ رہے جس سے محمد ﷺ کی زندگی کا کچھ حال معلوم

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوسکتا ہو، اور صرف کتاب اللہ (قرآن) ہی باقی رہ جائے تب بھی ہم اس کتاب سے ان تمام بنیادی سوالات کا جواب حاصل کر سکتے ہیں، جو اس کے لانے والے کے متعلق ایک طالب علم کے ذہن میں پیدا ہو سکتے ہیں۔" ۳۴



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# حواشی و حوالہ جات (باب دوم، فصل اوّل)

۱۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مادہ 'قران مجید'، دانشگاہ پنجاب، لاہور، جلد ۱۶/۱، ص ۳۱۸۔

۲۔ ایضاً، ص ۳۱۹

۳۔ تفصیل کے لیے دیکھئے دائرہ جلد ۱۶/۱، ص ۳۲۱ تا ۳۲۲۔

۴۔ ایضاً۔

۵۔ محمد کاظم، 'عربی ادب کی تاریخ' (سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۴ء)، ص ۱۵۔

۶۔ ایضاً (موازنہ کے لیے یوں دیکھا جاسکتا ہے کہ انگریزی زبان کی عمر تقریباً چھ سو سال ہے، اردو زبان کی تقریباً چار سو سال، البتہ فارسی زبان ان دونوں سے قدیم ہے اور اس کی عمر گیارہ سو برس سے کچھ متجاوز ہے)۔

۷۔ صولت علی خان 'اسلام اور مسلمان' (کراچی، ۱۹۵۶ء) جلد اول، ص ۲ (حاشیہ)۔

۸۔ احسان الحق، 'اردو عربی کے لسانی رشتے' (قرطاس، کراچی، ۲۰۰۵ء)، ص ۵۸۔ ۵۹۔

۹۔ اسلام اور مسلمان، جلد اول، ص ۳۔

۱۰۔ اردو عربی کے لسانی رشتے، ص ۵۹۔

۱۱۔ ایضاً، ص ۶۰۔

۱۲۔ ایضاً، ص ۶۱۔

۱۳۔ ظہیر، نگار سجاد، 'عرب اور موالی' باب اول (قرطاس، کراچی ۲۰۰۵ء)۔

۱۴۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے 'اردو عربی کے لسانی رشتے' از ڈاکٹر احسان الحق۔

۱۵۔ ایضاً، ص ۶۲ (مزید مطالعہ کے لیے رجوع کیجئے۔ محمود شکری آلوسی کی کتاب 'بلوغ الارب)۔

۱۶۔ ایضاً، ص ۶۳۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۱۷۔ تفصیل کے لیے دیکھئے 'تدوین قرآن' از مولانا سید مناظر احسن گیلانی، مکتبہ اسحاقیہ، کراچی ۱۹۸۶ء۔

۱۸۔ مثلاً سورہ الواقعہ آیات ۷۷ تا ۷۹، سورہ عبس آیات ۱۱ تا ۱۶، سورہ البروج آیات ۲۱ تا ۲۲، سورہ البینہ آیات ۲، ۳، وغیرہ۔

۱۹۔ خورشید احمد 'اسلامی نظریہ حیات' شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، کراچی یونی ورسٹی، کراچی ۱۹۶۸ء، ص ۳۳۵۔

۲۰۔ ایضاً۔

۲۱۔ بغدادی، محمد ابن حبیب 'کتاب المحبر'، ص ۲۸۶۔ (دائرہ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء)

۲۲۔ عہد نبوت میں بھی بیرِ معونہ کا واقعہ پیش آیا تو جیسا کہ بخاری میں ہے شہید ہونے والوں کی تعداد ستر کے قریب تھی، اور یہ سارے کے سارے قراء یعنی حافظ قرآن تھے ('تدوین قرآن' از مناظر احسن گیلانی، ص ۴۶)۔

۲۳۔ غلام ربانی ''تدوین قرآن یعنی قرآن کے تحفظ پر ایک تاریخی نظر''، ص ۵۹۔

۲۴۔ سیوہاروی، مولانا محمد حفظ الرحمٰن 'قصص القرآن' جلد اول، ص ز، ح (پیش لفظ) (لاہور، ت ن)۔

۲۵۔ مودودی، سید ابو الاعلیٰ 'تفہیم القرآن' جلد ۱، ص ۴۷۱ (ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹واں ایڈیشن ۱۹۹۷ء)۔

۲۶۔ ایضاً جلد ۴، ص ۱۹۱۔

۲۷۔ ایضاً جلد ۳، ص ۹۔ ۶۹۸۔

۲۸۔ ایضاً جلد ۳، ص ۷۰۰۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۲۹۔ ولیم میور'لائف آف محمد' (تعارف)، ص۲۸۔

۳۰۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، 'تفہیم القرآن' جلد ۱، ص ۱۴ (مقدمہ)

۳۱۔ شکیل اوج، 'قرآن بطور ماخذ سیرت' مشمولہ 'الایام' جلد ۱، شمارہ ۱، جنوری ر جون ۲۰۱۰ء، ص ۴۷، کراچی۔

۳۲۔ آزاد، مولانا ابوالکلام 'رسول رحمت' (مرتبہ مولانا غلام رسول مہر) ص ۲۰۔۱۹۔

۳۳۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، سیرتِ سرور عالم' جلد ۲، ص ۳۱۔

www.KitaboSunnat.com



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



باب دوم: فصل دوم

www.KitaboSunnat.com

# حدیث

## معنی و مفہوم:

متقدمین سیرت نگاروں نے قران کے بعد جس ماخذ پر سب سے زیادہ بھروسہ کیا وہ احادیث رسول تھیں۔ حدیث کے لغوی معنی تو خبر یا بیان کے ہیں اسی سے حدوث ، حادثہ اور حادث جیسے الفاظ بنے ہیں تاہم اصطلاحاً اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کا قول ، فعل یا تقریر ہے۔

درحقیقت حدیث کی یہ ایک سطر کی تعریف بڑی جامع ہے۔ اس کی وسعتوں کا ادراک کیا جائے تو یہ انسانیت کے اہم ترین انقلابی عہد کی تاریخ کا معتبر ترین ذخیرہ ہے۔ حدیث دراصل اس عہد اور زمانہ کی تاریخ ہے جس میں رسول اللہ کو انسانیت کی فلاح کے لیے مبعوث کیا گیا ۔علماء نے سنت اور حدیث کو مترادف مانا ہے[۱]۔ محدثین کی اصطلاح میں نبی کریمؐ سے جو قول ،فعل ،تقریر، جسمانی یا اخلاقی صفت اور سیرت قبل یا بعد از بعثت منقول ہو اس کو سنت کہتے ہیں۔ اس تعریف کے لحاظ سے بعض محدثین کے نزدیک حدیث اور سنت دونوں ایک ہی چیز ہیں۔[۲]

قران میں جہاں لفظ ''حکمت'' استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی بھی حدیث کے لیے جاتے ہیں۔ سورۃ آلِ عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَقد مَنَّ الله علیٰ المومنینَ اِذبعثَ فِیهم رَسولاً مِنّ اَنفُسِهِم
یَتلُواعَلَیهم ایٰتِه وِیُزکِیهِم ویُعَلّمُهُمُ الِکتٰبَ وَالحِکمَهَ ج وَانَ
کانوا مِن قَبلُ لَفِی ضَلٰلٍ مُّبین.



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا جبکہ ان میں انہی میں سے
ایک رسول بھیج دیا جو ان کو قرآن کی آیات پڑھ کر سناتا، ان کا
تزکیہ کرتا اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ قبل ازیں
وہ کھلی گمراہی میں تھے۔) (آل عمران۔۱۶۴)

جمہور علماء و محققین کا قول ہے کہ ''حکمت'' قرآن کے علاوہ ایک چیز ہے۔ حکمت سے دین کے وہ اسرار و احکام مراد ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دی۔ علماء ''حکمت'' کو سنت اور حدیث سے تعبیر کرتے ہیں[۳]۔ حدیث جیسی کوئی چیز، کسی قوم کے لٹریچر میں نہیں ہے۔ ڈاکٹر حمید اللہ اسی بنیاد پر یہ دلچسپ دعویٰ کرتے ہیں کہ حدیث کا تقابلی مطالعہ نہیں کیا جاسکتا کیونکہ قرآن کے مماثل، الہامی کتابیں دیگر مذاہب میں ہیں لیکن حدیث کے مماثل دیگر قوموں میں کوئی چیز نظر نہیں آتی۔[۴]

## ضرورت و اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر رسول اللہ کے اوامر ونواہی کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر۔۷)

(اور رسول جو چیز تمہیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے روکے اس سے باز رہو)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (آل عمران۔۱۳۲)

(اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے)[۵]

اب جبکہ رسول اللہ کا اتباع اور اطاعت لازمی ٹھہرا اور قرآن کی رو سے ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ مسلمان اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت نہ کرے، تو اس بات کی بھی شدید ضرورت ہوگی کہ آپ کی سنت اور حدیث اور اسوہ کو حتی



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الامکان محفوظ کیا جائے، اسی ضرورت نے مسلمانوں کو آپ کی ایک ایک ادا محفوظ کرنے اور ایک ایک قول کو حفظ کرنے پر آمادہ کیا۔خود رسول اللہ کو بھی حدیث کی حفاظت وروایت منظور ومطلوب تھی یہی وجہ تھی کہ جب آپ گفتگو فرماتے تو آہستہ آہستہ اور خوب وضاحت کے ساتھ ارشاد فرماتے تا کہ سننے والے اچھی طرح سن لیں۔ضروری باتوں کو آپ تین تین مرتبہ دہراتے تا کہ حاضرین یاد کرسکیں۔ چنانچہ آپ نے روایت حدیث کی ترغیب دلاتے ہوئے مختلف مواقع پر ارشادات فرمائے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو مسرور شاد کام رکھے جس نے میری بات سنی اسے خوب یاد رکھا اور جیسے سنا تھا جوں کا توں اسے آگے پہنچادیا''۔٦

حجۃ الوداع کے تاریخی موقع پر خطبہ ارشاد کرنے کے بعد مشہور تاریخی جملہ فرمایا

الا فَلیُبلِغَ الشّاھِدُ الغَائِبَ

''چاہیے کہ جو حاضر ہے وہ غائب کو پہنچادے'' (صحاح)

ایک موقع پر آپ نے فرمایا: ''تم مجھ سے سنتے ہو، دوسرے لوگ تم سے سنیں ے اور پھر ان سے اور لوگ سنیں گے''۔ ۷

اس کے ساتھ ہی آپ نے صحت حدیث کو قائم رکھنے کے لیے فرمایا:

مَن کَذِبَ عَلَّی مُتَعَمِّداً فَلیتَبوَّأ مَقعَدَہ مِنَ النَّار۔

(جو شخص قصداً میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے گا تو اس کا ٹھکانا جہنم ہے) ۸

## تدوین حدیث:

احادیث نبوی کی سرکاری سطح پر تدوین کا منظم کام تو حضرت عمر بن عبدالعزیز (م ١٠١ھ) کے عہد میں شروع ہوا، تاہم یہ ثابت شدہ امر ہے کہ عہد رسالت سے ہی بعض صحابہ نے رسول اللہ کے اقوال و احوال کو لکھنا شروع کردیا تھا۔ چونکہ حدیث کے زمرے میں رسول اللہ کے احکامات بھی آجاتے تھے لہذا سینکڑوں خطوط، معاہدات،



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



احکامات، سیاسی وثیقہ جات خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی نگرانی میں لکھوائے۔ یہ سب حدیث ہی کا ذخیرہ جانے جاتے ہیں لہذا یہ کہنا کہ حدیثیں دوسری یا تیسری صدی ہجری میں مدون ہوئیں علمی بددیانتی ہے۔

انیسویں صدی کے وسط سے مغربی محققین حدیث کے استناد کو چیلنج کرتے رہے۔ ان کا سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ چونکہ حدیث کے متداول مجموعے تیسری صدی ہجری میں تالیف کیے گئے چنانچہ وہ زیادہ قابل اعتبار نہیں۔ ان کے خیال میں ان مجموعوں کا انحصار زبانی روایات پر ہے۔لہذا بھول چوک ، اضافہ وحذف جیسی غلطیوں کا امکان بڑھ جاتا ہے اس نظریئے کو مغربی مورخین میں سے خصوصاً جرمن مستشرق گولڈ زیہر(GOLD ZIHER)[۹] اور جے۔شاخت (J. Schacht)[۱۰] نے اتنے پرزور انداز میں دہرایا کہ صرف مغرب ہی نہیں بعض مسلمان بھی اس پروپگنڈے کی زد میں آگئے اور خود مسلمانوں میں ایسے لوگ سامنے آئے جنھوں نے احادیث نبوی کی صحت اور پایۂ استناد پر شک کیا اور خود کو''اہل قران'' کہنے لگے۔

یہ بات تو درست ہے کہ تدوین حدیث کا معاملہ، تدوین قران کے معاملہ سے قدرے مختلف ہے۔قران مجید کی تدوین اور تحفظ ایک طرح سے عمل میں آیا۔ اور حدیث کی تدوین اور تحفظ دوسری طرح سے۔ اسی لیے تحقیق اور ثبوت کا مسئلہ پیدا ہوجاتا ہے۔ قران مجید (جس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالٰی نے اٹھایا ہے) کو خود رسول اللہؐ نے اپنی نگرانی میں تحریر کروایااور اس کے تحفظ کے لیے وہ تدابیر اختیار کیں جس کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی، تاہم رسول اللہ نے اپنی احادیث کی تدوین پراس درجہ کی توجہ نہ فرمائی[۱۱]۔

اصل میں حدیث کی ایک قسم وہ ہے جس میں سرکاری مراسلے، سیاسی وثیقہ جات، معاہدے، خطوط اور دیگر سرکاری نوعیت کی تحریریں آجاتی ہیں، یہ تحریریں عہد رسالت میں باقاعدہ لکھوائی گئیں۔ان کے لیے علیحدہ سے کاتبین مقرر تھے۔ یہ ٹھیک ہے



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہ عہد رسالت میں دیوان الانشاء کا باقاعدہ شعبہ قائم نہیں ہوا تھا مگر تمام اہم امور و معاملات تحریری شکل میں انجام پاتے تھے اور ان تحریروں کو محفوظ رکھا جاتا تھا اس کام کے لیے عام کاتبوں کے علاوہ چند مخصوص کتاب مقرر تھے جہشیاری نے کتاب الوزراء والکتاب میں عہد رسالت کے کاتبین اور ان کے شعبہ کو یوں بیان کیا ہے۔

☆علی بن ابی طالب اور عثمان بن عفان وحی کی کتابت کرتے تھے اگر یہ موجود نہ ہوتے تو ابی بن کعب اور زید بن ثابت یہ خدمت انجام دیتے۔

☆خالد بن سعید بن عاص اور معاویہ بن ابی سفیان ، رسول اللہ کے ذاتی ضروریات و حوائج لکھتے تھے۔

☆مغیرہ بن شعبہ اور حصین بن نمیر عام لوگوں کے قرضہ جات، اور باہمی معاملات اور قضایا لکھتے تھے۔

☆ عبداللہ بن ارقم بن عبدیغوث اور علاء بن عقبہ، قبائل عرب کے پانی کے چشموں اور انصار کے زن وشوئی کے امور لکھا کرتے تھے۔

☆زید بن ثابت کتابت وحی کے ساتھ امراء وسلاطین کے نام خطوط اور دعوت نامے لکھتے تھے۔

☆ معیقیب بن ابو فاطمہ، رسول اللہ کے غنائم کے ریکارڈ لکھتے تھے۔

☆حنظلہ بن ربیع مندرجہ بالا کاتبوں کی عدم موجودگی میں ان کی نیابت کرتے تھے، اسی لیے ان کا لقب 'الکاتب' تھا۔یہی رسول اللہ کے خاتم بردار بھی تھے۔[۱۲]

اس تصریح سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہر شعبہ کے لیے دو ذمہ دار کاتب مقرر تھے اور ان کی اتفاقیہ غیر موجودگی میں دوسرے کاتب ان کا کام انجام دیتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے شعبہ میں پوری مہارت اور واقفیت رکھتا تھا۔ خلافت راشدہ میں جب باقاعدہ دیوان الانشاء کا قیام عمل میں آیا تو ان ہی حضرات کی خدمات حاصل کی گئیں۔

متقدمین سیرت نگاروں ، محدثین ، مورخین اور فقہاء نے عہد نبوی کی ان یادگار


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تحریروں سے زبردست فائدہ اٹھایا۔ جن کے مستند اور معتبر ہونے میں کسی شک وشبے کی گنجائش نہیں ہے۔ عہد حاضر کے محققین میں سے ڈاکٹر حمید اللہ نے عہد رسالت کی ایسی سرکاری تحریروں کی تلاش وجمع کا کام بڑی عرق ریزی سے کیا اور اس سلسلے میں مغرب کے مختلف ممالک کا سفر کیا جس کے نتیجے میں وہ کم ازکم چارسو مکتوبات نبوی کو اپنی شہرہ آفاق کتاب ''سیاسی وثیقہ جات'' میں جمع کر کے شائع کرا چکے ہیں۔ ان چار سو مکتوبات نبوی میں سے کچھ دعوتی خطوط ہیں، کچھ حلیفی معاہدے ہیں، کچھ نجی نوعیت کی تحریریں ہیں۔[۱۳]

ان سرکاری تحریروں سے ہٹ کر اگر دیکھا جائے تب بھی صحابہ کرام کی بڑی تعداد احادیث کو لکھ کر محفوظ کرلیا کرتی تھی۔ عربوں نے ہمیشہ اپنے حافظہ پر تکیہ کیا ہے، وہ کتابت کے مقابلے میں حفظ کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔ عہد جاہلیت میں طول طویل قصیدے انہیں حفظ ہوتے تھے، اپنے اور اپنے جانوروں بلکہ دشمنوں تک کے انساب انہیں حفظ ہوتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان میں اکثریت امّی لوگوں کی تھی جو لکھنا پڑھنا جانتے ہی نہیں تھے۔[۱۴] جبکہ یہ قبائلی طرز حیات کی ضرورت تھی کہ وہ اپنے انساب و ایام کو محفوظ رکھیں اور وقت ضرورت دہرائیں، اپنی مفاخرات و منافرات کو محفوظ رکھیں، انہیں شعراء کے کلام بھی حفظ ہوتے تھے، اور اس خصوصیت میں خاص و عام، مرد وعورت بوڑھے بچے کی کوئی تخصیص نہ تھی۔ عرب جاہلیہ کے ہر شاعر کا ایک راویہ ہوتا تھا جو اپنے شاعر کا ہر قول محفوظ کرلیتا تھا اور وقت ضرورت انہیں پڑھتا تھا۔[۱۵] اسلام آنے کے بعد بھی عربوں کی یہ خاصیت اور صلاحیت باقی رہی۔ اصمعی[۱۶] کہتا ہے میں ابھی بالغ نہ ہوا تھا کہ بدویوں کے بارہ ہزارر جزیہ قصائد کی روایت کرچکا تھا۔ اسی طرح خلف الاحمر جو حماد الراویہ کا شاگرد تھا، لاکھوں کی تعداد میں اشعار اسے یاد تھے[۱۷]۔

عرب کا بدو کتابوں کے طومار کو دیکھ کر مذاق اڑاتا تھا، ان کا یہ عام فقرہ تھا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"حرفٌ فِي تامورِکَ خیرٌ مِّن عشرۃٍ فِی کُتُبِکَ" یعنی دل میں ایک حرف کا محفوظ رہنا، کتابوں کی دس باتوں سے بہتر ہے۔

عرب کا مشہور شاعر کہتا ہے ۱۸؎

لَیسَ بِعلمٍ مَاحَوَی القَمطرَا

مَاالعِلم اِلَّا ماحَوَی الصَّدرا

یعنی علم وہ نہیں ہے جو کتابوں میں درج ہے۔ نہیں ہے علم لیکن صرف وہ جو سینہ میں محفوظ ہو۔

دوسرا شاعر کہتا ہے:

اِستَودَعَ العِلمَ ترساً فَضَیعَه

وَبِئسَ مُستَودَعُ العِلمِ قَرَاطِیسُ

یعنی جس نے علم کو کاغذ کے سپرد کیا اس نے اسے ضائع کیا۔ علم کے بدترین مدفن کاغذ ہیں۔ ۱۸؎

اسی مضمون کے متعدد اشعار موجود ہیں جس سے عربوں کی اس قومی خصوصیت اور رجحان کا پتہ چلتا ہے۔ کتابت اور حفظ کے متعلق شائد ہی کسی زبان کے ادب میں اس قسم کے اشعار مل سکتے ہوں، عرب معاشرہ کے اس خاص رجحان کا نتیجہ یہ تھا کہ ان کا حافظہ زیادہ سے زیادہ طاقتور ہوتا گیا کیونکہ قاعدہ ہے کہ انسان اپنی جس قوت کو زیادہ استعمال کرتا ہے اس میں جلا پیدا ہوجاتی ہے۔ عربوں کے حافظہ کی قوت کے جو واقعات کتابوں میں درج ہیں، "کتابی قوموں" کے لیے ان کا باور کرنا دشوار ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے متعلق مشہور ہے کہ ایک بار وہ ایسی مجلس میں تھے جہاں عمر بن ابی ربیعہ آیا، اس نے ستر اشعار پر مبنی ایک طویل قصیدہ پڑھا، شاعر کے جانے کے بعد اسی نشست میں حضرت ابن عباس نے اس طویل قصیدے کے ستر اشعار لوگوں کو سنا دیئے۔ ۱۹؎



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اسی طرح ابن عبدالبر، حدیث کے مشہور راوی امام زہری کا یہ بیان نقل کرتے ہیں" میں بقیع کی طرف گذرتا ہوں تو اپنے کانوں کو بند کرتا ہوں، اس اندیشہ سے کہ اس میں کوئی فحش بات داخل ہوجائے کیونکہ خدا کی قسم میرے کان میں کوئی بات اب تک ایسی داخل نہیں ہوئی جسے میں بھول گیا ہوں"۔[20]

اسی طرح ابن سعد، امام شعبی کا بیان نقل کرتے ہیں:" میں نے کبھی سیاہی سے سفیدی پر کچھ نہیں لکھا اور نہ کسی شخص کی گفتگو میں نے کبھی بھولنے کے باعث دہرائی"۔[21]

عربوں کے اسی غیر معمولی حافظہ کی وجہ سے **اناله لحفظون** کا اعلان قرآن مجید میں آیا ہے اور یہ واقعہ تو بخاری میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے جب رسول اللہ سے نسیان کی شکائت کی تو آپ کی خاص توجہ اور دعا کی وجہ سے ان کا حافظہ ایسا ہوگیا کہ پھر وہ کوئی بات بھول نہیں سکتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ سے یہ روایت تمام صحاح کی کتابوں میں مروی ہے تقریباً شہرت کے انتہائی درجہ پر پہنچی ہوئی ہے۔[22]

الغرض عربوں نے اپنی اسی خداداد صلاحیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قرآن کو بذریعہ حفظ بھی محفوظ کیا اور بذریعہ کتابت بھی۔ جس کا رسول اللہ نے غیر معمولی اہتمام کرایا۔ حدیث کے بارے میں انہوں نے اس درجہ کا کوئی غیر معمولی اہتمام تو نہیں کرایا لیکن صحابہ کرام نے اپنے طور سے احادیث کو حفظ بھی کیا اور بذریعہ کتابت بھی محفوظ کیا اور یہ سلسلہ عہد رسالت سے شروع ہوا اور تیسری صدی ہجری تک پہنچتے پہنچتے حفاظت حدیث کا مرحلہ مکمل ہوگیا۔ ذیل میں اس کا ایک جائزہ دیا جاتا ہے۔

**۱۔ حضرت ابوبکر صدیق (م۱۳ھ):** حضرت ابو بکر صدیق، سابق الاسلام، پہلے خلیفہ راشد کسی تعارف کے محتاج نہیں، انہوں نے رسول اللہ کی کم وبیش پانچ سو احادیث لکھ کر محفوظ کی ہوئی تھیں لیکن انتقال سے ذرا پہلے انہوں نے یہ مسودہ جلادیا تھا، استفسار کرنے پر انہوں نے فرمایا تھا کہ مجھے خدشہ ہے کہ کوئی بات رسول اللہ سے سننے میں غلطی نہ کی ہو

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۔۲۳ اس سے کم از کم یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام احادیث لکھ لیا کرتے تھے۔

**۲۔ حضرت سعد بن عبادہ (م ۱۵ھ):** حضرت سعد بن عبادہ مشہور انصاری صحابی تھے۔ ان کا تعلق بنوخزرج سے تھا اور عرب جاہلیہ میں ''الکامل'' کے لقب سے ملقب تھے۔ الکامل ان افراد کو کہا جاتا تھا جو تیراندازی، پیراکی اور کتابت جانتا ہو۔ مدینہ میں ان کا بڑا مرتبہ تھا۔ ارباب حل و عقد میں ان کا شمار تھا۔ وہ ان نو خزرجیوں میں شامل تھے جنہوں نے عقبہ کے مقام پر رسول اللہ سے دوسری بار ملاقات کی تھی۔ بیشتر غزوات میں شریک رہے۔ عبداللہ بن اُبی کے انتقال کے بعد حضرت سعد خزرجیوں کے سردار بن گئے تھے، رسول اللہ کے انتقال کے بعد سقیفہ بنو ساعدہ میں ہونے والے اجلاس میں رسول اللہ کے ممکنہ جانشین کے حوالے سے ان کا نام بھی تجویز کیا گیا تھا۔۲۴

حضرت سعد بن عبادہ نے ایک صحیفہ میں احادیث نبوی جمع کی ہوئی تھیں ۲۵، حضرت سعد کے بیٹے اس صحیفہ سے احادیث روایت کیا کرتے تھے امام بخاری اس صحیفہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ صحیفہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کی کتاب سے نقل کیا گیا تھا جو اپنے ہاتھ سے احادیث رقم کیا کرتے تھے۔۲۶

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ جلیل القدر صحابی ہیں، رسول اللہؐ کے ساتھ چھ غزوات میں شریک رہے، غزوہ حنین میں ان کے بازو پر تلوار لگی تھی جس کا نشان باقی رہا۔ آخر وقت میں کوفہ میں آباد ہو گئے تھے ۸۷ھ میں انتقال کیا۔۲۷

**۳۔ حضرت سمرہ بن جندب (م ۶۰ھ):** حضرت سمرہ بن جندب کے بارے میں بھی یہ بات مشہور ہے کہ انہوں نے ایک صحیفہ میں احادیث جمع کر رکھی تھیں۔ یہ صحیفہ بعد ازاں ان کے بیٹے سلمان کے پاس محفوظ رہا جو اس سے احادیث روایت کیا کرتے تھے۔

**۴۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (م ۶۵ھ):** عہد نبوی میں صحابہ کرام کے نوشتوں میں سب سے زیادہ شہرت ''صحیفہ صادقہ'' کو حاصل ہوئی جسے حضرت عبداللہ بن عمرو بن



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



العاص نے مرتب کیا تھا۔ آپ فتح مکہ سے تھوڑا عرصہ پہلے اپنے والد (عمرو بن العاص) کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے۔ آپ اپنے والد سے صرف گیارہ برس چھوٹے تھے۔ بڑے عابد بھی تھے اور طلب علم میں بڑے مستعد بھی۔ انہوں نے رسول اللہ سے بہت زیادہ علم لکھ کر محفوظ کر لیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ "میں یاد کرنے کے خیال سے رسول اللہ ﷺ سے سن کر ہر بات لکھ لیتا تھا، بعض لوگوں نے مجھے منع کیا کہ تم رسول اللہ سے سن کر ہر بات لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ بھی ایک بشر ہیں کبھی آپ خوش ہوتے ہیں اور کبھی ناراض، یہ سن کر میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور رسول اللہ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ" لکھا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اس منہ سے حق کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا"۔ ۲۸

حضرت ابو ہریرہ نے بھی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے احادیث لکھنے کا ذکر کیا ہے۔ کہتے ہیں "صحابہ رسول میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس رسول اللہ ﷺ کی احادیث محفوظ نہ تھیں سوائے عبداللہ بن عمرو کے کیونکہ وہ احادیث لکھ لیا کرتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا"۔ ۲۹

صحیفہ صادقہ میں ایک ہزار احادیث جمع تھیں۔ ۳۰ اس صحیفہ میں وہ فتوے بھی موجود ہیں جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کے سوالوں کے جواب میں حضورؐ نے ارشاد فرمائے تھے۔ یہ صحیفہ اب اپنی منفرد حالت میں موجود نہیں تاہم مسند احمد بن حنبل میں روایت ہو کر پورے کا پورا محفوظ ہو گیا ہے۔ ۳۱

**۵۔ حضرت ابو ہریرہ (م ۵۸ھ):** مشہور صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ جو اصحاب صفہ میں شمار ہوتے تھے، ۷ھ میں مدینہ آنے کے بعد ہمہ وقت رسول اللہ کی مصاحبت میں رہتے تھے تاکہ زیادہ سے زیادہ علم حاصل کر سکیں۔ ان کی مرویات کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) ہے۔ گو رسول اللہ کی توجہ اور دعا سے ان کا حافظہ بہت قوی ہو گیا تھا۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور وہ زیادہ تر احادیث حفظ ہی کیا کرتے تھے تاہم ان کے پاس کئی رجسٹر تھے جس میں انہوں نے احادیث لکھ کر بھی محفوظ کی ہوئی تھیں۔ چنانچہ عمرو بن امیہ بیان کرتے ہیں ''ابو ہریرہ کے سامنے ایک حدیث پر گفتگو ہوئی تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور ہمیں احادیث کی کتابیں دکھائیں اور کہا دیکھو وہ حدیث میرے پاس لکھی ہوئی ہے''۔[۳۲]

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ ابتداً زمانہ رسالت میں احادیث نہیں لکھتے تھے، رسول اللہ کے وصال کے بعد انہوں نے احادیث کو لکھ کر محفوظ کرلیا، اور اس حوالے سے ان کے پاس کئی ضخیم رجسٹر تیار ہوگئے تھے۔ انہوں نے ایک صحیفہ ''الصحیفۃ الصحیفہ'' جسے اب صحیفہ ہمام بن منبہ بھی کہتے ہیں اپنے ایک شاگرد ہمام ابن منبہ کے لیے مرتب کیا تھا۔ یہ تالیف مکمل طور پر محفوظ رہنے کی وجہ سے اب تک حدیث کے دریافت شدہ ابتدائی مجموعوں میں اولیت کا شرف رکھتی ہے۔ ہمام حضرت ابو ہریرہ کے ہم وطن تھے یعنی یمن کے رہنے والے تھے، جب وہ تعلیم کے لیے مدینہ پہنچے تو حضرت ابو ہریرہ کے پاس ٹھہرے، جنہوں نے رسول اللہ کی احادیث میں سے ۱۳۸ احادیث کا انتخاب کیا اور ایک رسالہ کی شکل میں مرتب کرکے ہمام کو لکھوائیں۔ یہ احادیث زیادہ تر تربیت اخلاق سے متعلق ہیں۔ یہ صحیفہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی محنت شاقہ سے دریافت ہوا ہے [۳۳] اور یہ اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ حدیث کی تدوین عہد رسالت اور اس سے متصل عہد خلافت راشدہ میں ہو چکی تھی۔

حضرت ابو ہریرہ کی احادیث کے متعدد نسخے ان کے تلامذہ کے پاس تھے ان میں سعید بن مسیب، عبدالرحمٰن ابن ہرمز الاعرج، عبدالرحمٰن بن یعقوب جہنی اور ہمام بن منبہ صنعانی کے نسخے زیادہ مشہور ہیں۔

**۶۔ حضرت عبداللہ بن عباس (م ۶۸ھ):** حبر الامت، ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ طبقہ صحابہ میں سیر و مغازی کے مشہور عالم و معلم تھے۔ حضرت ابن عباس حدیث،



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فقہ اور تفسیر کے ساتھ بڑے اہتمام سے مغازی اور ایام العرب کا درس دیا کرتے تھے آپ سے دو ہزار چھ سو ساٹھ احادیث مروی ہیں۔ ان کی روایات کو دوسرے شاگردوں کے علاوہ کریب نے محفوظ کرلیا تھا۔ امام المغازی موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ کریب نے حضرت عبداللہ بن عباس کی کتابوں میں سے ایک بار شتر کتابیں ہمارے پاس رکھوائی تھیں ان کتابوں کے ذخیرہ میں احادیث بھی تھیں اور سیر و مغازی کا بھی بیان تھا۔[۳۴]

۷۔ **حضرت جابر بن عبداللہ انصاری (م ۷۸ھ)**: حضرت جابر امام فقیہ اور اپنے زمانے میں مدینہ منورہ کے مفتی تھے یہ آخری بیعت عقبہ میں شریک تھے۔ جنگ بدر، جنگ خندق اور بیعت رضوان میں شرکت کی۔ آپ نے بڑی طویل عمر پائی، آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ یہ آخری صحابی تھے جنہوں نے ۷۸ھ میں وفات پائی اس وقت ان کی عمر ۹۴ سال تھی۔ آپ نے رسول اللہ سے بہت نافع علم حاصل کیا۔ آپ کے پاس حج کے احکام پر مشتمل ایک مختصر رسالہ تھا۔[۳۵]

ان صحابہ کرام کے علاوہ حضرت علی، حضرت رافع بن خُدیج اور حضرت عبداللہ بن مسعود جیسے نامور صحابہ کے نوشتوں کا بھی ذکر ملتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں "میں چند دوسرے صحابہ کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر تھا اور میں ان سب سے کم عمر تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص میری طرف جھوٹ منسوب کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔" جب لوگ باہر نکلے تو میں نے ان سے کہا رسول اللہ نے حدیث کے بارے میں کتنی شدید وعید فرمائی ہے اور آپ لوگ اس کے باوجود احادیث بیان کرتے ہیں۔ یہ سن کر وہ لوگ ہنسے اور کہنے لگے اے بھتیجے، ہم لوگ جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ سب ہمارے پاس لکھا ہوا محفوظ ہے"۔[۳۶]

اس جائزہ سے یہ ظاہر ہوگیا کہ حفظ احادیث کے ساتھ ساتھ اسے لکھ کر محفوظ کرنے کا عمل عہد رسالت میں شروع ہوگیا تھا۔ اس سے اس بات کی بھی وضاحت ہوگئی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کہ بعض احادیث میں لکھنے کی جو مخالفت آئی ہے، وہ بعض مواقع کے ساتھ مخصوص ہے یعنی رسول اللہ نے ان صورتوں میں لکھنے سے منع فرمایا تھا جن میں قرآن و حدیث کے اشتباہ کا احتمال تھا۔رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد دور صحابہ میں تابعین نے صحابہ کی مرویات کو لکھ کر محفوظ کرنا شروع کر دیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:

☆حضرت ابو ہریرہ جن سے پانچ ہزار تین سو چوہتر احادیث مروی ہیں ان کے بے شمار شاگردوں نے ان احادیث کو لکھ کر محفوظ کیا اور یہ سلسلہ روایت آگے بڑھا، چنانچہ مسند دارمی میں ہے کہ آپ کے شاگردوں میں سے بشیر بن نہیک نے آپ کی روایات کو لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔

☆حضرت عبداللہ بن عباس سے دو ہزار چھ سو ساٹھ احادیث مروی ہیں، ان کی روایات کو دوسرے شاگردوں کے علاوہ کریب نے محفوظ کر لیا تھا۔

☆حضرت انس جو کہ دو ہزار دو سو چھیاسی احادیث کے راوی ہیں ان کی مرویات کو ابان نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔

☆ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ جو دو ہزار دو سو دس احادیث کی روایت کرتی ہیں ان کی احادیث کو عروہ بن زبیر نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا ۳۷۔

☆حضرت عبداللہ بن عمر جو ایک ہزار چھ سو تیس احادیث کی روایت کرتے ہیں ان کی روایات کو نافع نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔

☆اور حضرت جابر بن عبداللہ انصاری جو ایک ہزار پانچ سو چالیس احادیث کے راوی ہیں ان کی مرویات کو قتادہ بن دعامہ سدوسی نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا ۳۸۔

اس طرح سے دور صحابہ و تابعین میں بیشتر احادیث ضبط تحریر میں آ گئیں۔ ان میں کوئی نظم اور ترتیب نہیں تھی یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دور خلافت (۹۹ھ تا ۱۰۱) آیا تو انہوں نے احادیث نبوی کو محفوظ کرنے کا حکم دیا۔ اسی سلسلہ میں آپ



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے مدینہ کے قاضی حضرت ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری کو فرمان بھیجا کہ ''رسول اللہ کی جو حدیثیں ہیں انہیں تلاش کر کے مجھے لکھ بھیجو کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے فنا ہونے کا خوف ہے''۔ ۳۹

اس طرح احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ جمع ہوگیا۔ مدینہ کے اعلم العلماء ابن شہاب زہری نے ان احادیث کو ترتیب دی اور تہذیب سے منظم و منضبط کیا نیز اسناد کے ساتھ بیان کرنے کی بھی ابتداء کی۔ اسی وجہ سے ان کو علم اسناد کا واضع کہا جاتا ہے۔ان کوششوں کے نتیجے میں دوسری صدی ہجری میں احادیث کے متعدد اہم مجموعے منظر عام پر آئے۔تفصیلات سے بچتے ہوئے چند اہم مجموعوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔کتاب آلا ثار:امام ابو حنیفہ نے (۸۰ھ تا ۱۵۰ھ/ ۶۹۹ء تا ۷۶۷ء) جن کی فقہی خدمات سے ساری اسلامی دنیا واقف ہے، احادیث احکام میں سے صحیح روایات کا انتخاب کر کے ایک مستقل تصنیف میں ان کو ابواب فقہ پر مرتب کیا اور اس کا نام ''کتاب الآثار'' رکھا۔ مولانا عبدالرشید نعمانی اس صحیفہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ ''آج امت کے پاس احادیث صحیحہ کی سب سے قدیم ترین کتاب یہی ہے، جو دوسری صدی کے ربع ثانی کی تالیف ہے''۔ ۴۰

امام ابو حنیفہ سے پہلے حدیث نبوی کے جتنے صحیفے اور مجموعے تھے وہ فنی ترتیب سے محروم تھے۔ جامعین حدیث نے ان تمام احادیث کو قلم بند کردیا جو انہیں یاد تھیں، البتہ امام شعبی نے بعض مضامین کی احادیث عنوان وار جمع کی تھیں، لیکن ان کی یہ کوشش چند ابواب تک محدود رہی۔امام ابو حنیفہ نے پہلی دفعہ احادیث کو باقاعدہ کتب و ابواب پر پوری طرح مرتب کرنے کا ایسا کارنامہ سرانجام دیا جو بعد کے آئمہ کے لیے ترتیب و تدوین کے سلسلہ میں ایک اعلیٰ نمونہ بنا۔ ۴۱

'کتاب الاثار'، 'موطا' سے پہلے کی تالیف ہے اور امام مالک نے موطاء مرتب

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرتے وقت اس سے استفادہ کیا تھا۔ کتاب الاثار کا موضوع صرف احادیث احکام تھیں۔یعنی وہ احادیث جن سے مسائل فقہ کا استنباط ہوتا ہے۔ موطاء اور دیگر کتب احادیث کی طرح ''کتاب الآثار'' کے بھی متعدد نسخے ملتے ہیں جن کے راوی امام ابو حنیفہ کے شاگرد امام زفر بن ہذیل ، امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی، امام حسن بن زیاد لولوی اور امام ابو حنیفہ کے صاحبزادے حماد بن ابی حنیفہ شامل ہیں ۔[۴۲]

امام ابو یوسف سے روایت کردہ ''کتاب الآثار'' ۱۳۵۵ھ میں مصر سے شائع ہوچکی ہے۔ امام محمد بن حسن شیبانی کی مرتبہ ''کتاب الآثار'' کا اردو ترجمہ ہوگیا ہے اور کراچی سے چھپ گئی ہے۔[۴۳]

۲۔موطاء:زیر نظر عہد میں احادیث کا دوسرا اہم مجموعہ امام مالک بن انس (۹۳ھ تا ۱۷۹ھ) کی تالیف ''موطا'' ہے جو اہل مدینہ کی روایات اور فتاوئ پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب چالیس سالہ محنت اور غور فکر کے بعد ۱۴۳ھ میں مدون ہوئی اس کتاب کی تدوین کے وقت ان کے پیش نظر دس ہزار احادیث کا ذخیرہ تھا جس میں سے آپ نے صرف ایک ہزار سات سو بیس حدیثیں منتخب کیں۔ موطاء کی تالیف کا محرک خلیفہ منصور عباسی ہے۔ جس نے امام مالک سے درخواست کی تھی کہ جو احادیث ان کے نزدیک صحیح ہوں انہیں ایک کتاب میں یکجا کردیا جائے لہذا امام مالک نے یہ کتاب مدون کی۔ امام مالک کی اس کتاب کو ان کے ایک ہزار سے زائد شاگردوں نے روایت کیا ہے۔ تاہم زیادہ مقبول نسخے یحیٰ بن یحیٰ لیثی مصمودی، مدینہ کے قاضی ابن مصعب احمد بن ابی بکر، امام ابو حنیفہ کے شاگرد محمد بن حسن شیبانی ، ابن بکیر اور ابن وہب کے نسخہ جات کا ذکر عام ملتا ہے۔ بعض علماء صحاح ستہ میں موطاء کو بھی شامل کرتے ہیں جبکہ بعض علماء اسے حدیث سے زیادہ فقہ کی کتاب مانتے ہیں۔

۳۔دوسری صدی ہجری کی دیگر کتب احادیث:دوسری صدی میں بڑے بڑے علماء



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ومحدثین، احادیث کے مجموعے مرتب کر رہے تھے اور یہ کام مملکت اسلامیہ کے طول وعرض میں ہو رہا تھا چنانچہ حضرت ابن جریج نے مکہ میں، امام اوزاعی نے شام میں، حضرت سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ) نے کوفہ میں حدیث کی کتاب ''جامع سفیان ثوری'' مرتب کی۔ حضرت ابوسلمہ (م ۱۶۷ھ) نے ''مصنف ابی سلمہ'' مرتب کی ان کا تعلق بصرہ سے تھا۔ ابی سفیان نے (م ۱۹۷ھ) ''مصنف ابی سفیان''، سفیان بن عینیہ (م ۱۹۸ھ) نے ''جامع سفیان'' مرتب کیں، نیز حضرت ہشیم نے واسط میں، حضرت معمر نے یمن میں، حضرت ابن مبارک نے خراسان میں، حضرت جریر نے رے میں احادیث کے مجموعے مرتب کیے۔

**۴۔تیسری صدی ہجری کی کتب احادیث:** تیسری صدی ہجری تک آتے آتے علم حدیث اپنے کمال کو پہنچ رہا تھا۔ اس صدی کے آغاز میں ہی امام شافعی (م ۲۰۴ھ) کی ''کتاب الام'' اور امام احمد ابن حنبل (م ۲۴۱ھ) کی مسند احمد ابن حنبل مدون ہوئیں۔ آخرالذکر کتاب احادیث نبوی کا سب سے بڑا مجموعہ تھا۔ اس میں چالیس ہزار احادیث شامل ہیں۔ دس ہزار مکرّر ہیں۔اس کے بعد ''صحاح ستہ'' کی تدوین کا مرحلہ آیا۔صحاح ستہ حدیث کی ان چھ کتابوں کو کہا جاتا ہے جو اپنے مولفین کے نام سے مشہور ہیں۔

۱۔ **صحیح بخاری،** اپنے مولف امام بخاری (۱۹۴ھ تا ۲۵۲ھ) کے مجموعہ حدیث کا نام ہے۔ امام بخاری نے اپنے مجموعہ میں صرف انہی احادیث کو جگہ دی ہے جو صحیح اور متصل سند کے ساتھ رسول کریمؐ تک پہنچ جاتی ہیں۔ ان کے رواۃ و رجال ضبط و عدالت کی صفات کے حامل ہیں۔ صحیح احادیث کا یہ کڑا انتخاب ہے۔ جمہور علماء اسے قران کریم کے بعد صحیح ترین کتاب کا درجہ دیتے ہیں۔

۲۔ **صحیح مسلم،** امام مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری (۲۰۴ھ تا ۲۶۱ھ) کی مرتبہ کتاب ''صحیح مسلم'' کے نام سے معروف ہے۔ صحیح بخاری کے بعد صحت کے اعتبار سے مشہور ترین تالیف ہے۔ اسے امام موصوف نے پندرہ سال کی محنت شاقہ کے بعد تین لاکھ روایات

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں سے بارہ ہزار احادیث کا انتخاب کرکے مرتب کیا یہ تعداد طرق و اسانید کی ہے، متون کی نہیں، لہٰذا اگر مکررات کو نکال دیا جائے تو صحیح مسلم کی کل احادیث کی تعداد چار ہزار کے قریب ہوتی ہے۔

۳۔ **سنن ابو داود،** کو امام داود سلیمان بن اشعث بن اسحاق اسدی سجستانی (۲۰۲ھ تا ۲۷۵ھ) نے پانچ لاکھ احادیث میں سے منتخب کرکے مرتب کیا تھا۔ اس کتاب میں کل چار ہزار آٹھ سو احادیث ہیں اور سب کی سب احکام پر مشتمل ہیں۔ ابوداود نے ''سنن'' کو اپنی جوانی ہی میں مرتب کرلیا تھا اس وقت ان کے استاد امام احمد ابن حنبل ابھی زندہ تھے اور انہوں نے اس کتاب کی بڑی توصیف کی۔

۴۔ **سنن نسائی،** کے مولف امام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی (۲۱۵ھ تا ۳۰۳ھ) ہیں۔ امام نسائی کے پیش نظر پانچ لاکھ احادیث تھیں جن میں سے پانچ ہزار سات سو اکسٹھ صحیح روایات کو الگ کر کے سنن نسائی مرتب کی۔ سنن نسائی کی اکثر احادیث ، دوسری کتب صحاح میں بھی موجود ہیں۔

۵۔ **جامع ترمذی،** امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (۲۰۹ھ تا ۲۷۹ھ) کی جامع ترمذی کو جامع بھی کہا جاتا ہے اور سنن بھی۔ سنن اصطلاح حدیث میں اس کتاب حدیث کو کہا جاتا ہے جس کی ترتیب ابواب فقہ کے طرز پر کی گئی ہو۔ امام ترمذی نے اس میں صحیح ، حسن اور ضعیف ہر قسم کی حدیثیں شامل کی ہیں۔ ہر ضعیف حدیث کے وجہ ضعف پر بھی روشنی ڈالتے ہیں اور ہر حدیث کے ساتھ اس کا درجہ بھی بیان کرتے ہیں۔ صحت احادیث اور قوت سند کے اعتبار سے جامع ترمذی کا مرتبہ کتب صحاح میں پانچویں درجہ پر ہے۔

۶۔ **سنن ابن ماجہ،** امام ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی (۲۰۹ھ تا ۲۷۳ھ) کی تالیف سنن ابن ماجہ بھی صحاح ستہ میں شامل ہے۔ اس کتاب کو پانچویں صدی ہجری کے اواخر میں صحاح ستہ میں شمار کیا گیا ، وگرنہ اس سے پہلے محدثین نے صرف پانچ کتابوں



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بخاری، مسلم، نسائی، ابو داوداور ترمذی ہی کو مستند کتب حدیث قرار دیا تھا۔ سنن ابن ماجہ حسن ترتیب کے اعتبار سے ممتاز ہے، اس میں مکررات بھی نہیں ہیں۔ اس میں تقریباً چار ہزار احادیث ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## حواشی و حوالہ جات (باب دوئم، فصل دوئم)

۱۔ حمید اللہ، خطبات بہاولپور، ص ۳۷۔

۲۔ مصطفیٰ سباعی 'حدیث رسول کا تشریعی مقام' مترجم غلام احمد حریری، ص ۹۱ (فیصل آباد، ۲۰۰۶ء)۔

۳۔ ایضاً (بحوالہ الرسالۃ للشافعی، ص ۷۸)

۴۔ خطبات بہاولپور، ص ۳۶۔

۵۔ اسی طرح کی مزید آیات کے لیے رجوع کیجئے۔ (الانفال۔۲۴) (النساء۔۸۰) (آل عمران۔۳۱) (آل عمران۔۳۲)(النور۔۶۴) وغیرہ۔

۶۔ گیلانی، مناظر احسن 'تدوین حدیث'، ص ۲۷ (بحوالہ صحاح)۔

۷۔ ایضاً (بحوالہ ابو داود، مستدرک)۔

۸۔ ایضاً، ص ۴۷۔

۹۔ Ignaz God Ziher قومیت کے لحاظ سے ہنگرین اور مذہباً یہودی تھا۔ ۱۸۵۰ء میں پیدا ہوا۔ یورپ میں اسلامی علوم کے مطالعہ کی تحریک میں خاصا سرگرم تھا۔ اس نے عربی زبان پر عبور حاصل کیا اور حدیث نبوی کے مطالعہ پر توجہ مرکوز رکھی۔ جرمن یونی ورسٹی لائپزنگ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لی، کچھ عرصہ جامعہ الازہر سے بھی وابستہ رہا اس کی سب سے مشہور کتاب Mohammadan Studies ہے جو دو جلدوں پر مشتمل ہے جرمن زبان میں لکھی جانے والی اس کتاب میں حدیث نبوی کی جمع وتدوین کے علاوہ وضع حدیث کے اسباب و محرکات کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے اور اس طرح کے اعتراضات اٹھائے ہیں کہ پڑھنے والا حدیث کے پورے ذخیرے ہی سے بدظن ہوجاتا ہے۔ گولڈ زیہر کو ۔ ج اور ویانا کی یونی ورسٹیوں نے ڈاکٹری کی اعزازی ڈگریاں دیں اور دنیا کی بہت سی علمی مجالس نے اسے اعزازی رکنیت دی۔ ۱۹۲۱ء میں انتقال کیا (شیخ عنایت اللہ



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



''گولت زہیر'' مشمولہ،اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۷،ص ۵۷۶)۔

۱۰۔ پروفیسر جے۔ شاخت Joseph Schacht بیسویں صدی کا مشہور جرمن مستشرق جس نے اسلامی فقہ اور تاریخ اصول فقہ کو اپنی تحقیقات کا موضوع بنایا۔۱۹۰۲ء میں پیدا ہوا ۔ برسلاو اور ہائیزگ یونی ورسٹیوں میں تعلیم حاصل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد کوئنٹس برگ اور قاہرہ کی جامعات میں پڑھاتا رہا۔ چند سال آکسفورڈ یونی ورسٹی میں ریڈر کے عہدے پر مامور رہا بعد ازاں ۱۹۵۴ء میں لائیڈن یونی ورسٹی میں عربی کا پروفیسر مقرر ہوا۔ چار سال بعد نیویارک کی کولمبیا یونی ورسٹی میں پروفیسر کا عہدہ قبول کیا اور اپنی وفات ۱۹۶۹ء تک اسی یونی ورسٹی سے وابستہ رہا۔ پروفیسر شاخت نے متعدد عربی کتابوں کو ایڈٹ کیا۔ شاخت کی دو تصانیف The origion of Mohammadan Jurisprudence اور Introduction to Islamic Law خاص طور پر قابل ذکر ہیں (شیخ عنایت اللہ ''شاخت'' مشمولہ ، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۱۱،ص ۵۶۰ ،دانشگاہ پنجاب، لاہور)۔

۱۱۔حمیداللہ، خطبات بہاولپور،ص ۳۶ ۔

۱۲۔اطہر مبارک پوری، تدوین سیر و مغازی ،ص ۱۱۰ (بحوالہ جہشیاری، محمد بن عبدوس 'کتاب الوزراء والکتاب' ورق ۶ ۔ب بعنوان اسماء من ثبت علی کتابۃ رسول اللہ ﷺ طبع دنیا)۔

۱۳۔تفصیل کے لیے دیکھئے مجموعہ الوثائق السیاسیۃ فی العہد النبوی والخلافۃ راشدہ، قاہرہ ۱۹۴۱ء ۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ یحییٰ نوشہروی نے کیا اور کتاب لاہور سے شائع ہوئی۔

۱۴۔ آلوسی، شکری محمود 'بلوغ الارب' جلد ۱،ص ۷۳ (مترجم ڈاکٹر پیر محمد حسن)۔

۱۵۔ ایضاً۔

۱۶۔عبدالملک بن قُریب الاصمعی ،عربی زبان کا مشہور لغت دان، اس کی متعدد تصانیف ہیں،تقریباً ۲۳۱ ھ میں وفات پائی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۱۷۔ خلف الاحمر کے لیے کہا جاتا ہے کہ لامیہ قصیدہ جو شنفریٰ کی طرف منسوب ہے دراصل اسی کا لکھا ہوا ہے۔ تقریباً ۱۸۴ھ میں وفات ہوئی (بلوغ الارب، جلد ا، ص ۷۵)۔

۱۸۔ اس مضمون کے مزید اشعار مناظر احسن گیلانی کی 'تدوین حدیث'، ص ۱۰۳۔۱۰۴ میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

۱۹۔ گیلانی، سید مناظر احسن 'تدوین حدیث'، ص ۱۰۴۔

۲۰۔ ایضاً، ص ۱۰۵۔

۲۱۔ ایضاً۔

۲۲۔ ایضاً۔

۲۳۔ الذہبی اس واقعہ کو درست نہیں مانتے۔ دیکھئے 'تذکرہ الحفاظ' جلد ا، ص ۵۔

۲۴۔ مزید تفصیلات کے لیے دیکھئے اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۱، ص ۳۲۔۳۱۔ دانشگاہ پنجاب، لاہور، طبع اول ۱۹۷۵ء۔

۲۵۔ ترمذی، امام 'سنن ترمذی' کتاب الاحکام، باب الیمین مع الشاہد۔

۲۶۔ امام بخاری 'جامع الصحیح' کتاب الجہاد، باب الصبر علی القتال۔

۲۷۔ قاضی اطہر مبارک پوری 'تدوین سیر ومغازی'، ص ۱۴۱۔

۲۸۔ امام ابو داود، سلیمان بن اشعث (م ۲۷۵ھ) 'سنن ابی داود'، ص ۵۱۳۔۵۱۴ (مطبع ولی محمد اینڈ سنز، کراچی)۔

۲۹۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری (م ۲۵۶ھ) 'صحیح بخاری' جلد ا، ص ۲۲ (نور محمد اصح المطابع، کراچی ۱۳۸۱ھ)۔

۳۰۔ ابن اثیر، 'اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ' جلد ۳، ص ۲۳۳۔

۳۱۔ امام احمد ابن حنبل 'مسند احمد' جلد ۲، ص ۱۵۸ تا ۲۲۶۔

۳۲۔ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) 'مقدمہ فتح الباری' جلد ا، ص ۲۱۷ (مصر، ت ن)۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۳۳۔تفصیلات کے لیے دیکھئے ڈاکٹر زیبا افتخار کا غیر مطبوعہ پی ایچ۔ڈی مقالہ'ڈاکٹر حمید اللہ کی تاریخ نویسی'، باب سوم، فصل دوم مخزونہ نگار سجاد ظہیر۔

۳۴۔ابن سعد' طبقات الکبریٰ' جلد ۵ ،ص ۲۹۳۔

۳۵۔ ذہبی ، امام ابو عبداللہ محمد 'تذکرۃ الحفاظ' (مترجم حافظ محمد اسحاق) جلد ا، ص ۵۵ (اسلامک پبلشنگ ہاؤس ، لاہور ۱۹۸۱ء)۔

۳۶۔ الہیثمی، نور الدین علی بن ابی بکر (م ۸۰۷ھ) 'مجمع الزوائد، جلدا، ص ۱۵۲ (دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ)۔

۳۷۔محمد بن سعد' طبقات الکبریٰ' جلد ۷،ص ۷۲ (دارصادر، بیروت، ۱۳۸۸ھ)۔

۳۸۔ سیوطی ، علامہ جلال الدین (م ۹۱۱ھ) تدریب الراوی،ص ۷۳ ( مکتبہ علمیہ، مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ )۔

۳۹۔شبلی مقدمہ،ص ۲۱۔۲۰

۴۰۔نعمانی، محمد عبدالرشید'امام ابن ماجہ اور علم حدیث'،ص ۱۵۹۔

۴۱۔ایضاً۔

۴۲۔انور محمود خالد 'اردو نثر میں سیرت رسول،ص ۶۳ (اقبال اکادمی پاکستان، لاہور ۱۹۸۹ء)۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



باب سوم: فصل اول

www.KitaboSunnat.com

# سیرت نگاری کا آغاز (دور اوّل)

حدیث ہی کی طرح سیرۃ نگاری کا آغاز بھی مدینہ منورہ سے ہوا آگے چل کر جب یہ فن عراق میں بھی پھیلا تو اپنے رجحانات کے حوالے سے سیرت و تاریخ نگاری کے باقاعدہ دو دبستان بن گئے۔ پہلا دبستان مدینہ تھا جو بنیادی طور پر اسلامی فکر کا ترجمان اور رسول اللہ کی سیرت اور اسلام کی ابتدائی تاریخ کے ساتھ مخصوص تھا۔ دوسرا دبستان عراق (کوفہ، بصرہ، بغداد) تھا جو قبائلی زندگی اور تاریخی مطالعات کے دیگر مختلف پہلوؤں سے متعلق تھا۔

## سیرۃ نگاری کا دبستان اول مدینہ منورہ

مدینہ وہ شہر تھا جو رسول اللہ اور ان کے ساتھیوں کی ہجرت گاہ تھا۔ یہی وہ شہر تھا جس نے اسلام کو پناہ دی اور پروان چڑھایا سارے اسلامی علوم پہلے پہل مدینہ ہی میں پروان چڑھے۔ یہاں صحابہ کرام اور ان کے بعد تابعین کی بہت بڑی تعداد آباد تھی، جنہوں نے علوم القران اور حدیث و مغازی کے حوالے سے بہت کام کیا۔ مدنی اسکول پر حدیث اور روایت کے خاص اثرات پڑے۔ یہ ''تدقیق'' اور ''محافظت'' کے لیے معروف ہوا۔ اس مرکز میں روایات کی محافظت، حکومت کے شام منتقل ہو جانے کے بعد بھی رہی۔ وہ قریش کے طبقہ اشراف کا صرف گہوارہ ہی نہیں تھا بلکہ ثقافت اسلامیہ کا مرکز بنا رہا، یہاں تک کہ اس کی علمی قیادت کا خاتمہ بغداد نے کیا چنانچہ بغداد نے سیرۃ اور مغازی پر



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جو خاص مدینے کے فنون تھے اور پھر حدث پر بھی اپنا قبضہ جمالیا [1]

علم السیرۃ کا مدینہ میں فروغ پانا طبعی تقاضا تھا کیونکہ یہ دعوت اسلامیہ کا وطن اصلی رہا ہے اور یہیں سے اسلام پھیلا۔ اس لیے سیرۃ نے بھی مدنی لباس پہن لیا اور ان خصوصیات کی حامل ہوگئی جو اہل حجاز سے منسوب ہیں، یعنی حدیث کی طرف ان کا میلان۔ اور نقد سے زیادہ روایت پر زور۔ عباسی عہد کے آغاز میں مدنی علمائے سیرۃ کے حریف پیدا ہونے لگے یہ لوگ نہ صرف بغداد، بصرہ اور کوفہ میں تھے بلکہ مصر میں بھی تھے۔ یہ طبقہ ہر چند سیرۃ ابن اسحاق سے متاثر تھا جو اہل مدینہ کے میلان کی نمائندہ ہے لیکن عراقی رجحان نے بہت جلد فوقیت حاصل کرلی جو نقد، ایجاد اور عقلیت پسندی کی طرف مائل تھا اور جہاں ان روایات ماثورہ کی چھان پھٹک عقل کی چھلنی میں کی جاتی تھی جو اہل مدینہ کی کتابوں میں پائی جاتی تھیں۔[2]

## سیرت و مغازی تدوین سے قبل

جن اسلامی علوم وفنون کی ابتداء مدینہ منورہ سے ہوئی، ان میں حدیث اور فقہ کی طرح سیر ومغازی کا علم بھی شامل ہے۔ اور ایسا ہونا بڑا فطری تھا کیونکہ مدینہ میں ہی جہاد فرض ہوا، یہیں سے غزوات و سرایا کی مہمات روانہ ہوتی تھیں اور یہیں واپس آتی تھیں، یہ ہزاروں صحابہ مدینہ ہی میں مقیم ہوتے تھے اور سیرو مغازی کے واقعات بیان کرتے تھے۔

عہد رسالت میں مدینہ منورہ میں صحابہ کی تعداد ہزارہا تھی۔ غزوہ تبوک، جو عہد رسالت کا آخری غزوہ تھا اس کے شرکاء کی تعداد کا اندازہ تیس ہزار لگایا گیا ہے[3] ایک اندازہ کے مطابق جب رسول اللہ ﷺ نے انتقال فرمایا تو ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام مملکت کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان میں سے وصال نبوی کے وقت عین مدینہ منورہ میں تیس ہزار صحابہ موجود تھے۔[4]



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ان ہی حضرات نے مدینہ میں سیرو مغازی کی روایت کی، اور غزوات و سرایا کی کیفیات و واقعات بیان کئے۔ بیشتر اصحاب حدیث بیان کرنے میں محتاط تاہم جنگوں کے واقعات کی روایت کرنے میں سہولت محسوس کرتے تھے۔ کچھ حضرات خاص خاص واقعات کی روایت کرتے تھے، اور لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوکر خاص طور سے یہ واقعات سنا کرتے تھے۔ حضرت صہیب بن سنان رومی، جو تقریباً تمام غزوات میں رسول اللہ کے ساتھ شریک ہوئے تھے، جب لوگ ان سے حدیث کے بارے میں سوال کرتے تو وہ کہا کرتے ۔''میں رسول اللہ کی حدیث بیان نہیں کروں گا البتہ اگر تم لوگ چاہو تو آپ کے غزوات اور اسفار بیان کروں۔'' ۵

بہت سے صحابہ غزوات میں اپنے اور دوسروں کے خاص خاص واقعات بیان کیا کرتے تھے مثلاً طلحہ بن عبید اللہ غزوہ احد کے واقعات بیان کرتے تھے۔ ۶ حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف، غزوہ بدر میں معاذؓ اور معوذؓ کے ہاتھوں ابوجہل کی ہلاکت کا واقعہ نہایت اچھے انداز سے روایت کرتے تھے۔ اور اس واقعہ کے خاص راوی تھے یہاں تک کہ ان کی اولاد اس واقعہ کو خاندانی روایت کے طور پر بیان کرتی تھی اور اہل علم اس کو لکھتے تھے ۔ ۷

جنگوں سے ہٹ کر دیگر واقعات کی روایت بھی بعض اوقات خاص خاص اصحاب ہی کرتے تھے، باقی سب ان سے سمع کرنے جاتے تھے مثلاً حضرت عائشہ صدیقہ سے واقعہ افک کی طویل روایت کو سن کر نقل کرنے والوں میں ان کے بھانجے عروہ بن زبیر، سعید بن مسیب، علقمہ بن وقاص، اور عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے کی ہے۔ ۸

حضرت عقیل بن ابوطالبؓ قبیلہ قریش کے انساب و ایام العرب کے سب سے بڑے عالم مانے جاتے تھے۔ لوگ ان سے مسجد نبوی میں اس کی تعلیم حاصل کرتے تھے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور وہ نہایت اہتمام سے تکیہ لگائے ہوئے لوگوں کو معلومات فراہم کرتے تھے۔ ان کے حال میں لکھا ہے۔"وہ قریش کے سب سے بڑے عالم انساب اور قریش کی جنگوں کے سب سے بڑے عالم تھے۔ مسجد نبوی میں ان کے لیے خاص طور سے تکیہ رکھا جاتا تھا اور لوگ ان کے پاس جمع ہوکر نسب اور ایام العرب کا علم حاصل کرتے تھے۔" ۹

مدینہ میں حضرت عروہ بن زبیر کی مستقل درسگاہ "کتّابِ عروہ" کے نام سے مشہور تھی، اسی میں وہ درس دیا کرتے تھے، یہ درسگاہ مسجدِ نبوی کے باب السلام اور مصلی (مسجد غمامہ) کے درمیان مسجد بنی زریق کے قریب واقع تھی، اس علاقہ میں حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبدالرحمٰن بن حارث کے مکانات تھے اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارثؓ کے مکان کی ایک کھڑکی "کتّابِ عروہ" کی طرف کھلتی تھی۔ ۱۰

مدینہ میں مغازی کی مشہور درسگاہ حضرت عبداللہ ابن عباس کی مجلسِ درس تھی۔ اس میں علم المغازی پر درس کا دن مقرر تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس اپنی مجلسِ درس میں ایک دن صرف فقہ، ایک دن تفسیر، ایک دن مغازی ایک دن شاعری اور ایک دن صرف ایام العرب بیان کرتے تھے۔ لوگ اپنی پسند اور ضرورت کے اعتبار سے ان مجالس میں شریک ہوتے تھے۔ سیر اعلام النبلاء کی ایک روایت جو قاضی اطہر مبارک پوری نے اپنی کتاب تدوین سیر و مغازی میں بیان کی ہے ۱۱۔ اس کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ عبداللہ بن عباس کی یہ علمی مجلس عموماً شام میں منعقد ہوا کرتی تھیں، شائد اس لیے کہ دن میں لوگ امور معیشت میں مصروف ہوتے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص اپنے لڑکوں کو مغازی کی تعلیم دے کر غزوات میں ثابت قدمی، بہادری اور جوانمردی کی دعائیں یاد کراتے تھے اور اسلامی غزوات کو آبائی شرف بتا کر ان کو یاد رکھنے کی تلقین فرماتے تھے۔ ان کے ایک بیٹے محمد بن سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے "ہمارے والد ہم لوگوں کو مغازی اور سرایا کی تعلیم دیتے تھے اور کہتے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تھے کہ اے بیٹو یہ تمہارے آباء اجداد کا شرف ہیں۔ تم لوگ ان کو یاد رکھو، ضائع نہ کرو۔'' ۲۱؎

الغرض مغازی کی اہمیت کے پیش نظر ان کی تعلیم و تدریس کے لیے مستقل مجلسیں اور مخصوص حلقہ درس قائم ہوتے تھے، جن میں صرف سیر و مغازی کا بیان ہوتا تھا۔ امام محمد بن شہاب زہری علم المغازی کو ''خیرالدنیا والآخرۃ'' کہا کرتے تھے اس لیے سیر ومغازی کی تعلیم کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا اور ان واقعات کو لوگ حفظ بھی کرتے، حصول معلومات کے لیے متعلقہ علماء سے سوالات بھی کرتے اور بغرضِ تحقیق بعض اوقات اس کے لیے سفر بھی کرتے۔

حضرت علی کے پانچ سالہ دور کو چھوڑ کر خلافتِ راشدہ کا تمام زمانہ اور بنوامیہ کا تقریباً پورا دور اسلامی فتوحات کا شاندار دور ہے، جب جہاد کی گرم بازاری تھی، اور اسلام کا پیغام مشرق و مغرب میں پہنچایا جارہا تھا۔ ان جنگوں میں صحابہ کرام کی کثیر تعداد شریک ہوتی تھی جو میدان جنگ میں موقع محل کے اعتبار سے رسول اللہ کے مغازی کے واقعات اور سیر کے اصول و احکام بیان کیا کرتے تھے۔ اس طرح مدینہ کے اندر ہی نہیں مملکت کے طول وعرض میں سیر و مغازی کے تذکرے پھیلتے چلے گئے، چنانچہ عہد نبوی کے غزوات و سرایا میں شرکت کرنے والے صحابہ بعد میں یا بغرض جہاد یا بغرض تعلیم مفتوحہ ممالک میں پھیل گئے اور اپنے اپنے مقام پر اپنے اپنے حلقہ درس میں دینی علوم کے ساتھ سیرت و مغازی کو بھی بیان کرنے لگے۔

مدینہ منورہ کی معاشرتی وعلمی زندگی کا یہ بڑا تابناک پہلو ہے کہ وہاں انصار و مہاجرین، ان کی اولاد اور اعیان واشراف کی مجلسیں بپا ہوا کرتی تھیں۔ بہت سے اہل علم کی انفرادی مجلسیں منعقد ہوتی تھیں جن میں مختلف موضوعات پر دینی وعلمی مذاکرے ہوتے تھے۔ ان میں سیرت اور مغازی کے بھی تذکرے ہوتے تھے۔ فن مغازی کے حوالے سے جن جلیل القدر علماء کی محفلیں جمتی تھیں ان میں عروہ بن زبیر (م ۹۴ھ) ، ابان بن عثمان

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



(م ۱۰۵ھ) عاصم بن عمر بن قتادہ (م ۱۲۰ھ)، محمد بن مسلم بن شہاب زہری (م ۱۲۴ھ)، شرحبیل بن سعد (م ۱۲۳ھ)، عبدالملک بن ابوبکر بن حزم انصاری (م ۱۵۱ھ) اور عبداللہ بن جعفر (م ۱۷۰ھ) کے نام اہم ہیں۔ یہ ہمعصر و ہموطن علمائے سیر ومغازی یکجا بیٹھ کر مذاکرے کرتے، اور سننے والے اپنے اپنے ظرف، حوصلہ اور ذوق کے مطابق حصہ لیتے، مروان بن حکم اپنے دور امارت میں مدینہ منورہ کے علمائے صحابہ و تابعین کی مجلسیں منعقد کرکے ان سے استفادہ کرتا تھا، اور ان سے امور مملکت کے بارے میں مشورہ کرکے ان کے فیصلے پر عمل کرتا تھا۔ ۱۳

ان فکری مجالس میں مدینہ منورہ کی ''مجلس القلادۃ'' بہت مشہور تھی جس میں عبداللہ بن عباس، عبید اللہ بن عدی بن خیار، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن ابو ربیعہ مخزومی، ابو یسار بن عبدالرحمٰن ابن عبید اللہ، موسیٰ بن طلحہ بن عبیداللہ، عبدالرحمٰن بن عبدقاری جیسے پایہ کے صحابہ و تابعین اس مجلس میں شریک ہوتے تھے، اسی لیے اس کا نام ''مجلس القلادہ'' تھا۔ یہ مجلس روزآنہ رات کو منعقد ہوتی تھی۔ کسی زمانے میں حضرت معاویہ بھی اس کے رکن تھے۔ جب وہ شام چلے گئے تو مدینہ سے آنے والوں سے مجلس القلادہ کے بارے میں خاص طور پر پوچھا کرتے تھے اور کہتے تھے۔ ''جب تک مجلس قلادہ قائم رہے گی، مدینہ آباد رہے گا'' ۱۴ مروان بن حکم کے دورامارت کے دوران ایک ناگوار واقعہ کے بعد یہ مجلس ہمیشہ کے لیے بند گئی۔ ۱۵

مجلس قلادہ کی طرح مدینہ کے قریب وادی عقیق میں ایک مجلس، قصر اسحاق بن ایوب مخزومی میں منعقد ہوتی تھی اس میں مدینہ اور وادی عقیق کے اہل علم وفضل اور ارباب مجد وشرف جمع ہوکر مختلف موضوعات پر کھل کر بحث و مباحثہ کرتے تھے، ان میں منذر بن عبداللہ بن منذر قرشی اسدی، عمران بن موسیٰ بن عمران، محمد بن طلحہ بن عمیر، صالح بن محمد بن مسور، مفتی بن عبداللہ بن عنبسہ، عبدالمجید بن علی لیثی، محمد بن صالح ازرق

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بزار مولی بن فہر شریک ہوتے تھے۔ بعض اوقات یہ مجلس کئی کئی دنوں تک قائم رہتی تھی، اس میں دیگر مباحث و موضوعات کی طرح موقع محل کی مناسبت سے سیر و مغازی پر بھی مذاکرہ ہوتا تھا۔ ١٦

مردوں کی محافل و مجالس کے علاوہ خواتین بھی ان علمی سرگرمیوں میں پیچھے نہیں تھیں وہ بھی سیر و مغازی کے تذکرے اور اس بارے میں بحث و تحقیق میں حصہ لیتی تھیں ابتداء میں عورتوں کو غزوات میں شرکت کی اجازت نہیں تھی، قبیلہ بنو قضاعہ کی ایک صحابیہ حضرت ام کبشہ نے رسول اللہ سے غزوہ میں شرکت کی اجازت چاہی تو آپ نے اجازت نہیں دی اور فرمایا ''تم بیٹھ جاو، لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد عورت کو لے کر جنگ کرتے ہیں۔'' ١٧ اس لیے ابتدائی غزوات میں صحابیات کی شرکت نہیں ہوسکی، مگر غلبہ اسلام کے بعد ان کو اس کی اجازت مل گئی اور عورتیں جہاد میں عام طور سے زخمیوں اور مریضوں کی خدمت کرتی تھیں، پانی پلاتی تھیں۔ بعض صحابیات نے جہاد میں حصہ لے کر بہادرانہ خدمات انجام دیں، ان مجاہدات و غازیات نے بعد میں اپنے واقعات بیان کئے، ان کی تحقیق کی، ان سے سوالات کئے گئے اور جب سیر و مغازی کی تدوین کا دور آیا تو ان کی روایات سے کام لیا گیا۔ حضرت امیہ بنت قیس غفاریہ، جو غزوہ خیبر میں شریک تھیں، اس کے واقعات بیان کرتی تھیں، اسی طرح حضرت ام عمارہ نسیبہ بنت کعب بن عمرو غزوہ احد میں شریک تھیں، زخم بھی کھائے تھے، وہ اس کے واقعات بیان کرتی تھیں اسی طرح سے سیدہ عائشہ صدیقہ کا حجرہ مبارک متصل مسجد نبوی بذات خود ایک بہت بڑا مدرسہ تھا جہاں سے اکابرین نے علم حاصل کیا، حضرت عائشہ کے دوسو سے زائد شاگردوں میں اڑتیس خواتین تھیں۔ ١٨

المختصر بحث کو سمیٹتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب مدینہ منورہ میں اسلام پھیلا تو گھر گھر تفسیر، حدیث، فقہ اور مغازی کے چرچے ہونے لگے۔ مسجد نبوی میں اس حوالے



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے حلقہ ہائے درس قائم تھے، نجی محافل و مجالس میں بھی علوم دینیہ کا چرچا تھا مدینہ چونکہ مسلمانوں کی سیاسی قوت کا مرکز بھی تھا اور عہد رسالت وخلافت راشدہ میں (حضرت علی کے دور کو چھوڑ کر) یہیں سے جنگوں کے لیے فوجیں روانہ ہوتی تھیں، بعض اوقات یہیں واپسی ہوتی تھی، غنائم مدینہ ہی لائے جاتے تھے، اکناف عالم میں سیاسی احکامات اور دینی فتووں کا اجراء یہیں سے ہوتا تھا لہذا مدینہ اس دور میں علمی سرگرمیوں کا مرکز ومحور رہا۔ اسی دور میں اہل مدینہ کی معاشرتی زندگی میں ایک تبدیلی اور آئی اور وہ یہ کہ فتوحات کی کثرت کی وجہ سے ، غنائم میں کثرت ہوئی، جس کی وجہ سے عام شہریوں تک خوشحالی در آئی، اور مدینہ میں فارغ البالی کا دور دورہ ہوگیا۔ معاشی استحکام، علمی مشاغل میں اضافے کا باعث بنتا ہے، لہذا مدینہ سے متصل ، وسیع وعریض وادی عقیق میں صحابہ کی بعض اولادوں نے قصر اور محلات تعمیر کرا لیے تھے، انہی میں عروہ بن زبیر کے محلات بھی تھے ۱۹ ، جہاں علمی ، ادبی اور شعری محافل منعقد ہوا کرتی تھیں حضرت علی اور اموی دور میں اگرچہ مسلمانوں کا سیاسی مرکز پہلے کوفہ ازاں بعد دمشق منتقل ہوگیا تھا لیکن مدینہ منورہ کی علمی برتری، اس کے بعد بھی قائم رہی ، اور یہیں سے احکام و فتاوی ، صحابہ کی مجلس ۲۰ میں طے ہوکر تمام دنیائے اسلام میں بھیجے جاتے تھے۔

www.KitaboSunnat.com



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


# حواشی وحوالہ جات (باب سوم، فصل اوّل)

۱۔ جواد علی، ڈاکٹر، تاریخ طبری کے ماخذ، ص ۲۳ (مترجم نثار احمد فاروقی) (دوست ایسوسی ایٹ، لاہور، ۱۹۹۸ء)۔

۲۔ ایضاً، ص ۲۰۔

۳۔ ابن سعد، طبقات الکبریٰ جلد ۲، ص ۲۲۳۔

۴۔ اطہر مبارک پوری، تدوین و سیر مغازی، ص ۱۶۷۔

۵۔ ابن سعد، طبقات الکبریٰ جلد ۳، ص ۲۲۹۔

۶۔ اطہر مبارک پوری، ص ۳۴ (بحوالہ بخاری 'صحیح بخاری' 'کتاب الجہاد و السیر')۔

۷۔ ایضاً (بحوالہ کتاب المغازی، باب قتل ابی جہل جلد ۳، ص ۴)۔

۸۔ اطہر مبارک پوری، تدوین و سیر مغازی، ص ۳۵۔

۹۔ اُسد الغابہ جلد ۳، ص ۴۲۳۔

۱۰۔ اطہر مبارک پوری، تدوین سیر و مغازی، ص ۸۳ (بحوالہ وفاء الوفاء، جلد ۳، ص ۷۹۳)

۱۱۔ ایضاً، ص ۸۴۔

۱۲۔ ایضاً، ص ۴۸۔

۱۳۔ طبقات الکبریٰ، جلد ۵، ص ۴۳۔

۱۴۔ ابن حبیب بغدادی، کتاب المنمق، ص ۴۴۵، تا ۴۴۹۔

۱۵۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حسب معمول ایک رات یہ مجلس جمی ہوئی تھی۔ باتوں باتوں میں مہاجرین اور قریش کا تذکرہ آیا، ایک صاحب نے بعض قریشی لوگوں کا ذکر مبالغہ آمیز انداز میں کیا، اس کے جواب میں دوسرے صاحب نے کہا کہ اہل قریش کا، مہاجرین کے ساتھ کیا مقابلہ؟ خدا کی قسم اہل قریش تو موالی (یعنی آزاد کردہ غلام) ہیں، جن کو (فتح مکہ کے موقع پر) مہاجرین نے گھیرے میں لینے کے بعد آزاد کر دیا ہے، اس



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



موقع پر رسول اللہ نے اہل قریش سے فرمایا تھا کہ ''لاتثریب علیکم الیوم، انتم الطلقاء'' (آج تم پر کوئی ملامت نہیں، تم سب آزاد ہو)۔ مروان بن حکم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو نماز فجر کے بعد منبر پر بیٹھ کر کہنے لگا کہ کہاں ہے وہ شخص جس نے امیر المومنین (یعنی حضرت معاویہ) کو غلام بتایا ہے، اور سخت دھمکی دی۔ یہ معاملہ حضرت عائشہ صدیقہ تک پہنچا انہوں نے فرمایا افسوس مروان اس بات کا انکار کررہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو اپنے قبضہ میں لینے کے بعد ان کی جان کو ان ہی کو ہبہ کردیا ہے۔

مروان نے اس واقعہ کی پوری تفصیل حضرت معاویہ کو لکھ بھیجی، اور انہوں نے اس کے جواب میں لکھا فَسَدَ واللہ مجلسُ القلادۃ، لعن اللہ مروان اور یہی ہوا کہ اس ناگوار واقعہ کے بعد مجلس قلادہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی۔ (ابن حبیب بغدادی 'کتاب المنمق'، ص ۴۴۵ تا ۴۴۹)

۱۶۔ اطہر مبارک پوری 'تدوین سیرو مغازی'، ص ۷۱۔

۱۷۔ ابن سعد، طبقات الکبریٰ جلد ۸، ص ۳۰۸۔

۱۸۔ محمد عبدالمعبود 'تاریخ المدینہ منورہ'، ص ۲۶۸ (مکتبہ رحمانیہ، لاہور)

۱۹۔ عروہ بن زبیر کے محلات کے باقیات اب بھی وادی عقیق میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ ۲۰۰۷ء میں جب راقمہ دوسرے حج کے لیے گئی تو ان باقیات کا مشاہدہ کیا تھا۔

۲۰۔ اس حوالے سے مدینہ کے سات فقہاء پر مشتمل ایک کمیٹی تھی جو ''فقہائے سبعہ مدینہ'' کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے۔ مدینہ کی فقہ انہی فقہائے سبعہ کی علمی مجلسوں کے نتائج بحث ہیں۔ ان ساتوں فقہا کے ناموں کے لیے رجوع کیجئے، اسی کتاب کا باب اول حاشیہ نمبر ۱۱۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



باب سوم: فصل دوم

# سیرت و مغازی پر اولین کتب کی تدوین

جیسا کہ پچھلی فصل میں تذکرہ کیا گیا کہ صحابہ اور تابعین کے زمانے میں سیر و مغازی کا تذکرہ مسلمانوں کا محبوب مشغلہ تھا۔ وہ طرح طرح سے اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، باتوں بات میں، عمومی اور خصوصی مجلسوں میں، مساجد کے حلقہ ہائے درس میں اور میدان جہاد میں ان کا ذکر کرتے، غزوات کے مقامات و مشاہد اور مقابر کی زیارت کرتے۔ یوں تو مغازی و سیر کا چرچا، مکہ مکرمہ، بصرہ، کوفہ اور شام وغیرہ میں بھی تھا لیکن مدینہ اولین مدرسۃ المغازی تھا۔ جس طرح سے علوم القران اور حدیث کا آغاز مدینہ طیبہ سے ہوا اسی طرح سیر و مغازی کا اولین مرکز بھی مدینہ ہی تھا، لہذا بڑی فطری سی بات ہے کہ سیر و مغازی کی ابتدائی کتب کی تدوین بھی مدینہ میں ہی ہوئی۔

عہد خلافت راشدہ میں تکثیر روایت سے روکا گیا تھا تاکہ لوگ قران کو چھوڑ کر احادیث کی طرف نہ جھک جائیں [1]، لیکن غزوات و سرایا کے بیان کے لیے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کیے گئے۔ جیسا کہ پہلے بھی تذکرہ کیا گیا کہ خلافت راشدہ اور خلافت بنوامیہ کا تقریباً پورا دور اسلامی فتوحات سے پر تھا، اس دور میں مسلمانوں میں ایمانی حرارت اور جذبہ جہاد کے بقاء و تحفظ کے لیے غزوات کے واقعات اور ان سے متعلق احکام و مسائل زیادہ سے زیادہ بیان کیے جاتے تھے اور ان سے تشویق و ترغیب کا کام لیا جاتا تھا۔ علم مغازی کی یہی اہمیت و افادیت، اس کی باقاعدہ تدوین کا باعث ہوئی اور پہلی



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


صدی ہجری کے نصف ثانی ہی میں مدینہ منورہ میں اجلہ تابعین نے کتاب المغازی کے نام سے کم از کم تین کتابیں لکھیں ۔ اس کے بعد دوسری صدی کی ابتداء میں احادیث کے جمع و ترتیب کا کام شروع ہوا، اور دوسری صدی ہجری کے نصف میں پورے عالم اسلام میں فقہی ترتیب پر کتابیں تصنیف کی گئیں۔ گویا احادیث کی تدوین سے تقریباً سو سال پہلے سیر ومغازی پر کتابیں لکھی جاچکی تھیں۲۔

متقدمین سیرت نگاروں کے حوالے سے ہم سیر ومغازی کی تدوین کے دو ادوار متعین کر سکتے ہیں۔

۱۔ **دورِ اول** : پہلا دور پہلی صدی ہجری کے نصف آخر سے دوسری صدی ہجری کے وسط تک ہے۔ اس دور میں مغازی اور سیرت پر لکھنے والے زیادہ تر محدثین اور فقہائے مدینہ تھے۔اس دور میں سیرت اور مغازی کی ابتدائی کتب لکھی جاچکی تھیں لیکن سیرت کو حدیث سے جدا کرنا دشوار تھا۔

۲۔**دورِ ثانی**: دوسرا دور، دوسری صدی ہجری کے وسط سے شروع ہوتا ہے اور تیسری صدی ہجری کے اواخر تک جاتا ہے۔ اس میں تصنیف و تالیف کا باقاعدہ سلسلہ چلا، علیحدہ علیحدہ موضوعات پر کتابیں لکھی گئیں۔ اور سیرت پر اہم تصانیف منظر عام پر آئیں۔اس دور میں سیرت نگاری فنی طور پر سامنے آئی۔ سیرت نگاری کا علیحدہ تشخص قائم ہوا اسی دور میں رفتہ رفتہ سیرت اور حدیث کے راستے جدا ہونے لگے۔

مدینہ میں دور اول کے اولین سیرت نگاروں میں حضرت ابان بن عثمان ، حضرت عروہ بن زبیر اور حضرت ابن شہاب زہری کا نام لیا جاتا ہے۔ ذیل میں تالیف و صاحب تالیف کا تفصیلی تذکرہ کیا جاتا ہے۔

## ۱۔ حضرت عروہ بن زبیر اور ان کی کتاب المغازی:

حضرت عروہ بن زبیر ، حضرت اُبان بن عثمان اور حضرت ابن شہاب زہریؒ


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ کے یہ تین ہمعصر مصنفین مغازی ہیں، ان کے بارے میں حتمی طور پر یہ کہنا کہ سیرت و مغازی کی پہلی کتب کس نے لکھی تھی دشوار ہے، تاہم اتنا معلوم ہوسکتا ہے کہ عروہ بن زبیر (م ۹۴ھ) اور اُبان بن عثمان (م ۱۰۵ھ) نے سب سے پہلے مغازی پر کتابیں لکھیں اور محمد بن شہاب زہری (م ۱۲۴ھ) نے ان کے بعد کتاب لکھی۔ بعض قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ عروہ بن زبیر کو، کتاب المغازی لکھنے کے حوالے سے اُبان بن عثمان پر اولیت حاصل ہے۔[۳]

ابو عبداللہ عروہ بن زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد قرشی اسدی مدنی (م ۹۴ھ) کے والد حضرت زبیر بن العوام، حواریٔ رسول، عشرہ مبشرہ اور اصحاب شوریٰ میں سے تھے۔ عروہ ۲۳ھ/ ۶۴۳ء اور ۲۹ھ/ ۶۴۹ء کے درمیان پیدا ہوئے۔ حضرت ابو بکر صدیق کے نواسے تھے، حضرت عبداللہ بن زبیر کے چھوٹے بھائی تھے اور عمر میں ان سے تقریباً تیس سال چھوٹے تھے۔ آپ کو زبردست خاندانی وجاہت حاصل تھی اور کئی حوالوں سے خاندان نبوی سے قرب و اتصال حاصل تھا۔

انہوں نے جنگ جمل (۳۶ھ) میں شرکت نہیں کی۔ جس میں ان کے والد شہید ہوئے تھے۔ اس لیے کہ یہ اس وقت صرف دس سال کے تھے سات سال (۵۸ھ تا ۶۵ھ) مصر میں گذارے۔ جب امویوں نے مکہ مکرمہ کا محاصرہ کیا تو اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن زبیر کے ساتھ تھے لیکن ان کی شکست کے بعد وہ عبدالملک بن مروان کے پاس شام چلے گئے۔ عبدالملک سے ان کی سسرالی رشتہ داری بھی تھی وہ اس طرح سے کہ عبدالملک بن مروان کے والد مروان بن حکم کی ایک بہن ام یحییٰ بنت الحکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس۔ عروہ بن زبیر کی ایک بیوی تھیں[۴]۔

اس کے علاوہ خلیفہ بننے سے قبل جبکہ عبدالملک بن مروان اپنے والد مروان بن حکم کے ساتھ مدینہ میں رہائش پذیر تھا تو اس کی عبداللہ ابن زبیر، مصعب ابن زبیر اور



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عروہ بن زبیر سے خاصی دوستی تھی۔ اسی دوستی کے پیش نظر جب عبداللہ ابن زبیر اپنے مقصد میں ناکام ہو کر قتل ہو گئے تو عروہ بن زبیر (۷۳ھ) میں سیدھے عبدالملک کے دربار میں پہنچ گئے۔ قبل اس کے کہ حجاج بن یوسف سے خلیفہ عبدالملک کو عبداللہ ابن زبیر کی شکست اور قتل کی اطلاع ملتی۔ عروہ، عبدالملک کے پاس پہنچے، عبدالملک نے ان کا خیر مقدم کیا، انہی نے عبدالملک کو اپنے بھائی عبداللہ ابن زبیر کے قتل اور شکست کی اطلاع دی، اوران کو بتایا کہ حجاج بن یوسف نے عبداللہ ابن زبیر کی لاش کو سولی دی ہوئی ہے، ان کی درخواست پر عبدالملک نے حجاج کو حکم بھجوایا کہ عبداللہ کی لاش سولی پر سے اتار لی جائے، عبدالملک نے عروہ بن زبیر کو آمان بھی عطا کی، اس کے بعد عروہ مدینہ واپس آ گئے، حجاج نے عبداللہ کی لاش سولی سے اتار کر ان کی والدہ اسماء بنت ابی بکر کے حوالے کر دی تھی۔ عروہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین عمل میں لائی گئی۔ [۵]

عروہ بن زبیر دوسری بار دمشق ۸۶ھ میں گئے جب ولید بن عبدالملک تخت خلافت پر بیٹھا، اس وقت ان کے ہمراہ ان کا بیٹا محمد (جن کی ماں ام یحییٰ بنت حکم بن ابی العاص تھیں) اوران کا ایک دوست شاعر اسماعیل بن یسار بھی تھا۔ اس سفر میں انہیں دو مصیبتیں پہنچی، ایک یہ کہ ان کی ٹانگ زہر پھیل جانے کی وجہ سے کاٹنی پڑی دوسرے ان کا بیٹا محمد، شاہی اصطبل میں گر پڑا اور گھوڑے نے انہیں سم مار مار کر ہلاک کر دیا۔

عروہ بن زبیر نے سیاست سے کنارہ کش رہ کر فقہ، حدیث اور علم المغازی میں کمال حاصل کیا۔ انہوں نے بہت سے صحابہ اور صحابیات سے حدیث کی روایت کی اور تفقہ کی تعلیم اپنی خالہ، حضرت عائشہ سے حاصل کی ۔ وہ فقہ اور فتویٰ میں حضرت زید بن ثابت کے بارہ مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔

جیسا کہ گذشتہ فصل میں بھی لکھا گیا، ان کا ایک مدرسہ ''کتابِ عروہ'' کے نام سے مسجد غمامہ کے قریب تھا، اسی کے پاس مسجد بنی زریق بھی تھی یہاں آپ لوگوں کو تعلیم

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دیا کرتے تھے۔ عروہ بن زبیر کی ملکیت میں وادئی عقیق میں قصر عروہ اور بیئر عروہ کے علاوہ شاندار نخلستان اور باغات تھے، اپنے دور کے فتنوں سے دور رہ کر زہد و تقویٰ کی زندگی بسر کی۔ ۶۳ھ میں مدینہ منورہ میں واقعہ حرہ پیش آیا، اس سے قبل ۶۱ھ میں حادثہ کربلا پیش آیا، مگر ان حوادث وفتن میں ان کا نام نظر نہیں آتا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس عرصہ میں وہ مصر میں مقیم تھے البتہ واقعہ حرہ میں ان کی کئی کتابیں جل گئیں تھیں۔ جو ان کے مدینہ والے گھر میں رہی ہوں گی۔

ہشام بن عروہ بیان کرتے تھے کہ ان کے والد نے اپنی بہت سی فقہ کی کتابیں یوم الحرہ میں جلا دی تھیں جن کا ان کو عمر بھر افسوس رہا ۶۔ یہ بات محل نظر ہے کیونکہ اس وقت عروہ مصر میں تھے۔ واقعہ حرہ کے وقت عروہ بن زبیر کی عمر چالیس سال تھی، اس مدت میں انہوں نے جو کتابیں لکھیں یا جمع کیں اس میں کتاب المغازی بھی رہی ہوگی جس کی تدوین ۶۳ھ سے پہلے ہو چکی تھی اور جس کی خبر عبدالملک بن مروان کو تھی ۷۔

حضرت عروہ کا شمار مدینہ کے سات ممتاز فقہا "فقہائے سبعہ مدینہ" میں ہوتا تھا۔ وہ محدث بھی تھے اور اپنے تلامذہ سے احادیث اور صدر اسلام کے بہت سے واقعات بیان کیا کرتے تھے۔ ابن اسحاق، واقدی اور طبری نے ان کی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ وہ سیرت رسول اللہ کے قدیم ترین مصنف بھی تھے اور سیرت و مغازی کے متعلق لوگوں کے سوالات کے جوابات اپنی جمع کردہ احادیث سے دیا کرتے تھے ۸۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان بذریعہ خطوط رسول اللہ کی سیرت مغازی کے حوالے سے آپ سے سوالات پوچھا کرتا تھا۔ اس کے جواب میں آپ جو تفصیلات بیان کرتے تھے، انہی کو آپ نے بعد میں کتابی شکل میں مرتب کر لیا تھا۔ عبدالملک کے سوالات اور عروہ کے جوابات کا تعلق زیادہ تر غزوات سے ہے۔ عروہ نے ان واقعات کو بیان کرنے میں سند کی سختی سے پابندی نہیں کی بلکہ واقعات کو سلسلہ وار بیان کر دیا ہے، مگر جن واقعات



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کا تعلق غزوات سے نہیں ہے مثلاً آغاز وحی، ہجرت حبشہ وغیرہ، ان کے اندر سند کا اہتمام کیا گیا ہے۔ ہجرت نبوی کے بیان میں بھی انہوں نے یہ واضح کردیا ہے کہ انہیں یہ معلومات حضرت عائشہ سے حاصل ہوئی تھیں، علاوہ ازیں وہ تحریری دستاویزات کو بھی اپنا ماخذ بنا لیتے تھے، مثلاً انہوں نے کوشش کرکے، رسول اللہ کے اصل خطوط حاصل کیے جو آپ نے اہل ہجر، ذراعہ بن ذی یزن، اور عبداللہ بن جحش کو ارسال فرمائے اور انہیں جوں کا توں نقل کیا۹

عروہ بن زبیر کی 'کتاب المغازی' کو آپ کے کئی تلامذہ نے آپ سے روایت کیا جن میں ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن جو ''یتیم عروہ'' کی نسبت سے مشہور تھے، اس کتاب کے خاص راوی اور معلم تھے۔ بعض اوقات ''کتاب المغازی'' کی نسبت، اس عہد کے عام رجحان کے مطابق ابوالاسود کی طرف بھی کردی جاتی ہے مگر اس سے حضرت عروہ بن زبیر کی کتاب المغازی مراد ہوتی ہے۔ اصل میں عروہ بن زبیر کی ''کتاب المغازی'' کی روایت، ابوالاسود نے اس طرح کی کہ اس میں اپنے دیگر طرق واسناد سے روایتیں بیان کیں، اور اس کی حیثیت مستقل کتاب کی ہوگئی۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے امام مالک کی کتاب الموطاء کے متعدد نسخے پائے جاتے ہیں اور اپنے اپنے مرتبین کے نام سے مشہور ہیں، کیونکہ ان کے تلامذہ نے ان کی کتاب الموطاء میں دوسرے طرق سے بھی احادیث جمع کیں۔ المختصر ابوالاسود یتیم عروہ کی جو 'کتاب المغازی' مشہور ہے وہ انہی عروہ بن زبیر کی ''کتاب المغازی'' ہے۔ اس کتاب کے حوالے کتب سیرت و حدیث میں جابجا ملتے ہیں خصوصاً حافظ ابن حجر نے کتاب المغازی 'فتح الباری' میں اس سے استفادہ کیا ہے اس کتاب کا ذکر ابن الندیم کے علاوہ ذہبی ۱۰ سخاوی ۱۱ اور حاجی خلیفہ ۱۲ نے بھی کیا ہے۔

عروہ بن زبیر کی 'کتاب المغازی' گو اصل شکل میں ہمارے سامنے موجود نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے مگر ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی نے مغازی کے حوالے سے حضرت عروہ کی مرویات کو ابوالاسود کی روایت سے جمع کیا ہے۔ اور ''مغازیٔ عروہ بن زبیر'' کو دوبارہ مرتب کردیا ہے، اس کا اردو ترجمہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور سے شائع ہوچکا ہے[13] یہ کتاب مختصر مگر مستند اور مربوط ہے اور اس سے عروہ بن زبیر کے منطقی اور تجزیاتی اندازِ فکر کا ثبوت مہیا ہوتا ہے کہ انہوں نے ہر واقعہ بیان کرنے سے قبل اس کا پس منظر بھی بیان کیا ہے۔ مثلاً غزوہ بدر سے پہلے مسلمانوں اور قریش کی چپقلش کا مختصر بیان اور ہجرت حبشہ کا واقعہ روایت کرنے سے پہلے ان حالات کا ذکر جو اس واقعہ کا سبب بنے، انہوں نے اپنی کتاب المغازی میں واقعات کی ترتیب میں تاریخی تسلسل کو ملحوظ رکھا۔ ان کی یہ کتاب بعد کے سیرۃ نگاروں کے لیے اہم نمونہ ثابت ہوئی۔عروہ کا انتقال ۹۴ھ میں الضرع کے پاس اپنی جاگیر مجاح میں ہوا۔ اس سال کو فقہا کی کثرت وفات کی وجہ سے ''سنۃ الفقہاء'' کہا جاتا ہے۔[14]

## ۲۔حضرت اُبان بن عثمان اور ان کی کتاب المغازی:

سیرت اور مغازی کے موضوع پر کتابیں تالیف کرنے والے ابتدائی سیرت نگاروں میں دوسرا نام ابوسعید اُبان بن عثمان (۲۰ھ۔ ۱۰۰ھ) کا آتا ہے۔ آپ تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان ابن عفان کے بیٹے تھے، ان کی والدہ ام عمرو بنت جندب تھیں۔ ابن سعد کے مطابق تابعین کے طبقہ اولیٰ میں شامل تھے۔

جنگ جمل میں جو کہ ۳۶ھ/۶۵۶ء میں حضرت عائشہ اور حضرت علی کے مابین لڑی گئی ، یہ حضرت عائشہ کے ہمراہ تھے اس وقت ان کی عمر سولہ برس تھی، تاہم اس کے بعد انہوں نے سیاسی معاملات میں کوئی نمایاں حصہ نہیں لیا۔ عبدالملک بن مروان کے زمانہ خلافت میں ۷۵ھ میں مدینہ منورہ کے والی مقرر ہوئے ، اس منصب پر وہ سات سال تک فائز رہے یہاں تک کہ عبدالملک ہی نے انہیں ۸۳ھ میں معزول کردیا یہ عزل و

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نصب اتفاقی تھا۔ اِس وقت مدینہ کے عامل یحییٰ بن حکم بن ابی العاص بن امیہ تھے جو عبدالملک بن مروان کے چچا تھے، ان میں حماقت تھی، وہ بغیر اجازت و اطلاع ایک وفد لے کر عبدالملک کے پاس شام چلے گئے اور ابان بن عثمان کو اپنا نائب بنا گئے۔ اس پر ناراض ہوکر عبدالملک نے یحییٰ بن حکم کو معزول کردیا اور اُبان کو مدینہ کی گورنری پر برقرار رکھا۔ ۱۵؎

علم وفضل میں ان کا بڑا مرتبہ تھا، فقہائے سبعہ مدینہ میں ان کا شمار ہوتا تھا، جداگانہ انداز قرات کے حامل تھے ۱۶؎۔ حضرت زید بن ثابت ان کے شیخ الکل تھے اور اُبان انہی کے فقہی و اجتہادی مسلک کے ترجمان تھے۔ حضرت زید بن ثابت کے بارہ مخصوص تلامذہ میں جو ان کے فقہ کے ترجمان و ناشر ہیں، ان میں اُبان بن عثمان بھی ہیں۔ نیز انہوں نے اپنے والد عثمان بن عفان، اُسامہ بن زید بن حارثہ وغیرہ سے روایت کی ہے، ان کے تلامذہ کی تعداد زیادہ ہے تاہم ان میں محمد ابن شہاب زہری اور مغیرہ بن عبدالرحمٰن زیادہ مشہور ہیں۔ موخر الذکر ان کی کتاب المغازی کے راوی ہیں ۱۷؎۔ روایت حدیث کے حوالے سے ثقہ مانے جاتے تھے۔ ان کی وفات کی تاریخوں میں بڑا اختلاف ہے ۹۶ھ تا ۱۰۵ھ کے درمیان ان کا انتقال ہوا۔ وفات سے ایک سال قبل انہیں فالج ہوگیا تھا۔

ان کی کتاب، مغازی پر لکھی جانے والی قدیم کتابوں میں شامل تھی بلکہ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے مغازی کی سب سے پہلی کتاب مرتب کی تھی جسے مغیرہ بن عبدالرحمٰن نے روایت کیا تھا۔ یہ کتاب ۸۲ھ سے پہلے لکھی جاچکی تھی مگر ایک خاص واقعہ کی وجہ سے اس کی روایت و اشاعت بہت محدود طریقے پر ہوئی۔ ۸۲ھ میں جبکہ عبدالملک بن مروان کا زمانہ خلافت تھا، سلیمان بن عبدالملک، جو اس وقت ولی عہد تھا، حج اور زیارت کے سلسلہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ مدینہ کے اعیان و اشراف نے اس کا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


استقبال کیا، چونکہ اس وقت اُبان بن عثمان گورنر مدینہ تھے، لہذا وہ بھی پہنچے ، سلیمان بن عبدالملک نے اُبان بن عثمان، ان کے بھائی عمرو بن عثمان اور ابوبکر بن عبداللہ بن ابواحمد کے ساتھ مدینہ منورہ کے مقدس مقامات کی زیارت کی۔ جن جگہوں میں رسول اللہ نے نماز پڑھی یا صحابہ شہید ہوئے ان مقامات کو دیکھا، جبل اُحد، مشربہ ام ابراہیم کی زیارت کرتا ہوا قبا تک گیا اور ہر مقام ومشہد کے بارے میں اپنے ہمرکاب علماء سے معلومات حاصل کرتا رہا اور یہ حضرات اس کو تفصیلات بتاتے رہے۔

قبا پہنچ کر اس نے اُبان بن عثمان سے کہا کہ آپ میرے لیے رسول اللہ ﷺ کی سیرت ومغازی پر ایک کتاب مرتب کردیں۔ اُبان نے جواباً کہا کہ یہ کتاب تو میں پہلے ہی مرتب کر چکا ہوں، سلیمان نے دس کاتبوں کو مقرر کیا اور ان کی کتاب کو نقل کرنے کا حکم دیا۔ کھال پر یہ کتاب نقل ہوکر جب سلیمان بن عبدالملک کے ہاتھ میں پہنچی اور اس نے کتاب میں عقبہ اولی ، عقبہ ثانیہ اور غزوہ بدر میں انصار کا تذکرہ دیکھا تو کہنے لگا کہ میں ان لوگوں کو ان فضائل کا مستحق نہیں سمجھتا یہ سن کر اُبان بن عثمان نے کہا ''امیر، انصار نے شہید مظلوم (حضرت عثمان) کے ساتھ جو کچھ کیا اور ان کی مدد نہیں کی، اس کی وجہ سے ہم حق بات کہنے سے تو باز نہیں رہ سکتے، وہ لوگ ان ہی اوصاف کے مستحق ہیں جن کا ذکر ہم نے کتاب میں کیا ہے''۔

یہ جواب سن کر سلیمان بن عبدالملک نے کہا کہ ''مجھے اس کتاب کے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں پہلے اس کے بارے میں امیر المومنین (یعنی عبدالملک مروان) سے بات کرلوں، شائد وہ اس کی مخالفت کریں۔'' یہ کہہ کر سلیمان نے کتاب کو پھاڑ نے کا حکم دیا اور کہا، ''یہاں سے واپس جاکر امیرالمومنین سے بات کروں گا اگر انہوں نے رضامندی ظاہر کی تو اس کا لکھنا آسان ہے۔''

اس کے بعد سلیمان نے دمشق پہنچ کر اپنے والد، خلیفہ عبدالملک بن مروان سے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اُبان بن عثمان کی کتاب کے بارے میں بتایا، عبدالملک نے کہا، ''ہم ایسی کتاب یہاں کیوں لائیں جس میں ہمارے لیے کوئی منقبت و فضیلت نہیں ہے، ہم اہل شام کو ایسی باتیں بتانا نہیں چاہتے ہیں''۔ سلیمان نے باپ کی یہ باتیں سن کر کہا کہ اسی لیے جو نسخہ میں نے نقل کرایا تھا اس کو پھاڑ دینے کا حکم دے دیا تھا، آپ کی رائے مقدم ہے''۔ ۱۸

ہوسکتا ہے عبدالملک نے اُبان بن عثمان کو اسی ''قصور'' پر گورنری کے عہدے سے ہٹا دیا ہو، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُبان اموی خلفاء وامراء سے خوش نہیں تھے اور ان پر سخت تنقید کرتے تھے۔ ایک بار عبدالملک کے والی مکہ علقمہ بن صفوان بن محدث نے منبر پر حضرت طلحہ اور حضرت زبیر پر سب وشتم کیا اور منبر سے اُتر کر اُبان سے کہا ''امیرالمومنین حضرت عثمان کی شہادت کے بارے میں مداہنت کرنے والوں کو میں نے برا بھلا کہہ کر آپ کو خوش کردیا۔''

یہ سن کر اُبان بن عثمان نے کہا ''واللہ یہ بات نہیں ہے بلکہ تم نے مجھے تکلیف دی۔ میری مصیبت کے لیے یہی کافی ہے کہ تم بھی ان کے خون میں شریک ہو''۔ ۱۹

۹۱ھ میں ولید بن عبدالملک نے والی مدینہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو حکم دیا کہ مسجد نبوی کی دوبارہ تعمیر کر کے اس میں اضافہ کریں۔ اور انہوں نے حضرت عثمان بن عفان کی تعمیر ختم کر کے مسجد نبوی کی نہایت خوبصورت عمارت بنوائی، اس کی تعمیر تین سال میں مکمل ہوئی تو ولید بن عبدالملک مدینہ آیا، لوگ اس کے استقبال کے لیے آئے، اُبان بھی پالکی پر آئے، ولید نے ان سے کہا آپ کی تعمیر کو ہماری تعمیر سے کیا نسبت ہے؟ ابان بن عثمان نے جواب دیا کہ امیرالمومنین ہماری تعمیر اس سے بہتر تھی، ولید نے وجہ دریافت کی تو بتایا کہ ہماری تعمیر مسجد کی تعمیر تھی، اور آپ لوگوں کی تعمیر کلیسا کی تعمیر ہے، اتنا کہہ کر جواب کا انتظار کیے بغیر چلے گئے، ولید دور تک ان کو دیکھتا رہا کہ یہ ابان بن عثمان بن عفان ہیں۔ ۲۰

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الغرض اُبان نے اپنی کتاب المغازی میں مصلحت و سیاست سے بالاتر ہوکرواقعات اور حقائق بیان کیے جس کی وجہ سے اس کی روایت عام طور سے نہیں ہوسکی ظاہر ہے جس کتاب کو خلیفہ وقت نے جلوادیا ہواس کی روایت عام نہیں ہوسکتی۔ان کے تلامذہ میں صرف مغیرہ بن عبدالرحمٰن مخزومی [۱۲] نے ان کے نام سے اس کی روایت کی اور اپنی اولاد اور تلامذہ کو اس کی تعلیم و ترغیب دی۔ ان کے پاس اُبان بن عثمان کی کتاب المغازی موجود تھی۔ بعد کے مورخین نے یا توان کی روایات نہیں لیں اور یا اگر لیں تو ان کا نام نہیں لیا۔ لیکن مغیرہ بن عبدالرحمٰن مخزومی جب تک حیات رہے ابان بن عثمان کی کتاب المغازی کے خاص راوی ، معلم اور ناشر تھے اور اس وقت تک ابان کی کتاب اموی امراء کے علی الرغم پڑھی پڑھائی جاتی تھی۔ البتہ بعد میں ان کے مقابلے میں عروہ بن زبیر اور ابن شہاب زہری کی کتب ہائے مغازی زیادہ روایت کی جانے لگیں۔اور ابان بن عثمان کی کتاب المغازی پردہ اخفامیں چلی گئی۔ اس طرح سے دیکھا جائے تو خلیفہ مظلوم(حضرت عثمان غنی) کے بیٹے بھی مظلوم تھے

## ۳۔مغازی ابن شہاب زہری:

دوراول کے تیسرے مصنف مغازی ابو بکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب زہری مدنی (م ۱۲۴ھ) تھے۔علمائے تابعین میں دینی وعلمی جامعیت میں بے مثال تھے۔ آپ کی تاریخ پیدائش ۵۰ھ تا ۵۷ھ کے درمیان بتائی جاتی ہے انہوں نے حدیث ،تفسیر ، فقہ ، تاریخ اور سیرومغازی کی تدوین کے سلسلے میں خاص شہرت حاصل کی۔ وہ قریش کی شاخ بنوزہرہ سے تعلق رکھتے تھے، ابتدائی زمانہ مدینہ میں گذارا، ابن اشعث کی بغاوت کے بعد ۸۰ھ /۶۹۹ء میں شام چلے گئے تھے،تاہم آخر عمر میں واپس مدینہ آگئے تھے۔ مدینہ میں آپ نے عبداللہ بن عمر، سہل بن سعد، انس بن مالک، محمود بن ربیع، سعید بن مسیب ، ابوامامہ بن سہل اور اس طبقہ کے دوسرے صحابہ اور کبارتابعین سے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



علم حدیث حاصل کیا اور آپ سے عقیل، یونس، زبیدی، صالح بن کیسان، معمر، شعیب بن ابی حمزہ، امام اوزاعی، امام مالک، امام لیث بن سعد، ابن ابی ذئب، عمرو بن حارث، ابراہیم بن سعد، سفیان بن عینیہ اور دوسرے بہت سے لوگ روایت کرتے ہیں ۲۲۔

علم حدیث میں آپ کی مساعی قابل قدر ہیں۔ زہری سے دوہزا دو سو احادیث مروی ہیں، امام زہری کا اپنا بیان ہے کہ میں نے سعید بن مسیّب کے حلقہ درس میں مسلسل آٹھ سال حاضری دی ہے۔ ابو زناد کہتے ہیں ہم زہری کے ساتھ مختلف علماء کے حلقہ ہائے درس میں شریک ہوا کرتے تھے، ان کے پاس تختیاں اور کاغذ ہوتے تھے اس لیے جو کچھ سنتے تھے لکھ لیتے تھے۔ امام لیث بن سعد کہتے ہیں ''میں نے زہری سے زیادہ کوئی جامع العلم نہیں دیکھا، اگر آپ انہیں ترغیب و ترہیب بیان کرتے سنیں تو کہیں گے یہ اس فن میں ماہر ہیں، اگر انساب العرب پر کلام کریں تو آپ کہیں گے یہ اس علم میں بے نظیر ہیں اور اگر کتاب و سنت بیان فرمانے لگیں تو آپ کا تاثر یہ ہوگا کہ یہ اس فن میں یکتائے زمانہ ہیں'' ۲۳۔ خود امام زہری فرماتے ہیں طلب علم میں جس قدر سختیاں میں نے جھیلی ہیں کسی نے نہیں جھیلیں اور اس کی نشر و اشاعت میں جتنی کوشش میں نے کی کسی نے نہیں کی ۲۴۔ آپ کا حافظہ کمال کا تھا۔ وہ خود فرماتے ہیں میں نے پڑھتے وقت استاد سے کسی حدیث کو دوبارہ بیان کرنے کے لیے کبھی نہیں کہا اور نہ مجھے کبھی کسی حدیث میں شک ہوا ہے۔ ایک دفعہ مجھے ایک حدیث میں شک ہوا۔ میں نے اپنے ساتھی سے پوچھی تو اسی طرح نکلی جس طرح مجھے یاد تھی ۲۵۔ یہ ان کے حافظے کا کمال ہے کہ آپ نے اسی دن کی قلیل مدت میں پورا قرآن حکیم حفظ کرلیا تھا۔ کسی نے شام کے مشہور عالم مکحول دمشقی سے پوچھا، جن اہل علم سے آپ کو ملنے کا اتفاق ہوا ہے، ان میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ بولے، ابن شہاب، اس نے کہا اس کے بعد، فرمایا وہ بھی ابن شہاب ہی ہے ۲۶۔

اموی خلفاء سے ان کے خاص تعلقات تھے، وہ ۸۰ھ میں عبدالملک بن مروان



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے ملاقات کے لیے گئے اس نے بہت اکرام کیا اور آپ کا قرض بھی ادا کر دیا۔ امام زہری اپنے جودوسخا کی وجہ سے بار بار مقروض ہوجاتے تھے۔ خلیفہ یزید ثانی (۱۰۴ھ ۱۰۵ھ) کے دور میں قاضی کے فرائض انجام دیئے، ہشام بن عبدالملک کے دور (۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ) میں اس کے بچوں کے اتالیق مقرر ہوئے۔ اگر چہ زہری خلفائے بنوامیہ کے قریب تھے تاہم یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان کے دربار سے وابستہ تھے، کئی واقعات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اموی خلفاء وامراء سے امام زہری کے تعلقات، انہیں حق بات کہنے سے نہیں روکتے تھے مثلا ایک واقعہ تو یہ ہے کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے ایک آیت کے مفہوم کے بارے میں امام زہری سے استفسار کیا۔ زہری نے جواب دیا کہ اس آیت کا اطلاق (مشہور منافق) عبداللہ بن ابی پر ہوتا ہے۔ ہشام کے خیال میں اس سے حضرت علیؓ مقصود تھے۔ جب زہری نے اپنی رائے پر اصرار کیا تو ہشام نے انہیں جھوٹا قرار دیا زہری نے جواباً کہا کہ "خدا کی قسم اگر آسمان سے یہ آواز سنائی دے کہ خدا نے جھوٹ بولنے کی اجازت دے دی ہے تو بھی میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔" ۲۷

اسی حوالے سے ایک دوسرا واقعہ یہ ہے کہ معمر بن عبدالرزاق کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے پوچھا کہ صلح حدیبیہ کا معاہدہ کس نے لکھا تھا؟ پہلے تو وہ ہنسے پھر کہا علی بن الخطاب نے لکھا تھا، اور اگر تم اس کے بارے میں ان لوگوں سے یعنی بنوامیہ سے پوچھو گے تو وہ عثمان ابن عفان کا نام لیں گے۔ ۲۸

اس سلسلہ میں تیسرا دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ گورنر عراق خالد بن عبداللہ القسری ۲۹ نے امام زہری سے انساب اور سیرۃ پر کتاب لکھنے کی فرمائش کی تھی انہوں نے کتاب الانساب لکھنی شروع کی۔ لیکن ابھی وہ مکمل نہیں ہوئی تھی کہ خالد نے اس سے بیزاری کا اظہار کیا اور کہا میرے لیے سیرۃ پر کتاب لکھ دو۔ اس پر زہری نے جواب دیا کہ سیرت لکھتے وقت میرے سامنے علی بن ابی طالب کی سیرۃ بھی آئے گی اور میں ان کا تذکرہ بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کروں گا، اس پر اس نے کہا "ہرگز نہیں الا یہ کہ تم ان کو جہنم کے اتھاہ گڑھے میں دیکھو"۔ ۳۰

حضرت عمر بن عبدالعزیز (۹۹ھ تا ۱۰۱ھ) آپ کے بڑے قدردان تھے اور فرماتے تھے کہ زہری سے بڑھ کر صحیح احادیث کو جاننے والا کوئی شخص نہیں رہا۔ عمر بن عبدالعزیز نے ان سے کتابیں لکھوائیں۔ دو کاتب مقرر کئے گئے جنہوں نے دو سال تک ان کے علوم کو کتابی شکل میں جمع کیا۔ امویوں کے شاہی کتب خانے میں امام زہری کی کئی بارشتر کتابیں موجود تھیں۔ ۳۱

فواد سیزگن محدث کے طور پر انکے دو علمی کارنامے بتاتے ہیں۔ ان کا پہلا کارنامہ تو یہ تھا کہ وہ سب سے پہلے محدث تھے جنہوں احادیث میں اسناد کا التزام کیا۔ ان کے زمانے سے پہلے حدیث کا ذخیرہ یا تو اسناد سے خالی تھا یا زبانی روایات پر مشتمل تھا اور سارے عالم اسلام میں منتشر تھا۔ امام زہری کے زمانے میں صحابہ کرام جنہوں نے رسول اللہ کو دیکھا تھا اور اوائل تابعین کی روایت کردہ بہت سی احادیث زبانی یا منتشر تحریریں میں موجود تھیں انہوں نے رواۃ کے ناموں سمیت انہیں مدون کیا۔ ۳۲

امام زہری کے بارے میں یہ بھی ملتا ہے کہ ان کے پاس بہت سے راویان یا مولفین حدیث اپنے کراسے یا نوشتے لے کر حاضر ہوتے کہ امام صاحب ان میں رواۃ کے نام لکھ دیں لیکن مشاغل کے ہجوم میں ہر شخص کے مطالبے کو پورا کرنا ان کے لیے ممکن نہ تھا، لہذا انہوں نے اپنے تلامذہ کو اجازت دے دی کہ وہ حدیث کو کسی شیخ سے سماع یا قرات کے بغیر روایت کردیں۔ اصول حدیث کی کتابوں میں اس طریقے کو "الاجازہ والکتابۃ" کہا جاتا ہے ۳۳ فواد سیزگن اس حوالے سے گولڈ زیہر کے اس الزام کو رد کرتے ہیں کہ امام زہری نے بنوامیہ کی سلطنت کے استحکام کے لیے یہ طریقہ نکالا۔ فاضل مولف مزید کہتے ہیں "امام زہری کے اس قول کو بھی صحیح طور پر نہیں سمجھا گیا کہ ہم علم کو کتابت کی



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قید میں لانا نا پسند کرتے تھے۔ یہاں تک کہ امراء نے ہمیں کتابت پر مجبور کیا۔ میری رائے میں اس کا صحیح مفہوم یہ ہے ''احادیث کو کسی شیخ سے سماع یا قرات کے بغیر لکھ لیا جائے تو یہ طریقہ ہمیں منظور نہ تھا، لیکن افادہ عام کی غرض سے ہمیں امراء نے سماع یا قرات کے بغیر کتابت پر مجبور کردیا۔'' ۳۴

حدیث کے حوالے سے امام زہری کا دوسرا اہم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے احادیث کو مدون کیا۔ گو امام زہری کے زمانے سے بہت پہلے تدوین حدیث کا آغاز ہو گیا تھا لیکن یہ تحریری سرمایہ کراسوں کی شکل میں پایا جاتا تھا، انہوں نے ان تمام تحریروں کو نقد ونظر کی کسوٹی پر پرکھا ہے۔ ۳۵

جہاں تک امام زہری کی مغازی و سیرت نگاری کا تعلق ہے فواد سیزگن، طبری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ زہری مورخ، علم المغازی اور ''اخبار قریش والانصار'' کے اولین مصنف تھے، اس کے علاوہ وہ رسول اللہ اور صحابہ کرام کے سوانح نگار بھی تھے وہ پہلے محدث ہیں جنہوں نے لفظ ''سیرت'' کو اس کے اصطلاحی معنوں میں استعمال کیا۔ ۳۶

امام زہری سیر و مغازی کے مصنف اور امام تھے اور اس فن کو ''دنیا اور آخرت کا علم'' قرار دیتے تھے ۳۷ مغازی پر ان کی کتاب پہلی صدی ہجری کے اختتام پر لکھی گی، یہ کتاب اب موجود نہیں لیکن اس کے حوالے کثرت سے بعد کی کتب سیرت میں ملتے ہیں۔ بیشتر مستشرقین یہ بات نہیں مانتے کہ زہری نے سیرت پر کوئی کتاب لکھی تھی۔ ولیم میور لکھتے ہیں ''یہ بھی کہا گیا ہے کہ زہری اور ان کے استاد عروہ، دونوں نے باقاعدہ کتب سیرت محمد مرتب کیں، لیکن یہ بات غیر یقینی ہے، البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ زہری نے احادیث کے ایسے کئی مجموعے مرتب کیے تھے جن میں رسول اللہ کی زندگی کے اہم واقعات مندرج تھے اور یقیناً ان واقعات کا تعلق رسول اللہ کے عسکری کردار سے تھا۔'' ۳۸

ولیم میور کا مندرجہ بالا بیان ان کا ذہنی خلجان ظاہر کرتا ہے اور اس خلجان کی وجہ


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہ ہے کہ بیشتر مستشرقین لفظ ''سیرت'' اور ''مغازی'' کے استعمال کے ارتقائی سفر سے آگاہ نہیں ہیں۔ابتدائی دور میں لکھی جانے والی سیرت یا تاریخ کی کتابیں ، کتب حدیث ہی کے طرز پر مع اسناد لکھی گئی تھیں۔ حدیث اور تاریخ کے راستے ، کہیں تیسری صدی ہجری میں جاکر جدا ہوئے،علم حدیث اور علم سیرت و مغازی آغاز میں ایک ہی علم کا حصہ تھے لیکن وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ دونوں علوم علیحدہ ہوتے چلے گئے۔

حضرت عروہ بن زبیر اور اُبان بن عثمان کی کتب ہائے مغازی کی موجودگی میں یہ کہنا مشکل ہے کہ امام زہری اولین سیرت نگار ہیں، ان سے قبل کبار تابعین سیرت کے موضوع پر بہت کچھ لکھ چکے تھے، سیرۃ و مغازی میں امام زہری کے اساتذہ ، حضرت عروہ بن زبیر، ابان بن عثمان اور عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ [۳۹] تھے۔ اور مغازی اور سیرت کے موضوعات پر ان کی تحریریں موجود تھیں، البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام زہری نے اپنے اساتذہ ، عروہ بن زبیر ، اُبان بن عثمان ، عاصم بن عمر بن قتادہ بن نعمان انصاری اور عبیداللہ بن عتبہ کی روایات کو جمع کر کے ایک بڑا ذخیرہ مرتب کرلیا اور یوں مغازی پر ایک ضخیم کتاب تیار کی۔

امام زہری کی مرویات ان کے تلامذہ نے اپنی کتب میں محفوظ کیں اُبن اسحاق کے ذریعہ امام زہری کی بہت سی روایات ہم تک پہنچی ہیں۔ابن ہشام نے سیرت رسول اللہ پر اپنی مشہور کتاب میں وہ تمام روایات امام زہری کے حوالے سے درج کی ہیں [۴۰] ابن اسحاق کے علاوہ طبری اور ابن سیدالناس نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں زہری کی روایات کو نقل کیا ہے۔ تاہم ان کے تلامذہ میں موسیٰ بن عقبہ (جن کا ذکر آگے آرہا ہے) نے ان کی 'کتاب المغازی' کی روایت کی جن کے بارے میں یحییٰ بن معین کا قول ہے''زہری سے روایت کی ہوئی، موسیٰ بن عقبہ کی کتاب مغازی کی سب سے صحیح کتاب ہے۔'' [۴۱]

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



امام بخاری نے مغازی کے ذکر میں چالیس سے زائد روایات ابن شہاب زہری کی بیان کی ہیں جن میں اکثر موسیٰ بن عقبہ عن الزہری کی سند سے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ مغازی موسیٰ بن عقبہ، امام زہری کی روایات کا مجموعہ ہے۔ اسی طرح امام زہری کے ایک اور شاگرد معمر بن راشد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی کتاب المغازی درحقیقت زہری کی کتاب المغازی کا نسخہ ہے جس میں دوسرے شیوخ کی بھی روایتیں ہیں، اسی طرح امام زہری کے تیسرے قابل ذکر شاگرد محمد ابن اسحاق تھے جو زہری کی مرویات نقل کرنے میں سب سے آگے تھے۔[۴۲]

ڈاکٹر محمود الحسن نے ابن ہشام، ابن جریر طبری، اور ابن سید الناس کی کتابوں میں موجود امام زہری کی مغازی سے متعلق تمام روایتوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے اور ایک ایک روایت گنوا کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ''زہری کے سامنے سیرت نبوی کا ایک مکمل نقشہ موجود تھا، جس کے لیے تفصیل سے اس موضوع پر مواد اکٹھا کیا گیا تھا'' [۴۳] زہری نے زبانی پوچھ گچھ کے علاوہ بعض اصل تحریری مسودات بھی کدو کاوش کے بعد حاصل کیے اور انہیں اپنی کتاب میں جمع کیا، علاوہ ازیں انہوں نے رسول اللہ کے کارناموں کی تصدیق یا تشریح کے لیے قرآن پاک کی آیات کو بھی بطور شہادت پیش کیا ہے۔ پھر امام زہری کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے واقعات درج کرتے وقت نہ صرف تاریخی تسلسل کا خیال رکھا بلکہ ایک ہی موضوع کی متعدد روایات کو جمع کر کے ایک نئی روایت بنا دیا ہے اور ساتھ ہی تمام راویوں کے نام بھی درج کر دیئے ہیں۔ ان کے اس انداز نے بعد میں آنے والے مورخین کے لیے آسانی پیدا کر دی۔[۴۴]

الغرض بحث کو سمیٹتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ مدینہ منورہ وہ شہر تھا جہاں علوم اسلامیہ کی بنیاد پڑی۔ علم مغازی و سیرت کا آغاز بھی مدینہ سے ہوا۔ اور پہلی صدی ہجری کے نصف آخر میں سیرت و مغازی کی ابتدائی کتابیں لکھی جا چکی تھیں۔ ان میں عروہ بن



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



زبیر کی کتاب کو تقدم حاصل ہے، دوسری کتاب ابان بن عثمان کی اور تیسری کتاب ابن شہاب زہری کی سامنے آئی۔ یہ کتابیں ان کے شاگردوں نے روایت کیں، اور ان میں اضافہ کر کے صاحب المغازی بھی ہوئے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مدینہ منورہ کے ان ابتدائی سیرت نگاروں نے اپنی صوابدید اور احوال و ظروف کے پیش نظر اپنی اپنی کتاب المغازی لکھی، اس میں کسی خلیفہ یا امیر کے حکم یا خواہش کو دخل نہیں تھا جیسا کہ شبلی نعمانی کا خیال ہے [۴۵]، یہ ضرور ہے کہ عبدالملک بن مروان نے عروہ بن زبیر سے مغازی اور سیرت کے حوالے سے تحریری تفصیلات حاصل کی تھیں، نیز سلیمان بن عبدالملک نے اولاً ۸۲ھ میں اُبان بن عثمان سے سیرت پر کتاب لکھنے کی فرمائش کی لیکن جب ابان نے اسے بتایا کہ وہ ایسی کتاب پہلے ہی مرتب کر چکے ہیں، تو سلیمان نے اس کی نقل حاصل کی، مگر یہ دیکھ کر کہ اس کتاب میں انصار کے مناقب بھی بیان ہوئے ہیں اس نے نسخہ جلوادیا تھا۔ عروہ بن زبیر کی کتاب بھی واقعہ حرہ ۶۳ھ میں نذر آتش ہو چکی تھی، جس کا انہیں ہمیشہ افسوس رہا۔ ابن شہاب زہری کے بارے میں یہ تو ملتا ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خواہش پر انہوں نے احادیث مرتب کیں، لیکن مغازی کی کتاب بھی انہی کے حکم پر لکھی، یہ نہیں کہا جا سکتا۔

یہ تینوں ابتدائی کتب مغازی اپنی ابتدائی شکل میں باقی نہ رہ سکیں البتہ ان کی روایتیں، حدیث اور سیر و مغازی کی کتابوں میں آ گئی ہیں۔ عروہ بن زبیر کی کتاب المغازی جو ۶۳ھ میں واقعہ حرہ میں نذر آتش ہو گئی تھی، ان کے تلامذہ میں ابوالاسود یتیم عروہ نے آخر عمر میں مصر جا کر اس کی روایت کی۔ نیز دوسرے تلامذہ کے ذریعہ اس کی بہت سی روایات محفوظ ہیں۔ رواں صدی میں ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی نے عروہ بن زبیر کو مرویات کی ابوالاسود کی روایت سے یکجا کیا ہے اور ''مغازی عروہ بن زبیر'' کو دوبارا مرتب کر دیا ہے،



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ عروہ بن زبیر کی مکمل کتاب اس میں یکجا ہوگئی ہے، تاہم اس کا بڑا حصہ محفوظ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ابان بن عثمان کی کتاب المغازی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے عتاب کی وجہ سے ضائع کردی گئی ۔ اور عام طور سے اس کی روایت بھی نہ ہوسکی، صرف مغیرہ بن عبدالرحمٰن مخزومی نے جرات کر کے اس کی روایت کی اور اپنے شاگردوں کو اس کے پڑھنے کی تاکید کی ، کتب مغازی میں ابان بن عثمان کی گنی چنی چند روائتیں ملتی ہیں اور تتبع وتحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی کئی روائتیں ان کا نام لیے بغیر بیان کی گئی ہیں، اس اعتبار سے ابان بن عثمان بھی مظلوم ہیں۔ بعض مستشرقین اسی وجہ سے انہیں سیرت نگاروں کی صف میں شامل نہیں کرتے مثلاً ڈاکٹر حمیداللہ نے سیرت ابن اسحاق کے محاکمہ میں ایک مستشرق وستفلڈ کی کتاب ''مورخی العرب'' سے کم و بیش ۲۷ حضرات کے نام نقل کیے ہیں جو ابن اسحاق سے قبل اس فن میں اپنی جولانیاں دیکھا چکے تھے، ان میں اُبان بن عثمان کا نام شامل نہیں ہے۔ وستفلڈ کی اس فہرست میں ڈاکٹر حمید اللہ نے چھ ناموں کا اضافہ کیا ہے، جس میں پہلا نام اُبان بن عثمان بن عفان کا ہے۔

محمد بن شہاب زہری کی کتاب المغازی کا اکثر و بیشتر حصہ ان کے تلامذہ نے اپنی کتابوں میں لے لیا ہے خاص طور سے موسیٰ بن عقبہ، محمد ابن اسحاق، اور معمر بن راشد اپنے استاد کی روایات کے امین ہیں نیز دوسرے علمائے سیرو مغازی نے بھی اپنی کتابوں میں زہری کی روایات کثرت سے لی ہیں اور معمر بن راشد کی روایات مصنف عبدالرزاق کی کتاب المغازی میں اس کثرت سے ہیں کہ گویا وہ ابن شہاب کی کتاب المغازی ہے۔

حال ہی میں دمشق کے ایک فاضل نے ابن شہاب زہری کی روایات جمع کرکے ''المغازی النبویہ'' کے نام سے شائع کردی ہے۔ یہ کتاب دارالفکر دمشق سے ۱۹۸۱ء میں شائع ہوئی ۲۷ ۔


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# حواشی وحوالہ جات (باب سوم، فصل دوئم)

۱۔ مصطفیٰ سباعی 'حدیث رسول کا تشریعی مقام'، ص ۱۱۷ (مترجم غلام احمد حریری)۔

۲۔ اطہر مبارک پوری 'تدوین سیر ومغازی'، ص ۴۱۔

۳۔ ایضاً، ص ۱۷۶۔

۴۔ عروہ بن زبیر، مغازی رسول اللہ، محقق و مرتب ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی، (مترجم سعید الرحمٰن علوی)، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۹۰ء۔

۵۔ جوزف ہورووتس 'سیرت نبوی کی اولین کتابیں اور ان کے مولفین'، ص ۴۲۸ (مترجم نثار احمد فاروقی) مشمولہ نقوش، شمارہ ۱۳۰، رسول نمبر (ادارہ فروغ اردو، لاہور، ۱۹۸۲ء)

۶۔ ابن سعد، طبقات الکبریٰ جلد ۵، ص ۱۷۹۔

۷۔ اطہر مبارک پوری 'تدوین سیر ومغازی' ص ۱۷۸۔

۸۔ فواد سیزگن 'سیرت نگاران نبوی'، ص ۹۱، مشمولہ ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اگست ۹۳ء (مترجم شیخ نذیر حسین)۔

۹۔ انور محمد خالد 'اردو نثر میں سیرت رسول'، ص ۹۶۔۹۵۔

۱۰۔ ذہبی 'سیر اعلام النبلاء' جلد ۶، ص ۱۵۰۔

۱۱۔ سخاوی، 'الاعلان بالتوبیخ'، ص ۸۸۔

۱۲۔ حاجی خلیفہ 'کشف الظنون' جلد ۲، ص ۱۷۴۷۔

۱۳۔ دیکھئے ''مغازی رسول اللہ'' مرتب ڈاکٹر مصطفیٰ الاعظمی، مترجم (محمد سعید الرحمٰن علوی) ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۹۰ء۔

۱۴۔ ابن سعد 'طبقات الکبریٰ' جلد ۵، ص ۱۸۲۔

۱۵۔ ایضاً جلد ۵، ص ۱۵۶

۱۶۔ ابن الندیم 'الفہرست' ص ۷۶ (مترجم محمد اسحٰق بھٹی) ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور،

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۱۹۹۰ء

۱۷۔ اطہر مبارک پوری 'تدوین سیر و مغازی' ۱۸۱۔۱۸۰۔

۱۸۔ اطہر مبارک پوری 'تدوین سیر و مغازی'، ص ۱۸۲۔۱۸۰۔

۱۹۔ البلاذری 'انساب الاشراف' جلد ۵، ص ۱۲۰۔

۲۰۔ اطہر مبارک پوری 'تدوین سیر و مغازی'، ص ۱۸۳۔

۲۱۔ ابو ہاشم مغیرہ بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ مخزومی مدنی کی وفات کے بارے میں اختلاف ہے غالباً ۱۰۱ھ اور ۱۰۵ھ کے درمیان یا اس کے بعد ان کا انتقال ہوا انہوں نے صحابہ کی ایک جماعت سے روایت کی ہے، ان کے تلامذہ میں محمد ابن اسحاق صاحب المغازی اور ان کے والد اسحاق بن یسار کے علاوہ امام مالک اور کئی اہل مدینہ ہیں، ان کا گھرانا اشراف قریش سے تھا، سخاوت اور جہاد ان کے محبوب مشاغل تھے، کئی بار ملک شام جا کر جہاد میں شریک ہوئے، اسی میں ایک آنکھ بھی چلی گئی، علم المغازی میں اُبان بن عثمان کے خاص شاگرد تھے اور ان کی کتاب المغازی کی روایت کے ساتھ اس کو زیادہ سے زیادہ پڑھنے، پڑھانے کی تاکید کرتے تھے۔ (اطہر مبارک پوری، تدوین سیر و مغازی، ص ۱۹۵۔۶)۔

۲۲۔ ذہبی 'امام ابوعبد اللہ محمد' تذکرۃ الحفاظ' (مترجم محمد اسحاق) ص ۱۰۳ (اسلامک پبلشنگ ہاؤس، لاہور، ۱۹۸۱ء)۔

۲۳۔ ایضاً۔

۲۴۔ ایضاً۔

۲۵۔ ایضاً، ص ۱۰۵۔

۲۶۔ ایضاً، ص ۱۰۴۔

۲۷۔ دوری، عبدالعزیز 'اسلامی تاریخ نگاری میں زہری کا حصہ'، ص ۱۰ مشمولہ نقوش، رسول



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نمبر جلد ۹ شمارہ ۱۳، جنوری ۱۹۸۴ء (ادارہ فروغ اردو، لاہور)

۲۸۔ مبارک پوری ، قاضی اطہر 'تدوین سیر ومغازی' ، ص ۱۸۸ (بحوالہ مصنف عبدالرزاق جلد ۵، ص ۳۴۳)

۲۹۔ خالد بن عبداللہ القسری ، عراق کا گورنر تھا، وہ قبیلہ بجیلہ کی شاخ قَسر سے تعلق رکھتا تھا، اس کی ماں عیسائی تھی۔ پہلے ولید بن عبدالملک نے اسے مکے کا گورنر بنایا ۸۹ھ / ۷۰۷ء یا ۹۱ھ / ۷۰۹ء میں۔ اور وہ اس عہدے پر ولید کی زندگی تک فائز رہا۔ ۹۶ھ / ۷۱۵ء میں سلیمان کی تخت نشینی پر وہ برخاست کردیا گیا۔ تقریباً دس سال تک وہ سیاسی طور پر غیر فعال رہا یہاں تک کہ ۱۰۵ھ / ۷۲۲ء میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے اسے عراق کا گورنر بنادیا۔ اس نے واسط کو اپنا صدر مقام بنایا اور پندرہ سال تک بڑی کامیابی سے اپنے عہدہ پر جمارہا۔ سیاست میں وہ حجاج بن یوسف کے نقش قدم پر چلتا تھا۔ اگرچہ وہ اس کے برابر بے رحم نہ تھا تاہم وہ قوت اور مستقل مزاجی میں اس سے کسی طرح کم نہ تھا۔ خلیفہ کے سامنے آزادانہ اپنی رائے کا اظہار کرتا تھا۔ بیرونی فتوحات کے مقابلے میں اپنے صوبے کی اندرونی حالت سدھارنے اور اقتصادی ترقی کی طرف اس کی توجہ زیادہ مبذول رہی۔ اس کے طویل دور حکومت میں عراق میں عام طور سے امن و آمان قائم رہا، زراعت اور تجارت نے ترقی کی، خود اسے ذاتی مفاد حاصل ہوتا رہا اور اس نے کافی دولت جمع کرلی۔ دیگر مذاہب والوں کے ساتھ اس کا رویہ بڑا مشفقانہ تھا۔ اپنی ماں کو خوش کرنے کے لیے اس نے کوفہ میں ایک گرجا بنوایا اور عیسائیوں اور یہودیوں کو اپنے عبادت خانے تعمیر کرنے کی عام اجازت دے دی۔ زرتشتیوں کو سرکاری ملازمتیں دیں۔ بالآخر خالد اُسی قیسی کلبی کشمکش کا شکار ہوگیا جو اموی دور میں جاری تھی خالد سے قبل عراق کا گورنر عمر بن ھبیرہ قیسی تھا۔ جبکہ خالد یمنیوں کے زیادہ قریب ہوگیا تھا۔ ہشام زیادہ دیر تک خالد کے دشمنوں اور قیسیوں کے دباو کا مقابلہ نہ کرسکا اور ۱۲۰ھ / ۷۳۸ء میں خالد کو برطرف

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کر کے ایک قیسی، یوسف بن عمر ثقفی کو گورنر مقرر کردیا، جو اس سے قبل یمن کا گورنر رہ چکا تھا۔ خالد کو اس کے بعد نئے گورنر کی طرف سے قید و بند کی صوبتیں برداشت کرنی پڑیں۔ یہاں تک کہ اسے اذیتیں دے کر ۱۲۶ھ / ۷۴۳ء میں مارڈالا گیا، وہ حیرہ میں دفن ہوا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۸، ص ۸۲۴ تا ۸۲۶، دانشگاہ پنجاب، لاہور ۲۰۰۳ء)۔

۳۰۔ مبارک پوری، قاضی اطہر 'تدوین سیر و مغازی'، ص ۱۸۷۔

۳۱۔ ایضاً۔

۳۲۔ فواد سیزگن، ص ۹۴۔

۳۳۔ ایضاً، ص ۹۵۔

۳۴۔ ایضاً۔

۳۵۔ ایضاً۔

۳۶۔ ایضاً، ص ۹۶۔

۳۷۔ ان کے بھتیجے محمد بن عبداللہ بن مسلم کا بیان ہے "میں نے اپنے چچا زہری کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ علم المغازی آخرت اور دنیا میں کام آنے والا علم ہے۔" (ابن کثیر، 'اَلبدایۃ والنہایۃ' جلد ۳، ص ۲۴۱)۔

۳۸۔ ولیم میور 'The Life of Mohammad' (تعارف، ص ۷۶)۔

۳۹۔ عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ تابعی تھے ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ 'اشعر الفقھا' یعنی اپنے زمانے کے فقہا میں سب سے بڑے شاعر اور 'افقہ الشعراء' یعنی اپنے زمانے کے شعراء میں سب سے بڑے فقیہ تھے۔ ان کا شمار "فقہائے سبعہ مدینہ" میں ہوتا تھا۔ قران، حدیث، سیرت، انساب اور زبان و ادب کے ماہر تھے، امام محمد بن مسلم بن شہاب زہری ان کے تلمیذ خاص تھے۔

۴۰۔ تفصیل کے لیے دیکھئے ڈاکٹر انور محمود خالد کی کتاب 'اردو نثر میں سیرت رسول' (اقبال

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اکادمی پاکستان، لاہور)، ص۱۰۲۔۱۰۳۔

۴۱۔ مبارک پوری، اطہر' تدوین سیر ومغازی'، ص ۱۸۸ (بحوالہ تہذیب التہذیب، جلد ۱، ص ۲۶۲)۔

۴۲۔ ایضاً، ۱۸۹۔

۴۳۔ انور محمود خالد' اردو نثر میں سیرت رسول'، ص ۱۰۴ (بحوالہ ڈاکٹر محمود الحسن' عربوں میں تاریخ نگاری کا آغاز اور ارتقاء'، ص ۴۹ تا ۵۳)۔

۴۴۔ ایضاً۔

۴۵۔ شبلی نعمانی 'سیرت النبی' جلداول مقدمہ، ص ۱۹ (اعظم گڑھ، انڈیا)۔

۴۶۔ اطہر مبارک پوری، ص ۱۷۳۔

۴۷۔ سہیل شفیق' ابن شہاب زہری بحیثیت سیرت نگار'، ص ۷۳ مشمولہ' الایام' جلد ۱، شمارہ ۱، جنوری۔جون ۲۰۱۰ (مجلس برائے تحقیق اسلامی تاریخ و ثقافت، کراچی)۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



باب سوم: فصل سوم

www.KitaboSunnat.com

# دور اول کے دیگر راویان اور مصنفین سیرت

باب سوم کی دوسری فصل میں ایسے تین سیرت نگاروں کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا جنہوں نے مغازی پر اولین کتب تصنیف کیں، لیکن ایسا نہیں ہے کہ ان کے علاوہ کسی نے اور کچھ سیرت کے حوالے سے لکھا نہیں۔ فواد سیزگین نے اپنی جلیل القدر تصنیف ''تاریخ التراث العربی'' کی جلد دوم میں دورِ بنو امیہ کے کم از کم انیس سیرت نگاروں (بشمول عروہ بن زبیر، اُبان بن عثمان اور ابن شہاب زہری) کا تذکرہ کیا ہے جنہوں نے سیرت و مغازی کے حوالے سے کچھ نہ کچھ لکھا اس میں مدینہ سے باہر کے چند سیرت نگار بھی شامل ہین۔ ان کے نام یہ ہیں:

۱۔سعید بن سعد بن عبادہ

۲۔سہل بن ابی حثمہ

۳۔سعید بن مسیّب

۴۔عبیداللہ ابن کعب

۵۔عامر بن شراحیل شعبی

۶۔اُبان بن عثمان

۷۔عروہ بن زبیر

۸۔شرحبیل بن سعید

۹۔قاسم بن محمد



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۱۰۔ عاصم بن عمر بن قتادہ

۱۱۔ ابن شہاب زہری

۱۲۔ عمرو بن عبداللہ السبیعی

۱۳۔ یعقوب بن عتبہ

۱۴۔ عبداللہ بن ابی بکر

۱۵۔ یزید بن رومان

۱۶۔ ابوالاسود

۱۷۔ داود بن حسین

۱۸۔ سلیمان بن طرخان

۱۹۔ موسیٰ بن عقبہ

تاہم اس فہرست میں کم از کم ایک سیرت نگار کا اضافہ کیا جاسکتا ہے یہ جعفر بن محمود انصاری تھے۔ جو ابن شہاب زہری کے ہمعصر تھے، اور ان کی ''کتاب الغزوہ'' کے بارے میں یحییٰ بن معین کا بیان ملتا ہے۔

پچھلی فصل میں تین مصنفین کا تفصیلی تذکرہ آگیا ہے یعنی ابان بن عثمان، عروہ بن زبیر اور محمد ابن شہاب زہری۔ باقی سیرت نگاروں کا احوال یہاں بیان کیا جاتا ہے، تاکہ دورِ اول (جسے آسانی کی خاطر دور بنو امیہ بھی کہا جاسکتا ہے) کی پوری تصویر کشی ہوسکے اور سیرت نگاری کا آغاز پورے طور پر سمجھا جا سکے۔

## ۱۔ سعید بن سعد بن عبادہ الخزرجی

سعید بنو خزرج کے مشہور سردار سعد بن عبادہ کے بیٹے تھے۔ ابن سعد، سعید کو صحابی سمجھتے ہیں۔ان کے مطابق سعید بن سعد نے رسول اللہ کی صحبت کا شرف پایا ہے، بعض روائتوں میں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ سے سنا بھی ہے، ثقہ اور قلیل الحدیث تھے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



[1] جبکہ فواد سیزگین کہتے ہیں کہ ہماری معلومات کے مطابق حضرت سعید رسول اللہ کے زمانہ حیات میں پیدا ہوئے لیکن شرف ملاقات سے مشرف نہ ہوسکے [2] معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعید نے اوائل عمری سے ہی آپؐ کی زندگی کے واقعات لکھنے شروع کردیئے تھے اور اپنے والد کے طرز تحریر سے کچھ اختلاف بھی کیا تھا، ان کی کتاب اوائل عہد عباسی تک ان کے پوتے سعید بن عمرو کے پاس محفوظ تھی۔[3] اس کتاب کے بعض حصے مسند احمد بن حنبل، اور مسند ابی عوانہ میں پائے جاتے ہیں۔ حضرت سعید کی تاریخ وفات کا علم نہ ہوسکا۔ حضرت سعید کے بیٹے شرحبیل بھی صاحب کتاب المغازی تھے، ان کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

## ۲۔ سہل بن ابی حثمہ (م ۴۱ھ / ۶۶۱ء)

مدنی اور انصاری تھے۔ انکا لقب ابو یحییٰ یا ابو محمد تھا وہ ۳ھ / ۶۲۴ء میں پیدا ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اوائل شباب ہی میں رسول اللہ ؐ کی سوانح حیات اور ان کی مغازی کی تدوین و تالیف میں مصروف ہوگئے تھے۔ ان کی مغازی کا نسخہ ان کے پوتے یا پڑپوتے محمد ابن یحییٰ بن سہل کے پاس تھا۔ ان میں سے بعض حصے الواقدی کی المغازی میں ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ اقتباسات البلاذری کی ''انساب الاشراف''، طبری کی تاریخ اور طبقات ابن سعد میں بھی ملتے ہیں۔ سہل بن ابی حثمہ نے حضرت امیر معاویہ کے عہد امارت میں ۴۱ھ / ۶۶۱ء میں وفات پائی۔ ان سے ان کے بیٹے محمد، بھانجے محمد بن سلیمان، بشیر بن یسار الانصاری، نافع بن جبیر بن مطعم اور عروہ بن زبیر وغیرہ نے روایت کی ہے زہری کو ان سے براہ راست روایت کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ ان کی احادیث مسند احمد میں ملتی ہیں۔[4]

## ۳۔ سعید ابن میتب (م ۹۴ھ / ۷۱۳ء)

شیخ الاسلام، ابومحمد سعید ابن میتب بن حزن [5] قریش کے قبیلہ بنو مخزوم سے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تعلق رکھتے تھے۔ حضرت عمر کے مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے دو سال بعد پیدا ہوئے۔ اکابر تابعین میں ان کا شمار ہوتا ہے، فقیہہ مدینہ تھے، وسعتِ علم میں شاید کوئی تابعی آپ کا مقابلہ نہیں کرسکتا[6] آپ نے عموماً حضرت عثمان، زید بن ثابت، ام المومنین حضرت عائشہ، سعد بن ابی وقاص، ابو ہریرہ، اور دوسرے صحابہ سے اکتسابِ علم کیا، آپ حضرت ابو ہریرہ کے داماد تھے[7] رسول اللہ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کے فیصلوں کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے، وہ خود کہا کرتے تھے کہ میں نے اکثر ایک حدیث کی طلب میں کئی کئی راتوں اور کئی کئی دن سفر کیا ہے[8] ماہر انساب مورخ، محدث اور فقیہہ تھے اور حضرت عمر فاروق کی فقہ پر اعتماد کرتے ہوئے فتاوی دیا کرتے تھے، اس لیے ان کو حضرت عمر کا راوی کہا جاتا ہے[9]۔ ان کے تلامذہ میں الزہری، قتادہ، حضرت عمر کے پوتے محمد بن عبداللہ اور سالم وغیرہ شامل ہیں۔

خلفائے بنو امیہ سے آپ کے تعلقات اچھے نہیں تھے، آپ ان حکمرانوں اور امراء کے سخت ناقد تھے، ۸۴ھ میں جب عبدالعزیز بن مروان کی وفات مصر میں ہوگئی تو خلیفہ وقت عبدالملک بن مروان نے اپنے دونوں بیٹوں ولید اور سلیمان کو ولی عہد بنایا اور تمام شہروں میں ان دونوں کی بیعت کے لیے لکھ دیا اس زمانے میں مدینہ کا عامل ہشام بن اسماعیل مخزومی تھا، اس نے سب سے بیعت لی اور جب سعید بن مسیب کو بلایا تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ جب تک میں غور نہ کرلوں، بیعت نہ کروں گا۔ اس پر ہشام نے انہیں ساٹھ کوڑوں کی سزادی، کمبل میں باندھ کر انہیں گشت کراتے رہے اور بالآخر قید خانے میں ڈال دیا۔ عبدالملک بن مروان کو اطلاع ہوئی تو اس نے رہائی کا حکم دیا[10] اس سے قبل واقعہ حرہ (۶۳ھ) میں مسلم بن عقبہ المری کی پکڑ دھکڑ سے بہ مشکل ان کی جان بچی تھی، ایک وقت یہ بھی آیا تھا کہ مسجد نبوی میں یہ تنہا بیٹھے رہتے تھے، ان کے پاس جانے کی اموی حکام کی طرف سے مخالفت ہوگئی تھی[11] اسی طرح عبداللہ ابن

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



زبیر سے ان کے تعلقات اچھے نہیں تھے، جبکہ وہ خلیفہ تھے۔ جابر بن اسود حضرت عبداللہ بن زبیر کی جانب سے مدینے کے گورنر تھے انہوں نے سعید بن مسیب کو عبداللہ ابن زبیر کی بیعت کے لیے بلایا تو انہوں نے انکار کردیا۔ جابر نے ان کو ساٹھ کوڑے لگوائے ۱۲ سوائے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے کسی اموی خلیفہ نے آپ کے علم سے فائدہ نہیں اٹھایا، حضرت عمر بن عبدالعزیز جب تک سعید ابن مسیب سے دریافت نہ کرلیتے اپنا کوئی فیصلہ صادر نہیں کرتے تھے۔ ۱۳

آپ کا انتقال ۹۴ھ میں ہوا، اس سال کو کثرت سے فقہا کا انتقال ہونے کی وجہ سے، ''سنۃ الفقہا'' کہا جاتا ہے۔ یہ ولید بن عبدالملک کا دور خلافت تھا۔ ۱۴

مغازی، فتوح اور سیرت نبوی پر آپ کی کتاب موجود تھی جس سے بعد میں طبری نے بہت استفادہ کیا ہے، تاہم فواد سیزگین یہ نہیں بتاتے کہ سعید نے اپنی کتاب یا کتابیں کب لکھی تھیں ۱۵ ہوسکتا ہے اموی خلفاء کی ناراضگی اور مزاحمت کی وجہ سے آپ کی کتاب المغازی کی زیادہ روایت نہ کی گئی ہو، اس وقت تک عروہ بن زبیر اور ابان بن عثمان کی کتاب المغازی لکھی جاچکی تھیں۔

## ۴۔ عبیداللہ ابن کعب (م ۹۷ھ / ۷۱۵ء)

ابو فضالہ عبید اللہ بن کعب بن مالک الانصاری متقدمین تابعین میں سے ہیں۔ ان کی تاریخ ولادت معلوم نہیں ہوسکی۔ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جبکہ خود ان سے امام زہری اور ان کے بھائی معبد بن کعب وغیرہ حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ محمد ابن اسحاق کہتے ہیں کہ وہ اکابر علمائے انصار سے ہیں اور بعض نامور مولفین مغازی ان پر اعتماد کرتے ہیں، تاریخ طبری میں ان کے جو اقتباسات ملتے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبیداللہ بن کعب نے مغازی پر کتاب لکھی تھی تاہم ان کی کتاب المغازی زیادہ ضخیم نہیں تھی۔ طبری نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابن اسحاق نے عبید اللہ بن کعب کی کتاب المغازی



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے بھی استفادہ کیا تھا[16] ابن سعد کے مطابق وہ ثقہ اور قلیل الروایت تھے[17]

## ۵۔ قاسم بن محمد (م ۱۰۷ھ / ۷۲۵ء)

ابو محمد، قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق ۳۷ھ / ۶۵۷ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ ام ولد تھیں جن کا نام سودہ تھا[18] وہ عروہ بن زبیر کی طرح اپنے زمانے کے بڑے عالم تھے۔ الشعبی اور امام زہری ان کے راویوں میں سے ہیں۔ ان کا حلقہ درس مسجد نبوی میں تھا۔ جہاں عموماً عشاء کے بعد مجلس لگتی تھی۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں ان کے بعد عبدالرحمٰن بن قاسم اور عبید اللہ ابن عمر کا حلقہ درس لگتا تھا اور ان کے بعد مالک بن انس کا حلقہ درس اسی جگہ منعقد ہوتا تھا، یہ جگہ قبر اور منبر کے درمیان حضرت عمرؓ کی کھڑکی کے روبرو تھی[19] آپ نے اپنی پھوپی حضرت عائشہ، ابن عباس، معاویہ، فاطمہ بنت قیس، ابن عمر اور صحابہ کرام کی ایک جماعت سے علم حدیث حاصل کیا، اور آپ سے آپ کے بیٹے عبدالرحمٰن، زہری، ابن المنکدر، ابن عون، ربیعۃ الرای، افلح بن حمید، حنظلہ بن ابوسفیان، ایوب اور دوسرے بہت سے لوگ روایت کرتے ہیں۔ اپنے والد محمد بن ابی بکر کے قتل ہونے کے بعد اپنی پھوپی ام المومنین حضرت عائشہ کی گود میں بحالت یتیمی پرورش پائی اور انہی سے فقہ اور حدیث سیکھا۔[20]

یحییٰ بن سعید انصاری کہتے ہیں مدینہ میں کوئی عالم ایسا نہیں ہے جسے ہم قاسم پر برتری دیں۔ ابو الزناد کہتے ہیں، میں نے قاسم سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی فقیہ نہیں دیکھا ہے اور نہ ان سے زیادہ حدیث کا علم رکھنے والا کوئی انسان معلوم ہے، سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ قاسم اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ امیرالمومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز کہتے تھے اگر میرا اختیار[21] ہوتا تو اپنے بعد بنو تیم کے "اعمش" (یعنی قاسم بن محمد) کو خلیفۃ المسلمین نامزد کرتا۔[22]

آخر عمر میں ان کی بصارت جاتی رہی تھی انہوں نے ۱۰۷ھ مطابق ۷۲۵ء



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انتقال کیا۔ ان کا انتقال قدید میں ہوا اور تدفین مشلل میں ہوئی ۲۳؎ اس وقت وہ ستر یا بہتر برس کے تھے۔

قاسم بن محمد ثقہ، اور عالی مرتبہ فقیہ و امام تھے، کثیر الحدیث اور متقی تھے ۲۴؎ سیرو مغازی پر انہوں نے کتاب مرتب کی تھی، طبری نے قاسم بن محمد کی کتاب سے بہت سی عبارتیں اپنی تاریخ میں دی ہیں۔اس کے علاوہ فہرست تاریخ الطبری میں پچیس بار قاسم بن محمد کی کتاب المغازی کا حوالہ آیا ہے۔ان میں حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمان بن عفان کے عہد خلافت کے واقعات کے علاوہ جنگ جمل کا بھی ذکر ہے۔ یہ واقعات سہل بن یوسف السلمی کے واسطے سے قاسم بن محمد کی مغازی سے ماخوذ ہیں۔بعض عبارتیں واقدی اور بلاذری نے بھی نقل کی ہیں۔ ۲۵؎

## ۶۔ عاصم بن عمر بن قتادہ (م ۱۲۰ھ / ۷۳۷ء)

ابو عمر عاصم بن عمر بن قتادہ بن نعمان انصاری مشہور تابعی ہیں، ان کے دادا حضرت قتادہ بن نعمانؓ جلیل القدر صحابی تھے۔ عاصم بن عمر سیرومغازی کے امام تھے ۲۶؎ ابن سعد نے بھی ان کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ حدیث کے راوی تھے اور ان کو سیرت اور مغازی کا علم تھا۔ ان کے تلامذہ میں دو مشہور سیرت نگار شامل تھے ایک محمد ابن اسحاق اور دوسرے ابو الاسود یتیم عروہ۔ ذہبی نے ان کے بارے میں لکھا ہے "وہ محمد ابن اسحاق کے استاد ہیں اور اخبار کے عالم اور مغازی کے علامہ ہیں۔" ۲۷؎ امام زہری کے نزدیک محمد ابن اسحاق کے واسطے سے عاصم بن عمر کی مغازی کی روایات نہایت مستند تھیں اور وہ ان کو فوراً قبول کر لیتے تھے۔ ۲۸؎

سیرو مغازی میں تبحر وثقاہت کی وجہ سے اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے ان کو حکم دیا کہ وہ دمشق کی جامع مسجد میں مغازی اور مناقب صحابہ بیان کیا کریں اور انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی ۲۹؎ جب آپ مدینہ واپس آئے تب بھی مغازی کا درس دینے کا



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سلسلہ جاری رکھا۔ الفریڈ گیام نے گمان ظاہر کیا ہے کہ عاصم بن عمر نے اپنے خطبات مغازی قلمبند بھی کیے ہوں گے۔ ۳۰؎

امام المغازی محمد ابن اسحاق کی عاصم بن عمر سے مدینہ میں ملاقات ہوئی اور وہ جب تک وہاں رہے پابندی سے عاصم کے درس میں شرکت کرتے رہے اسی لیے ابن اسحاق نے ان کی مغازی کے متعدد حصے اپنی کتاب میں نقل کیے ہیں۔ ابن اسحاق کے علاوہ واقدی نے بھی ان سے خاص طور پر مغازی کی روایات اخذ کی ہیں۔ ابن جریر طبری نے ۴۱ مقامات پر عاصم کا تذکرہ کیا ہے ان کی ابتدائی روایات کا تعلق رسول اللہ کے زمانہ شباب، مکی زندگی، بعثت اور آغاز اسلام سے ہے عاصم بن عمر کا درس سن کر لوگوں نے اپنی بیاضوں میں سیرت و مغازی کے واقعات جمع کرنے شروع کردیئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بیاضیں، سیرت نبوی کے خام مواد کے طور پر آئندہ مولفین کے بے حد کام آئیں اور ان کی حیثیت ابتدائی ماخذ کی ہوگئی۔ ۳۱؎

## ۷۔ جعفر بن محمود انصاری مدنی

اسی زمانے میں مدینہ میں غزوات کے موضوع پر ایک اور کتاب کا ذکر ملتا ہے جس کو جعفر بن محمود بن عبداللہ بن محمد بن سلمہ حارثی انصاری مدنی نے لکھا تھا۔ وہ علمائے تابعین کے طبقہ اولی میں سے ہیں، حضرت اُسید بن حضیر سے مرسل روایت کی ہے، نیز حضرت جابر بن عبداللہ اور اپنی دادی تویلہ بنت اسلم صحابیہؓ سے روایت کی، اور ان سے ان کے بیٹے ابراہیم بن جعفر، بھتیجے سلیمان بن محمد بن محمود، موسیٰ ابن عمیر انصاری نے روایت کی ہے۔ ۳۲؎

جعفر بن محمود حدیث وفقہ اور سیر ومغازی کے عالم تھے، انہوں نے "کتاب الغزوہ" لکھی تھی جو اہل علم کے نزدیک مستند تھی اور وہ اپنے شاگردوں کو اس کی روایت کی ترغیب دیتے تھے۔ یحییٰ بن معین کا بیان ہے "صالح بن کیسان نے جعفر بن محمود کی



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


روایت سے کتاب الغزوہ پڑھنے کا حکم دیا تھا۔'' ۳۳؎ صالح بن کیسان مدنی (م ۱۴۰ھ) امام زہری کے خصوصی تلامذہ میں ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر کی زیارت کا شرف رکھتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی اولاد کے مودب و معلم تھے، حدیث و فقہ کے جامع عالم تھے، ان کے امروحکم سے اندازہ ہوتا ہے کہ جعفر بن محمود انصاری کی کتاب الغزوہ اہم کتاب رہی ہوگی۔ جس کی روایت ان سے اہل علم کرتے تھے اور اس کا حکم دیتے تھے، ان کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہوسکی۔ ۳۴؎ تاہم فواد سیزگین ان کا نام اس عہد کے مولفین سیرت و مغازی میں نہیں دیتے۔

## ۸۔ شرحبیل بن سعد (م ۱۲۳ھ/۷۴۰ء)

ابو سعد شرحبیل بن سعد انصاری مدنی سیر و مغازی کے مشہور عالم تھے ان کا شمار شیوخ مدینہ میں ہوتا تھا۔ کبار صحابہ سے روایت کی ہے ان کے تلامذہ میں محمد ابن اسحاق اور عکرمہ مولیٰ ابن عباس علمائے مغازی میں سے ہیں۔ کبرسنی کی وجہ سے آخر عمر میں حواس مختل ہوگئے تھے، اس لیے ان کی روایت میں کلام کیا گیا ہے مگر ان کے علم المغازی میں کلام نہیں ہے، ابن ابی حاتم نے لکھا ہے ''وہ مغازی کے عالم تھے'' ۳۵؎ خاص طور سے شرکائے بدر کے علم میں امتیازی مقام رکھتے تھے۔ موسیٰ بن عقبہ کا بیان ہے کہ حضرت شرحبیل نے غزوہ بدر میں شریک ہونے والے مہاجرین کی ایک فہرست بھی تیار کی تھی۔ سفیان بن عیینہ نے ان کو مغازی کے جلیل القدر عالموں میں شمار کیا ہے ۳۶؎ اگرچہ ابن اسحاق اور واقدی نے ان سے کوئی روایت نہیں لی لیکن ابن سعد نے طبقات میں ہجرت رسول اللہ کے بارے میں ان سے ایک روایت درج کی ہے۔ ان کے بارے میں الفریڈ گیام کہتے ہیں ''ہمیں ان کے بارے میں سوائے اس کے کہ انہوں نے بھی فن مغازی پر ایک کتاب لکھی تھی اور کچھ معلوم نہیں۔'' ۳۷؎ تقریباً سو سال عمر پاکر ۱۲۳ھ میں انتقال کیا۔


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## ۹۔ یعقوب بن عتبہ (م ۱۲۸ھ/۷۴۵ء)

یعقوب بن عتبہ بن المغیرہ الثقفی المدنی، امام زہری کے معاصر تھے۔ نہایت ثقہ تھے عمال اور گورنر، انتظام ملکی میں ان سے مدد لیتے تھے فقہائے مدینہ میں ان کا شمار تھا۔ سیرت نبوی کے عالم تھے۔ ان کا دادا اخنس بن شریق ثقفی رسول اللہ کا بہت بڑا دشمن تھا [۳۸] سیرت پر ان کی تحریریں تھیں۔ تاریخ طبری میں یعقوب بن عتبہ کی سیرۃ کے بہت سے اقتباسات ہیں [۳۹] انہوں نے ۱۲۸ھ میں وفات پائی۔

## ۱۰۔ عبداللہ بن ابی بکر: (م ۱۳۰ھ یا ۱۳۵ھ)

عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری ۵۶ھ یا ۶۰ھ/۶۷۹ء میں مدینہ میں پیدا ہوئے ان کا تعلق بنونجار سے تھا۔ یہ بھی مغازی کے ابتدائی مصنفین میں سے ہیں۔ ان کے جداعلیٰ حضرت عمرو بن حزم انصاریؓ کو رسول اللہ نے نجران کا امیر بنا کر ان کے نام ایک مفصل مکتوب روانہ فرمایا تھا۔ ان کا خاندان حدیث و فقہ اور سیر و مغازی میں ممتاز مقام رکھتا ہے۔

عبداللہ کے والد قاضی ابوبکر جو اپنے زمانے کے بہت بڑے محدث، امام زہری کے استاد اور مدینہ کے قاضی تھے، ان کو اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بطور خاص احادیث جمع کرنے کا حکم بھیجا تھا انہوں نے یہ لکھا تھا کہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن [۴۰] کے مسائل اور روایات قلمبند کر کے بھیجیں۔ [۴۱] انہی قاضی ابو بکر کے بیٹے عبداللہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ تابعین کے بعد تین ایسے علماء سامنے آئے جنہیں مغازی سے بھی اتنی ہی دلچسپی تھی جتنی حدیث سے ان میں عاصم بن عمر، ابن شہاب زہری کے ساتھ تیسرا نام عبداللہ بن ابوبکر کا ہے۔ [۴۲]

عبداللہ بن ابوبکر نے اپنی کتاب المغازی میں عرب قبائل کے ان وفود کے



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بارے میں خاص مواد فراہم کیا ہے جو رسول اللہ کی خدمت میں آئے، نیز رسول اللہ کی وفات کے بعد قبائل عرب کے ارتداد کے اخبار کی روایت کی ہے۔[۴۳]

عبداللہ اپنی بیشتر روایات میں اسناد کا اہتمام نہیں کرتے کیونکہ انہوں نے جن لوگوں سے روایات اخذ کیں وہ واقعات کے قریبی گواہ تھے[۴۴] عبداللہ نے غزوات نبوی کی فہرست، تاریخی ترتیب کے ساتھ تیار کی تھی جو ابن اسحاق نے اپنی کتاب میں درج کی ہے۔ انہوں نے لکھی ہوئی کتابوں اور دستاویزات کی طرف بھی توجہ دی مثلاً وہ خط جو رسول اللہ نے ملوک حمیر کو بھیجا تھا۔ یا وہ دستاویز جو رسول اللہ نے ان کے پر دادا حضرت عمر بن حزم کو ساتھ رکھنے کے لیے اس وقت دی تھی جب انہیں اہل نجران کو اسلامی تعلیمات سکھانے کے لیے روانہ کیا تھا۔عبداللہ بن ابی بکر کے شیوخ میں عروہ بن زبیر اور ابن شہاب زہری ہیں جبکہ محمد ابن اسحاق ان کے شاگرد ہیں، ابن اسحاق نے اپنی ''کتاب المغازی'' میں ان کی بہت سی روایات درج کی ہیں۔

عبداللہ کے ایک بھتیجے عبدالملک بن محمد بن ابو بکر (م ۱۷۶ھ) نے ان سے کتاب المغازی کی روایت کی ہے۔ وہ نہایت ثقہ، صادق، مامون، حجت، حافظِ حدیث، فقیہ اور سیر و مغازی کے عالم و مصنف تھے، انہوں نے اپنے چچا کی کتاب المغازی کی روایت بغداد میں کی۔[۴۵] خود بھی ایک 'کتاب المغازی' کے مولف تھے۔[۴۶] عبداللہ بن ابوبکر کا انتقال ستر سال کی عمر میں ۱۳۵ھ میں ہوا۔ ان کے کوئی اولاد نہیں تھی۔

## ۱۱۔ یزید بن رومان: (۱۳۰ھ/۷۴۷ء)

یزید بن رومان الاسدی مدنی، ابوروح، آل زبیر بن العوام کے مولیٰ تھے[۴۷]۔

ان کا شمار متاخرین تابعین میں ہوتا ہے اگرچہ انہوں نے صحابہ کرام سے روایت نہیں کی۔ وہ محدث اور مغازی کے مولف تھے۔ان کی روایات کا مدار عروہ بن زبیر اور ابن شہاب زہری کے اقوال ہیں، لیکن خود ان سے محمد ابن اسحاق، اور حضرت مالک بن انس اور



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہشام بن عروہ وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یزید بن رومان کی کتاب المغازی، محمد ابن صالح بن دینار (م ۱۶۸ھ/ ۷۸۴ء) کی روایت سے واقدی کی دسترس میں تھی۔ طبقات ابن سعد میں بھی اس کے اقتباسات ملتے ہیں۔ طبری نے ابن سعد، واقدی اور ابن اسحاق کے حوالے سے یزید بن رومان کی مغازی کی بہت سی عبارتیں نقل کی ہیں۔ انہوں نے ۱۳۰ھ/ ۷۴۷ء میں وفات پائی۔ ۴۸

## ۱۲۔ ابوالاسود: (م ۱۳۷ھ/ ۷۵۴ء)

ابوالاسود محمد بن عبدالرحمٰن بن نوفل اسدی مدنی کی 'کتاب المغازی' درحقیقت عروہ بن زبیر کی کتاب المغازی کا نسخہ ہے جس میں ابوالاسود نے دوسرے شیوخ کی روائتیں شامل کر دی ہیں۔ ابوالاسود کے والد عبدالرحمٰن بن نوفل، حضرت عبداللہ بن زبیر کے ساتھ شہید ہوگئے تھے، انہوں نے اپنے بچے کو عروہ بن زبیر کی کفالت میں دینے کی وصیت کی تھی، عروہ نے ان کو اپنی تعلیم و تربیت میں یوں رکھا کہ وہ ''یتیم عروہ'' کی نسبت سے مشہور ہوگئے۔ دونوں کا شجرہ نسب اوپر جا کر خویلد بن اسد سے مل جاتا ہے۔ نہایت کثیر الحدیث اور ثقہ عالم ہیں ۴۹۔ ابوالاسود تابعی ہیں ۵۰ انہوں نے عروہ بن زبیر کے علاوہ علی بن حسین زین العابدین، سلیمان ابن یسار، عامر بن عبداللہ بن زبیر، سالم مولی شداد، سالم بن عبداللہ بن عمر، عبدالرحمٰن الاعرج، عکرمہ مولیٰ ابن عباس، نعمان بن ابوعیاش، اور یحییٰ بن نضر وغیرہ سے روایت کی تھی۔ ۵۱

ابوالاسود بنی امیہ کے آخری دور میں مصر چلے گئے تھے، جہاں ان کے علم کی بڑی اشاعت ہوئی، انہوں نے عروہ بن زبیر کی کتاب المغازی کی مصر میں روایت کی ۵۲ ان کے مصری تلامذہ میں لیث ابن سعد، ابوشریح عبدالرحمٰن بن شریح اسکندرانی، عبداللہ بن لہیعہ مشہور ہیں۔ اہل علم کے نزدیک ابوالاسود کی روایات قابل وثوق ہیں۔ ابوالاسود کی کتاب المغازی سے منتخبات، البلاذری کی کتاب انساب الاشراف، طبری، ابن حجر کی



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الاصابہ اور ابن سعد کی طبقات میں ملتے ہیں۔۵۳

## ۱۳۔داود بن الحسین: (م ۱۳۵ھ/۷۵۲ء)

ابوسلیمان داود بن الحسین الاموی، عکرمہ اور نافع وغیرہم کے شاگرد اور امام مالک اور ابن اسحاق کے شیخ تھے۔ اپنے استاد عکرمہ کی طرح خوارج کی طرف مائل تھے۔ بعض محدثین نے ان کی روایات کی تضعیف کی ہے جبکہ بعض نے ان کی توثیق کی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے صرف حیات النبیؐ اور صحابہ کرام کے حالات جمع کرنے کا ہی اہتمام کیا تھا۔۵۴

## ۱۴۔موسیٰ بن عقبہ(م ۱۴۱ھ/ ۷۵۸ء)

مدینہ کے سیرت نگاروں میں جنہوں نے عہد بنوامیہ (۴۱ھ تا ۱۳۲ھ) میں کتب مغازی لکھیں ان میں آخری نام موسیٰ بن عقبہ کا لیا جاسکتا ہے۔ ان کا انتقال عہد عباسی میں ہوا، لیکن انہوں نے اپنی کتاب المغازی عہد بنوامیہ میں تالیف کر لی تھی۔۵۵

ابو محمد موسیٰ بن عقبہ اسدی امام زہری کے شاگرد تھے۔ یہ تین بھائی تھے محمد بن عقبہ، ابراہیم بن عقبہ اور موسیٰ بن عقبہ، تینوں بھائی مدینہ کے مشہور فقہاء محدثین میں تھے۔ ان کا حلقہ درس مسجد نبوی میں الگ الگ قائم ہوتا تھا۔ سب سے چھوٹے موسیٰ بن عقبہ کثیر الحدیث اور فقہ وفتویٰ میں امامت کا مرتبہ رکھتے تھے۔ مولیٰ زبیر بن عوام تھے۔۵۶

موسیٰ بن عقبہ نے سیرۃ و مغازی کے علم میں عبداللہ بن عباس کی کتابوں سے استفادہ کیا، جن کو ان کے غلام کریب نے ان کے پاس رکھوایا تھا۔ انہوں نے آخری عمر میں کتاب المغازی تصنیف کی اور اس حوالے سے تحقیق و تلاش کا خاص اہتمام کیا۔ امام مالک کے شاگرد جب ان سے دریافت کرتے کہ ہم کس عالم سے مغازی کی روایت کریں تو کہتے تم لوگ موسیٰ بن عقبہ کی مغازی پڑھو، وہ ثقہ ہیں ۵۷ امام مالک اپنے



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شاگردوں سے کہا کرتے تھے کہ تم لوگ مغازی موسیٰ بن عقبہ سے حاصل کرو، وہ ثقہ اور مردِ صالح ہیں ان کی مغازی اصح المغازی ہے، انہوں نے بڑھاپے میں یہ علم حاصل کیا ہے۔ دوسروں کی طرح تکثیر روایت سے کام نہیں لیا۔

امام احمد بن حنبل تفسیر، ملاحم و مغازی کو بے اصل کہتے ہیں مگر مغازی موسیٰ بن عقبہ کے بارے میں ان کا قول ہے ''تم لوگ موسیٰ بن عقبہ کی مغازی حاصل کرو وہ ثقہ ہیں'' ۵۸۔ حافظ ابن حجر نے ان کی مغازی کو ''اصح المغازی'' بتایا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ کی کتاب المغازی دراصل ان کے شیخ ابن شہاب زہری کی کتاب المغازی کا مثنیٰ ہے جس کو انہوں نے آخری عمر میں مزید تحقیق و تلاش کے بعد مرتب و مدون کیا ہے۔ اس کتاب کی روایت موسیٰ کے کئی شاگردوں نے کی جن میں ان کے بھتیجے اسمٰعیل بن ابراہیم بن عقبہ اس کے مشہور و مخصوص راوی ہیں۔ ان کے علاوہ محمد بن فلیح اور سلیمان بن بلال تیمی نے بھی اس کتاب کی روایت کی ہے۔ نویں صدی ہجری تک مغازی موسیٰ بن عقبہ کی روایت محدثین میں ہوتی رہی ہے۔ مشہور مستشرق سخاو نے مغازی موسیٰ بن عقبہ کا انتخاب برلن کے ایک مخطوطہ سے شائع کیا تھا، اس کا ایک حصہ کتاب الامالی ابن صاعد میں پایا جاتا ہے اور سیرت کی کتابوں میں اس کی روایات موجود ہیں جن میں اکثر محمد ابن شہاب زہری سے مروی ہیں۔ ۵۹

مورخ کی حیثیت سے موسیٰ بن عقبہ کی تمامتر توجہ کا مرکز مغازی رسول اللہ اور خلفائے راشدین تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے مہاجرین حبشہ اور بیعتِ عقبہ میں شامل ہونے والوں کے اسمائے گرامی بھی تحریر کیے تھے۔ انہوں نے چند مواقع پر امویوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ موسیٰ بن عقبہ کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ سنہ وار تاریخی واقعات کا ذکر کرتے ہیں، ان کے بہت سے پیش رو جن میں عبداللہ بن ابی بکر بن حزم (متوفی ۱۲۰ھ ر ۷۳۷ء) بھی شامل ہیں سنین کا التزام کرتے رہے ہیں۔ وہ اپنی تاریخ میں اشعار سے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شاذو نادر استشہاد کرتے ہیں۔٦٠

موسیٰ بن عقبہ کی اصل کتاب تو ضائع ہو چکی ہے، اس کا ایک ٹکڑا برلن میں تھا جس کا جرمن ترجمہ سخاو (زخاؤ) نے شائع کیا ہے۔ یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر(م ۴٦۳ھ/۱۰۷۱ء) نے اس کا اختصار 'کتاب الدرر فی اختصار المغازی والسیر' کے نام سے کیا تھا، جو چھپ گیا ہے، حافظ ابن حجر نے کتلب المغازی سے بے شمار اقتباسات الاصابہ میں دیئے ہیں۔موسیٰ بن عقبہ کی کتاب المغازی کا ایک حصہ جناب مصطفیٰ الاعظمی نے بیروت سے شائع کیا ہے۔٦١

اس تذکرہ سے مدینہ منورہ میں سیرت نگاری کے حوالے سے ہونے والی سرگرمیوں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ تاہم ایسا نہیں ہے کہ دیگر شہروں میں سیرت پر کوئی کام دورِ اول میں نہیں ہوا ۔ کوفہ، بصرہ اور یمن میں اسی دور میں سیرت پر ابتدائی کتابیں لکھی گئیں جن کا تذکرہ باب چہارم میں کیا جارہا ہے۔

www.KitaboSunnat.com



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# حواشی و حوالہ جات (باب سوم، فصل سوم)

۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ جلد ۵، ص ۸۳ (دار صادر، بیروت، ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء)

۲۔ فواد سیزگن 'سیرت نگارانِ نبوی' مترجم شیخ نذیر حسین، مشمولہ ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اگست ۹۳ء، ص ۸۶۔

۳۔ ایضاً۔

۴۔ ایضاً، ص ۸۷۔

۵۔ سعید بن میتب بن حزن سے مروی ہے کہ ان کے دادا حزن، رسول اللہ کے پاس آئے آپ نے فرمایا تمہارا نام کیا ہے؟ عرض کی حزن (سخت زمین) فرمایا نہیں تم سہل (نرم زمین) ہو، عرض کی یا رسول اللہ میرا جو نام والدین نے رکھا ہے میں اسی سے لوگوں میں مشہور ہوگیا، رسول اللہ خاموش ہوگئے، سعید ابن میتب نے کہا کہ پھر ہم برابر اپنے خاندان میں حزونۃ (سختی) محسوس کرتے ہیں (الطبقات الکبریٰ، جلد ۵، ص ۱۱۹) اسی قسم کی تفصیل معمولی فرق سے ابن قتیبہ کی کتاب المعارف، ص ۳۶۳، مترجم علی محسن صدیقی میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۶۔ آپ کی جلالت علمی کے لیے دیکھئے امام ابوعبداللہ محمد الذہبی کی تذکرۃ الحفاظ، جلد ۱، ص ۶۲ تا ۶۴ مترجم محمد اسحاق (اسلامک پبلشنگ ہاوس، لاہور، ۱۹۸۱ء)

۷۔ ابن قتیبہ الدینوری، 'کتاب المعارف'، ص ۱۹۳۔

۸۔ تذکرۃ الحفاظ جلد ۱، ص ۶۳۔

۹۔ طبقات الکبریٰ جلد ۵، ص ۱۲۰۔

۱۰۔ ایضاً، جلد ۵، ص ۱۲۲۔

۱۱۔ ایضاً۔

۱۲۔ المعارف، ص ۱۹۳۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۱۳۔ طبقات الکبریٰ جلد ۵، ص ۱۲۰۔

۱۴۔ ایضاً، جلد ۵، ص ۱۴۰۔

۱۵۔ فواد سیزگن، ص ۸۸۔

۱۶۔ ایضاً، ص ۸۸۔

۱۷۔ طبقات الکبریٰ جلد ۵، ص ۱۷۱۔

۱۸۔ ایضاً، جلد ۵، ص ۱۸۷۔

۱۹۔ ایضاً، جلد ۵، ص ۱۸۸۔

۲۰۔ تذکرۃ الحفاظ جلد ۱، ص ۹۵۔

۲۱۔ اختیار نہ ہونے کا سبب یہ تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پیش رو خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے اپنے بعد عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ اور ساتھ ہی اپنے بھائی یزید بن عبدالملک کو ولی عہد نامزد کیا تھا۔

۲۲۔ تذکرۃ الحفاظ جلد ۱، ص ۹۵۔

۲۳۔ قدید اور مُشلل کے درمیان تین میل کا فاصلہ ہے یہ دونوں علاقے مدینہ سے مکہ جاتے ہوئے راستہ میں پڑتے ہیں، مشلل ہی میں مسلم بن عقبہ المعرّی کا بھی مدفن ہے جہاں لوگ سنگ باری کرتے ہیں۔

۲۴۔ طبقات الکبریٰ جلد ۵، ص ۱۹۴۔

۲۵۔ فواد سیزگن، ص ۹۳۔

۲۶۔ ابن قتیبہ 'المعارف'، ص ۲۰۵۔

۲۷۔ قاضی اطہر مبارک پوری 'تدوین سیر ومغازی'، ص ۱۹۸۔

۲۸۔ ایضاً۔

۲۹۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز احادیث رسول کو جمع کرانے اور سیرت صحابہ کرام کو قلمبند



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرانے میں بہت مستعد تھے، انہوں نے سالم کو بھی لکھا تھا کہ وہ حضرت عمر فاروق کی سیرت لکھیں (دیکھئے طبقات الکبریٰ جلد ۵، ص ۳۹۶، دار صادر، بیروت، ۱۹۸۵ء)۔

۳۰۔ خالد، انور محمود 'اردو نثر میں سیرتِ رسول'، ص ۹۹ (بحوالہ A Gullaume "The Life of Mohammad" تعارف، ص XV)

۳۱۔ ایضاً۔

۳۲۔ مبارک پوری، قاضی اطہر 'تدوین سیر و مغازی'، ص ۱۹۰۔

۳۳۔ ایضاً۔

۳۴۔ ایضاً۔

۳۵۔ ایضاً، ص ۱۹۹۔

۳۶۔ ایضاً (بحوالہ ابن حجر، تہذیب التہذیب جلد ۴، ص ۳۲۱)

۳۷۔ خالد، انور محمود 'اردو نثر میں سیرت رسول'، ص ۱۰۰ (بحوالہ الفریڈ گیام، لائف آف محمد، تعارف، ص XV)۔

۳۸۔ شبلی نعمانی 'سیرت النبی' مقدمہ، ۲۹۔

۳۹۔ فواد سیزگن، ص ۹۹، نیز قاضی اطہر مبارک پوری، ص ۲۰۰۔

۴۰۔ عمرۃ بنت عبدالرحمٰن ایک خاتون تھیں جنہیں حضرت عائشہ نے خاص اپنے آغوشِ تربیت میں پالا تھا، حضرت عائشہ کی اس تعلیم و تربیت کے نتیجے میں وہ بہت بڑی محدثہ اور عالمہ بنیں۔ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت عائشہ کی مرویات کا ان سے بڑھ کر کوئی عالم نہ تھا۔ قاضی ابو بکر بن حزم انصاری، انہی عمرہ کے بھانجے تھے (شبلی نعمانی 'سیرت النبی' مقدمہ، ص ۲۰)

۴۱۔ شبلی نعمانی 'سیرت النبی' مقدمہ، ۲۰۔

۴۲۔ خالد، انور محمود 'اردو نثر میں سیرت رسول'، ص ۱۰۵۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۴۳۔ ایضاً۔

۴۴۔ ایضاً۔

۴۵۔مبارک پوری، قاضی اطہر'تدوین سیر ومغازی'، ص ۱۹۱

۴۶۔شبلی نعمانی 'سیرت النبی' مقدمہ، ۳۱۔

۴۷۔ ابن خلکان'وفیات الاعیان وانباء الزمان، مترجم علامہ اختر فتح پوری جلد ۶، ص ۳۲۰۔

۴۸۔فواد سیزگن، ص ۱۰۰۔

۴۹۔مبارک پوری، قاضی اطہر'تدوین سیر ومغازی'، ص ۱۹۲۔

۵۰۔ فواد سیزگن، ص ۱۰۱۔

۵۱۔مبارک پوری، قاضی اطہر، ص ۱۹۲۔

۵۲۔ ایضاً۔

۵۳۔فواد سیزگن، ص ۱۰۱۔

۵۴۔ ایضاً۔

۵۵۔ ایضاً، ص ۱۶۵۔

۵۶۔مبارک پوری، قاضی اطہر، ص ۲۰۳ (بحوالہ تہذیب التہذیب جلد ۱۰، ص ۳۶۰)۔

۵۷۔ ایضاً، ص ۲۰۵۔

۵۸۔ ایضاً، (بحوالہ فتح الباری جلد ۸، ص ۱۲)

۵۹۔ ایضاً، ص ۷۔۲۰۶۔

۶۰۔ فواد سیزگن، ص ۱۰۳۔

۶۱۔ ایضاً، ص ۱۰۴۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



باب چہارم

# دیگر شہروں میں سیرت نگاری کا آغاز

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو مدینہ کی اسلامی حکومت کا دائرہ جزیرۃ العرب تک محدود تھا، البتہ ہمسایہ اقوام کو اسلام کی دعوت دی جاچکی تھی اور ان کے ساتھ سرحدی جھڑپوں کا آغاز بھی ہو چکا تھا۔حضرت ابو بکر صدیق کے عہد خلافت میں فتوحات ملکی کے عظیم سلسلہ کا آغاز ہوا اور حضرت عمر فاروق کے دورِ خلافت تک عراق، ایران، شام اور مصر کے وسیع علاقے فتح ہو چکے تھے۔ جو صحابہ کرام جہاد میں شریک ہوئے ان میں سے ایک بڑی تعداد انہی علاقوں میں آباد ہوگئی۔مقیم صحابہ کی ایک بڑی تعداد، فتوحات کا عمل مکمل ہونے کے بعد ان علاقوں کی طرف کوچ کرگئی۔حضرت عمر فاروق نے عسکری ضروریات کے پیش نظر بعض شہر آباد کرائے، جن کی ابتدائی حیثیت جُند کی تھی، یعنی وہ (Militry base) کے طور پر آباد کیے گئے لیکن کچھ عرصہ بعد وہ اتنے ترقی یافتہ اور خوشحال ہوگئے کہ ان کی حیثیت مستقل شہروں کی سی ہوگئی۔ حضرت عمر کے زمانے میں عراق میں دو اہم فوجی چھاونیاں بنائی گئیں ان میں ایک بصرہ ہے اور دوسرا کوفہ۔

عراق ، ساسانیوں کے دور میں ایک شاندار شہر تھا جس میں ان کا پائیہ تخت مدائن آباد تھا۔عراق، دجلہ و فرات کی وادی میں جنوبی حصے کی جانب واقع ہے جس کی زمین سرسبز وزرخیز، پانی بکثرت اور فضا معتدل ہے۔ یہ علاقہ آبادی اور مدنیت میں روئے زمین پر خاصی اہمیت رکھتا ہے۔ قدیم زمانے میں بھی تقریباً تین ہزار سال قبل مسیح سے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لے کر پے درپے متمدن قومیں اسی حصہ زمین پر حکمران رہیں۔ بابلی ، اشوری، کلدانی، یونانی اور ایرانی قوموں نے عراق میں مختلف سلطنتیں قائم کیں[۱]۔ پرانے زمانے میں عرب بھی اس سرزمین سے بخوبی واقف تھے۔ چنانچہ بکر اور تغلب نے جو ربیعہ کے قبائل تھے، اسی سرزمین پر قدم رکھا اور مشہور لخمی قبیلہ نے یہاں اپنی حکومت قائم کرلی۔ یہ حیرہ میں مناذرہ کی حکومت کہلاتی تھی[۲]۔

حضرت عمر کے عہد خلافت میں عراق کی فتح کے بعد یہاں بصرہ اور کوفہ کی فوجی چھاونیاں بنائی گئیں جو بہت جلد دو عظیم شہروں کی شکل اختیار کرگئیں، مدائن اور بابل و حیرہ کا تمدن یہاں منتقل ہوگیا اور چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی نے جب کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا تو ان شہروں کی عظمت کو چار چاند لگ گئے۔حضرت عمر کی ہدایت پر عراق میں ۱۴ھ /۶۳۵ء میں پہلے بصرہ کی بنیاد رکھی گئی اس کے تین سال بعد کوفہ آباد کیا گیا۔

## کوفہ:

عراق میں نیا آباد کیا جانے والا دوسرا شہر کوفہ تھا۔ جس کی بنیاد حضرت عمر کے زمانے میں انہی کے حکم پر حضرت سعد بن ابی وقاص نے ۱۷ھ/ ۶۳۸ء میں رکھی تھی[۳]۔ یہ شہر دریائے فرات کے مغربی کنارے پر ایک وسیع میدان کے بہت بڑے رقبے پر آباد کیا گیا تھا تاکہ دارالخلافہ مدینہ تک نقل و حمل پر طبعی روکاوٹیں اثر انداز نہ ہوسکیں۔ اس شہر کو بسانے کا خاص مقصد یہ تھا کہ عربوں کو ایک مضبوط اور دفاعی اعتبار سے ایک مستحکم چھاونی حاصل ہوسکے اور نئے مفتوحہ صوبوں کے لوگوں کو آسانی سے قابو میں رکھا جاسکے۔

لفظ ''کوفہ'' کے عام معنی ہیں ''ریت کا گول ٹیلا'' اس نام سے پتہ چلتا ہے کہ شہر کا قدیم ترین حصہ اسی نوع کی بلندی پر بسایا گیا ہوگا۔ کوفہ کا محل وقوع بصرہ سے زیادہ صحت افزا سمجھا جاتا تھا۔ عرب جوں جوں مشرق کی طرف بڑھتے گئے کوفہ کی اہمیت میں اضافہ ہوتا گیا، اسی اعتبار سے یہاں کی آبادی بھی تیزی سے بڑھنے لگی۔ کوفہ میں



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چالیس ہزار خاندانوں کی آبادکاری کی گنجائش تھی۔ ہر قبیلہ کے آباد ہونے کے لیے الگ الگ حدبندی کر دی گئی تھی۔ ابتدأ کوفہ کے دو حصے کیے گئے ایک مشرقی حصہ تھا جو بہترین تھا، اور دوسرا مغربی حصہ تھا اس کے بعد قرعہ اندازی کی گئی مشرقی حصہ اہل یمن کے حصہ میں آیا، اور مغربی حصہ نزاریوں کے ہے، کوفہ میں یمن کے لوگ ، نزاریوں کے مقابلے میں زیادہ تھے۔ چنانچہ یمنی بارہ ہزار تھے اور نزاری اٹھ ہزار۔ جو قبائل کوفہ میں آباد ہوئے ان میں بنوسلیم، بنو ثقیف، بنو ہمدان، بنو بجیلہ، بنو تیم اللات، بنی تغلب، بنو اسد، بنو کندہ، بنوازد، بنومزینہ، بنوتمیم، بنو عارب اور بنو مذحج وغیرہ شامل تھے۔ ۵

کوفہ حضرت عمر کے زمانے ہی میں خاصی ترقی کر گیا تھا یہاں تین سو ''اصحاب الشجرہ'' یعنی وہ اصحاب جنہوں نے بیعت رضوان میں شرکت کی تھی اور ستر بدری صحابی آئے۔ تاہم اکثریت ''اعراب'' کی تھی جو اپنی سابقہ قبائلی اور نسلی عصبیتوں کے ساتھ آکر آباد ہوئے تھے جس کی وجہ سے کوفہ جلد ہی قریشی، غیرقریشی تصادم میں الجھ گیا۔ یہ بحران حضرت عثمان کے دور میں شروع ہو چکا تھا۔ اس کا اندازہ گورنر کوفہ سعید بن العاص کے خط، بنام حضرت عثمان سے ہوسکتا ہے، انہوں نے کوفہ کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا۔

> '' اہل کوفہ کے معاملات خراب ہوگئے ہیں، قدیم اور شریف خاندان مغلوب ہوگئے ہیں۔ بعد میں آنے والے لوگ اور اعراب یہاں کے معاملات پر غالب آگئے ہیں، یہاں تک کہ شرفاء اور بہادر اشخاص کو کوئی نہیں پوچھتا۔ ۶

اہل کوفہ ابتداء سے ہی متلون المزاجی کا مظاہرہ کرتے رہے ان کی اکثریت ناقابل اعتبار تھی۔ حضرت عمر بھی ان سے شاکی تھے۔ یہ لوگ خلیفہ کے مقرر کردہ عمال سے جلد ہی اکتا جاتے اور ان کی شکائتیں کر کر کے انہیں معزول کرا دیتے۔ اس کی وجہ وہاں کی آبادی کا تنوع تھا، جتنی متنوع آبادی تھی اتنی ہی متنوع ان کی پسند اور خواہشات تھیں ۷

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اپنے عہد خلافت کے آخری چھ سالوں میں حضرت عمر کو تین بار کوفہ کا عامل بدلنا پڑا۔ چنانچہ ایک مرتبہ سخت برہم ہوکر کہا "خدا کی پناہ کوفہ کے لوگ بھی عجیب وغریب ہیں، اگر میں ان پر کوئی مضبوط آدمی حاکم بناتا ہوں تو یہ اس میں کیڑے نکالنا شروع کردیتے ہیں، اور اگر کسی کمزور کو حاکم بناتا ہوں تو یہ اس کی تحقیر وتذلیل شروع کردیتے ہیں۔"۸ یوں تو ابتداء سے ہی کوفہ اور اہل کوفہ کا ایک سیاسی کردار نظر آتا ہے، تاہم جب حضرت علی نے خلیفہ بننے کے بعد کوفہ کو دارالخلافہ بنایا تو اس شہر کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی۔

کوفہ نے علمی پہلو سے بھی بہت جلد اور بہت زیادہ ترقی کی اس کا ایک سبب تو یہ تھا کہ عراق کے قدیم آباد کار مختلف قومیتوں سے تعلق رکھتے تھے اور علم وفن کے حوالے سے بہتر ماضی کے حامل تھے مثلاً عراق میں سریانی آباد تھے جن کے مدارس بھی تھے جہاں وہ یونانی علوم وآداب کی درس وتدریس میں مشغول رہتے تھے، اسی طرح سے کچھ نصرانی فرقے بھی موجود تھے، حیرہ میں یونانی بھی موجود تھے جو اپنی تہذیب میں رنگے ہوئے تھے۔ یہ یونانی، ان گرفتاران جنگ میں سے تھے جو ایران و یونان کے مابین ہونے والی جنگوں کے نتیجے میں گرفتار ہوکر آئے تھے۔ ان میں سے اکثر اہل عراق نے فتح کے بعد اسلام قبول کرلیا تھا جس کے نتیجے میں ان افکار وآراء نے اسلامی رنگ اختیار کرنا شروع کردیا۹۔ اور وہ جو پہلے سے علمی سرگرمیوں میں مصروف تھے، اسلام لانے کے بعد، علمی سرگرمی میں اضافے کا باعث بنے۔

عراق کی علمی ترقی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ یہ ایک زرخیز ملک تھا، جہاں فارغ البالی اور عیش وآرام کے اسباب مہیا تھے لہذا وہاں کے باشندوں کو اتنا وقت مل سکتا تھا کہ وہ علمی مشاغل کی طرف توجہ دے سکیں۔ حضرت عمر فاروق کے زمانے میں جب عراق فتح ہوا اور عربوں نے وہاں کی زرخیزی، شادابی اور دولت کا حال سنا تو عراق کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ عراق کی آب وہوا، ثروت اور زرخیزی کی وجہ سے عرب کے



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لوگ یہاں سکونت پسند کرنے لگے تھے۔

جس طرح سے عہد صدیقی ، فاروقی و عثمانی میں مدینہ تمامتر سیاسی و دینی معاملات کا گڑھ تھا۔ یہ دارالخلافہ تھا، یہیں سے فوجیں روانہ ہوتی تھیں اور یہیں واپس آتی تھیں، یہاں ایسے صحابہ کرام کی کثرت تھی جو رسول اللہ کے احوال و تعلیمات کے امین تھے لہٰذا فطری طور پر مدینہ میں سیرومغازی اور حدیث وتفسیر کا چلن زیادہ رہا۔ اسی طرح کوفہ کے سیاسی حالات نے اسے مذاہب دینیہ کا گڑھ بنادیا۔ لہٰذا یہاں عقائد اور کلام کے مباحث نے سب سے زیادہ اہمیت اختیار کرلی۔

علوی دور میں اور اس کے بعد عہد بنوامیہ میں عراق سب سے زیادہ جنگوں، فتنوں اور بغاوتوں کا میدان بنا۔ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد حضرت عائشہ، طلحہ اور زبیر بصرہ کی جانب گئے اور حضرت علی کوفہ کی طرف۔ بصرہ اور کوفہ کے درمیان جنگ جمل ہوئی، جس میں دونوں اطراف سے ہزاروں مسلمان شہید ہوگئے۔ یہیں سے فوجیں تیار ہوکر، جنگ صفین کے لیے روانہ ہوئیں۔ یہیں خارجی فتنے کا آغاز ہوا، کوفہ کے نزدیک ہی نہروان میں حضرت علی اور خارجیوں کے مابین فیصلہ کن معرکہ ہوا، جس میں ہزاروں خارجی ہلاک ہوئے۔ پھر کوفہ ہی میں ایک خارجی کے ہاتھوں حضرت علی کی شہادت کا واقعہ رونما ہوا۔ کوفہ میں حضرت حسن نے خلافت سے دست برداری کے معاہدہ پر دستخط کیے۔ کوفہ کے نزدیک ہی حضرت حسین واقعہ کربلا میں شہید ہوئے، مختار ثقفی نے کوفہ ہی میں امام حسین کے خون کا بدلہ لینے کے لیے بغاوت کی اور اپنی حکومت قائم کرلی۔ مصعب ابن زبیر اور مختار ثقفی کی آخری فیصلہ کن جنگ کوفہ میں ہوئی جس میں مختار ثقفی کا خاتمہ ہوا۔ بعد میں عبدالملک بن مروان کی افواج نے مصعب بن زبیر سے جنگ کی اور آخرالذکر کا خاتمہ ہوا۔ الغرض ۳۷ھ/۶۵۸ء سے ۷۱ھ/۶۹۱ء تک کے تینتیس سالہ دور میں خصوصاً کوفہ شورشوں ، ہنگاموں، فتنوں اور بغاوتوں کی آماجگاہ بنا رہا جس کا فطری نتیجہ



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہ تھا کہ لوگوں کے ذہنوں میں اس قسم کے سوالات اُبھرتے تھے کہ ان میں سے کون سا فریق برسر حق ہے اور کون سا برسر باطل؟ حضرت عائشہ، طلحہ اور زبیر کو حضرت علی سے جنگ کرنے کا حق تھا یا نہیں؟ تحکیم کے معاملہ میں حضرت علی نے درست قدم اٹھایا تھا یا نہیں؟ خوارج کا اُبھرنا اور پھر ان کا اپنے موقف پر ڈٹ جانا، مسلمانوں میں فرقہ بندی کا آغاز تھا تو کیوں؟ یہ تمام سوالات لوگوں کے ذہنوں میں اٹھتے تھے، پھر یہ سوالات مساجد اور مدارس میں زیر بحث آتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ عراق خصوصاً کوفہ ہی زیادہ تر مذاہب دینیہ کا گڑھ بن گیا۔ علماء کی توجہ انہی مباحث میں الجھی رہی۔ لہٰذا ان کی تمامتر توجہ فقہ اور عقائد کے مسائل پر مرکوز رہی۔ سیرت اور مغازی کی طرف توجہ کم رہی۔ اس حوالے سے دورِ اول میں ہمیں کوفہ میں صرف دو ہی اہم سیرت نگار نظر آتے ہیں اور وہ ہیں امام شعبیؒ اور السبیعی۔

## عامر بن شراحیل شعبی:(م ۱۰۳ھ/۷۲۱ء)

ابو عمرو عامر بن شراحیل بن عبدالشعبی۔ان کا تعلق قبیلہ حمیر سے تھا اور ان کا شمار بنو ہمدان میں ہوتا تھا۔ یہ لوگ شعب نامی ایک پہاڑ، جو یمن میں تھا، سے منسوب ہیں۔ اس قبیلہ کے جو لوگ کوفہ میں آباد ہوئے انہیں "شعبیون" کہا گیا اور ان میں سے جو لوگ مصر اور مغرب میں جا کر بس گئے ان کا نام "اشعبون" پڑ گیا اور جو لوگ شام میں بس گئے انہیں "شعبانیون" کہا گیا اور جو لوگ یمن ہی میں رہے وہ "آل ذی شعبین" کہلائے۔۱۰ شعبی کی والدہ جنگ جلولاء ۱۱ کی اسیران جنگ میں سے تھیں، امام شعبیؒ کا کہنا ہے کہ وہ جنگ جلولاء کے سال پیدا ہوئے، یعنی ۱۹ھ میں۔۱۲

انہوں نے حضرت علیؓ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ اور بہت سے اکابر صحابہ اور صحابیات سے روایت کی ہے۔ امام شعبیؒ کا بیان ہے کہ میں نے پانچ سو صحابہ



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کا زمانہ پایا ہے۔ [۱۳] ان کا حافظہ بہت قوی تھا، اپنے زمانے میں دینی علوم کا مرجع تھے۔ اموی خلفاء وامراء سے اچھے تعلقات تھے، تقریباً دس سال تک عجم کی فتوحات میں شریک رہے۔ عبدالملک بن مروان نے ان کو شاہ روم کے دربار میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ ابتداء میں حجاج بن یوسف سے بھی اچھے تعلقات تھے۔ ایک بار حجاج نے ان سے چند سوالات پوچھے اور جوابات کو تسلی بخش پا کر نہ صرف شعبی کو ان کی قوم کا نمبردار اور تمام ہمدان قبیلہ کا سربراہ بنادیا بلکہ بیت المال سے ان کی تنخواہ بھی مقرر کردی [۱۴]۔ حجاج بن یوسف نے بامیان (افغانستان) کے راجہ رتبیل کے پاس سفارت میں بھی بھیجا مگر ۸۱ھ میں حجاج بن یوسف کے مظالم کے خلاف ابن اشعث کی زیر قیادت ہونے والی بغاوت میں شریک ہوگئے۔ ابن اشعث کے ساتھ کئی قراء اور علماء شامل ہوگئے تھے تاہم ۸۳ھ میں جب دیر جماجم کے فیصلہ کن معرکہ میں ابن اشعث کو شکست ہوگئی تو یہ دوسرے شرکاء کی طرح نو ماہ تک اپنے مکان میں روپوش رہے۔ بعد میں یزید بن ابی مسلم نے بیچ میں پڑ کر شعبی کی جان بخشی کرائی [۱۵] اسی روپوشی کے زمانے میں انہوں نے غزوات وفتوحات پر ''کتاب الفتوح'' لکھی تھی۔

اس سے قبل ۶۶ھ میں مختار بن عبید ثقفی نے کوفہ پر غلبہ حاصل کر کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا تو امام شعبی آٹھ ماہ تک مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن عمر کے یہاں مقیم رہے۔ [۱۶] اس عرصہ میں انہوں نے حدیث کا علم بھی حاصل کیا اور مسجد نبوی میں مغازی و سیر کا درس بھی دیتے تھے۔ ایک بار جبکہ حضرت ابن عمر بھی وہاں موجود تھے انہوں نے کہا یہ اس طرح مغازی بیان کررہے ہیں جیسے مجاہدین کے ساتھ موجود تھے۔ [۱۷]

حضرت عبداللہ ابن عمر کے اسی طرح کے اعترافی کلمات تاریخ بغداد از خطیب بغدادی اور تہذیب التہذیب از ابن حجر عسقلانی میں بھی مذکور ہیں، اس سے امام شعبی کی فن مغازی میں مہارت اور وسعت معلومات کا پتہ چلتا ہے۔ سیرت ومغازی پر ان کی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"کتاب الفتح" کا تذکرہ ملتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ قیام مدینہ منورہ کے دوران ، جبکہ وہ مغازی پر درس دیتے تھے، اس کی تدوین بھی کی ہو۔ تاہم یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ "کتاب الفتح" کب لکھی گئی۔ ۱۸

الشعبی کی مندرجہ ذیل تصانیف کا پتہ چلتا ہے۔

۱۔ کتاب المغازی

۲۔ الفرائض والجراحات

۳۔ الکفایہ فی العبادۃ والطاعۃ

۴۔ کتاب الفتوح۔ ۱۹

جامعہ بیت العتیق (رجسٹرڈ)
کتاب نمبر ________

## عمرو بن عبداللہ السبیعی: (م ۱۲۷ھ/۷۴۴ء)

ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی ہمدانی ۳۲ھ/۶۵۳ء میں پیدا ہوئے۔ انکا تعلق قبیلہ ہمدان کی شاخ "سبیع" سے تھا۔ ۲۰ یہ عمر بھر کوفہ میں رہے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ۳۸ صحابیوں سے حدیث کا سماع کیا تھا، علم حدیث میں کمال حاصل تھا۔ بہت عابد و زاہد تھے ۲۱۔ مغازی کے بہت بڑے عالم تھے تاریخ طبری میں بعض قطعات سے پتہ چلتا ہے کہ طبری نے السبیعی کی کتب مغازی اور فتوحات سے براہ راست استفادہ کیا ہے اور واقدی نے بھی ان کی بہت سی عبارتیں دی ہیں ۲۲۔ ۱۲۷ھ میں پچاسی سال کی عمر میں انتقال کیا۔ ۲۳

## بصرہ:

۱۴ھ/۶۳۵ء میں حضرت عمرؓ کی ہدایت پر عراق میں بصرہ کی پہلی فوجی چھاونی قائم کی گئی۔ جیسا کہ پہلے بھی لکھا گیا، آبادکاری کے حوالے سے بصرہ کو کوفہ پر تقدم حاصل ہے۔ بصرہ کے لفظی معنی "سیاہ سنگریزے" کے ہیں چونکہ اس علاقے میں سیاہ سنگریزے



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بکثرت تھے اس لیے اس جگہ کا نام بصرہ پڑ گیا، صحابی رسول حضرت عتبہ بن غزوان بن یاسر پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت عمرؓ کی ہدایت پر ۱۴ھ میں بصرہ شہر آباد کیا [۲۴] اس شہر کو آباد کرنے کا ایک مقصد تو یہ تھا کہ عراق، خلیج فارس اور ایران کے راستوں کی نگرانی کی جاسکے نیز آئندہ فرات اور دجلہ کے مشرق کی طرف شروع ہونے والی مہمات کے لیے یہ شہر نقطہ آغاز بن سکے [۲۵]، نیز اس چھاونی کو آباد کرنے کی ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ عرب صحرا کی آب وہوا سے متمتع ہوتے رہیں۔

بصرہ کی آب و ہوا، کوفہ کے مقابلے میں زیادہ اچھی نہیں تھی لیکن بعض سیاسی اور معاشی فوائد ایسے تھے کہ یہاں کے آباد کار یہیں جمے رہے۔ دوسری صدی ہجری کے وسط تک یعنی ۱۵۵ھ تک یہ فوجی چھاونی ترقی کر کے ایک مکمل قصبہ کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ بصرہ کے ابتدائی آباد کار عرب فوجی تھے جنہوں نے جنگ نہاوند (۲۱ھ/۶۴۲ء) نیز اصطخر، فارس، خراسان، سجستان کی تسخیر (۲۹ھ/۶۵۰ء) میں حصہ لیا جس سے ایک طرف تو مال غنیمت کی صورت میں شہر بصرہ میں خوشحالی آئی، دوسری طرف غلاموں اور موالی کی تعداد میں بھی معتدبہ اضافہ ہوا، گو کہ یہ اضافہ کوفہ کے مقابلے میں بہت کم تھا۔

سب سے پہلے بصرہ میں وہ دوہزار سپاہی آباد ہوئے جو جنگ قادسیہ میں شریک تھے۔ پھر حضرت عتبہ بن غزوان کے ساتھ پانچ ہزار افراد مزید آئے اس کے بعد یہ تعداد مسلسل بڑھتی رہی۔ جلد ہی بصرہ پانچ قبائلی حلقوں میں تقسیم ہوگیا۔

۱۔ اہل العالیہ: یعنی حجاز کے بالائی علاقوں کے باشندے۔

۲۔ بنوتمیم: مضری قبائل میں انہیں اولین درجہ حاصل ہے۔

۳۔ بنوبکر بن وائل: یکے از قبائل ربیعہ

۴۔ بنوعبدالقیس: یکے از قبائل ربیعہ

۵۔ بنوازد: یمنی قبیلہ (ازدسراۃ و ازدعمان)

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ان میں بنو ازد یمنی تھے باقی سب عدنانی قبائل تھے۔ بصرہ کے فوجیوں کا طبقہ انہی عرب عناصر سے مرکب تھا۔ ان کے علاوہ عراق کے اصل باشندے اور باہر سے آئے ہوئے گروہ مثلاً ایرانی، ہندی، سندھی، اور زنجی وغیرہ شامل تھے۔ ۳۶

سیاسی طور پر بصرہ بھی کوفہ کی طرح ہنگاموں اور فتنوں کی اماجگاہ تھا۔ اسی قصبے میں جنگ جمل پیش آئی (۳۶ھ / ۶۵۶ء) جس میں مسلمان پہلی بار اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے خلاف نبرد آزما ہوئے اور ہزاروں لوگ قتل ہوگئے۔ اگلے سال اہل البصرہ نے جنگ صفین میں حضرت علی کی حمایت کی، خارجیوں کو بھی بصرہ سے اپنے لیے کافی حامی دستیاب ہوگئے۔ پہلی خانہ جنگی کے خاتمے پر ۴۱ھ / ۶۶۲ء میں جب امیر معاویہ کی خلافت قائم ہوئی تو انہوں نے بصرہ میں ازسرنو اموی اقتدار قائم کیا۔ زیاد بن ابی سفیان کے دور گورنری میں بصرہ اور کوفہ نے بہت ترقی کی۔ تاہم اموی دور میں بصرہ میں سیاسی اتار چڑھاو آتا رہا۔ اور ہمیشہ ہی بصرہ پر امن نہیں رہا۔

جہاں تک یہاں کی علمی سرگرمیوں کا تعلق ہے تو بصرہ ہی وہ مقام ہے جہاں عربی صرف ونحو نے جنم لیا، یہیں علم الکلام اور فلسفہ کی گرما گرمی رہی، 'معتزلہ' یہیں پروان چڑھے، حسن بصری اور ان کے عقیدت مندوں نے تصوف کی بنیاد بھی یہیں رکھی، شعروشاعری کے میدان میں عہد بنو امیہ کے بڑے بڑے شعراء بشار بن برد اور ابونواس ایسے تجدد پسند شعراء اسی سرزمین سے اٹھے۔ فلاسفہ کی ایک جماعت ''اخوان الصفا'' بھی بصرہ میں پیدا ہوئی۔ تاہم یہ امر تعجب خیز ہے کہ یہاں دور اول میں سوائے ابوالمعتمر سلیمان بن طرخان کے کوئی بڑا سیرت نگار نظر نہیں آتا۔

کوفہ کی طرح بصرہ میں بھی بے شمار صحابہ کرام آکر آباد ہوئے جن میں سے زیادہ علمی شہرت حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور انس بن مالکؓ کی ہے۔ ابو موسیٰ یمن کے رہنے والے تھے۔ مکہ میں آکر مسلمان ہوئے اور حبشہ کی طرف دوسرے مہاجرین کے


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ساتھ ہجرت کی۔ ان کا شمار صحابہ کے اندر بڑے علماء میں ہوتا ہے، آپ بصرہ تشریف لائے اور یہاں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ قران و حدیث کی معرفت کے علاوہ فقیہ بھی تھے۔

انس بن مالک کا تعلق انصار مدینہ سے تھا، جب رسول اللہؐ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو انس نو عمر بچے تھے، تقریباً دس سال تک وہ رسول اللہ کی خدمت کرتے رہے آپؐ کی وفات کے بعد بصرہ میں سکونت اختیار کر لی اور لمبی عمر پائی۔ بصرہ میں صحابہ کے اندر سب سے آخر میں وفات پانے والے آپ ہی تھے۔ ان کا انتقال ۹۲ھ میں ہوا، حضرت انس فقیہ ہونے کی نسبت محدث زیادہ تھے۔

## ابو المعتمر سلیمان بن طرخان تیمی: (م ۱۴۳ھ/۷۶۰ء)

انہی انس بن مالک کے شاگرد ابو المعتمر سلیمان بن طرخان تیمی تھے۔ یہ بنو ضبیعہ کی شاخ عمرو بن مرہ بن عباد کے مولیٰ تھے، انہیں بنی تیم کی جانب اس لیے منسوب کیا گیا ہے کہ ان کی رہائش گاہ اور مسجد انہی لوگوں کی بستی میں تھی۔ فضل بن عیسیٰ رقاشی قاضی کی دختر ان کے عقد میں تھیں، انہی کے بطن سے معتمر بن سلیمان پیدا ہوئے[۲۷] نہایت عبادت گذار تھے۔ انس بن مالک کے علاوہ بہت سے قدیم تابعین اور حضرت حسن بصری وغیرہ سے حدیث کی روایت کی، ان کی دقیقہ رسی کی وجہ سے اہل علم ان کی تعریف و توصیف کرتے ہیں انہوں نے بصرہ میں ۱۴۳ھ میں انتقال کیا۔[۲۸]

ان کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر انور محمود خالد سے سہو ہوا ہے۔ انہوں نے بیٹے کا تذکرہ، والد کی جگہ کر دیا۔ نیز انہیں ''تمیمی'' بتایا ہے جبکہ وہ ''تیمی'' مشہور تھے۔ ان کی پیدائش اور وفات کی تاریخیں، دراصل ان کے بیٹے معتمر کی پیدائش اور وفات کی تاریخیں ہیں[۲۹] مزید تصدیق کے لیے رجوع کیجئے ابن قتیبہ کی المعارف ص ۲۰۹ (قدیمی کتب خانہ، کراچی)، ابن سعد کی طبقات (مترجم راغب رحمانی، نفیس اکیڈمی، کراچی جلد

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۷، ص ۱۷۱) نیز فواد سیزگین کا مقالہ 'سیرت نگاران نبوی' (مترجم شیخ نذیر حسین) مشمولہ معارف اعظم گڑھ اگست ۱۹۹۳ء۔

ان کی ایک کتاب المغازی کا پتہ چلتا ہے جس کی روایت کی اجازت خطیب بغدادی نے حاصل کی اور دمشق میں اس کی روایت کی۳۰۔ طبری نے اپنی تاریخ میں اس کے دو بڑے اقتباسات لیے ہیں نیز امام بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب المغازی میں خصوصاً جلد پنجم میں ابوالمعتمر سلیمان بن طرخان کی چند روائتیں نقل کی ہیں ۳۱۔

## یمن:

یمن عرب کا سب سے زیادہ سرسبز و شاداب، آباد اور متمدن علاقہ ہے، یہ اسلام سے پہلے بھی اور اسلام کے بعد بھی علم کا مرکز رہا ہے۔ یہاں عمارات اور قلعوں کے آثار بہت کثرت سے پائے جاتے ہیں جو قدیم اور شاندار تمدن کا پتہ دیتے ہیں۔ قرب و جوار کی سلطنتوں نے مثلاً روم، فارس اور حبشہ نے اس پر متواتر حملے کیے اور بعض اوقات فتح بھی کیا۔ اس کی قدیم تاریخ کے حوالے سے جو کچھ معلوم ہوا ہے اس کی رو سے اس سرزمین کے مختلف اقطاع میں وقتاً فوقتاً عمالیق، اہل معین، عاد، سبا اور حمیر کی عظیم الشان سلطنتیں قائم ہوئیں ہیں جنہوں نے بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کیں جن کی عظمت کے آثار اب تک باقی ہیں۔ ترقی زراعت کے لیے وادیوں میں بڑے بڑے بند بنائے گئے جن میں سب سے زیادہ مشہور سدّ مآرب ہے، جس کا قران مجید میں بھی ذکر ہوا ہے۔ ہندوستان، فارس، حبش، مصر اور عراق کی تجارتیں ان ہی کی وساطت سے قائم تھیں۔ یہاں کے پہاڑ معدنیات و جواہر سے معمور تھے۔ آخر زمانے میں تقریباً ستر سال کے لیے اہل حبشہ یمن پر قابض ہوگئے تھے، جن کو آخرکار اہل فارس نے نکال دیا اور خود قبضہ کرلیا۔ ظہور اسلام کے وقت یمن حکومت فارس کے ماتحت تھا۔ حکومت فارس کی طرف سے باذان یہاں کا گورنر تھا، جو ۷ھ یا ۹ھ میں مسلمان ہوگیا۔ بقیہ اہل یمن جو زیادہ تر



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مذہباً یہودی تھے ۱۰ھ میں داعی اسلام حضرت علی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ ہمدان یمن کا ایک مشہور قبیلہ تھا، یہ پورا قبیلہ صرف ایک دن میں مشرف بہ اسلام ہوا[۳۲] پورا ملک یمن بغیر کسی جنگ و جدل کے اسلامی مملکت کا حصہ بن گیا۔

یمن میں علمی سرگرمیاں اسلام سے قبل بھی جاری تھیں جس زمانے میں مدرسۃ المغازی مدینہ میں سیر و مغازی پر ابتدائی کتابیں مدون ہو رہی تھیں اسی زمانے میں یمن کے شہر صنعاء میں اس فن کی ابتدائی کتابیں لکھی گئی، جس کے مولف وہب بن منبہ صنعانی ہیں۔

## وہب بن منبہ صنعانی (م ۱۱۰ھ / ۷۲۹ء)

ابو عبداللہ وہب بن منبہ فارسی النسل تھے ۳۴ھ میں پیدا ہوئے[۳۳]۔ یہ ان ایرانیوں کی نسل میں سے تھے جنہیں ایرانی بادشاہ کسریٰ نے اہل حبشہ کے تسلط کے خلاف فوج کشی کی غرض سے یمن بھیجا تھا[۳۴] پھر یہ لوگ یہیں آباد ہو گئے، یہیں شادیاں کیں، ان کی اولاد ''انباء'' کہلاتی تھی[۳۵]۔ وہب نے حضرت ابو ہریرۃ، حضرت ابو سعید خدری، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے۔ صنعاء کے قاضی تھے، نہایت عابد، زاہد اور بزرگ انسان تھے ان کے بڑے بھائی ہمام بن منبہ (م ۱۰۱ یا ۱۰۲ھ) حضرت ابو ہریرہ کے خاص شاگرد تھے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ کی روایت کردہ حدیث کا ایک مجموعہ ''صحیفہ ہمام بن منبہ'' مرتب کیا تھا[۳۶]۔ ۱۰۰ھ کے لگ بھگ وہ مکہ آئے تھے یہاں انہوں نے متعدد ممتاز علماء اور فقہا سے ملاقاتیں کیں، عمر کے بالکل آخری حصہ میں وہ قید کر دیئے گئے تھے۔ بظاہر یہ قید یمن کے گورنر یوسف عمر ثقفی کے حکم سے تھی جو ۱۰۶ھ تا ۱۲۰ھ تک یمن کا والی رہا تھا کسی نامعلوم سبب سے اس نے ۱۱۰ھ میں وہب کے کوڑے لگوائے، یہاں تک کہ وہ انتقال کر گئے۔[۳۷]

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وہب بن منبہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اللہ کی کتابوں میں سے ۷۲ کتابیں پڑھی تھیں۔ امم سابقہ کے اخبار و احوال کے زبردست عالم تھے۔ کثرت معلومات میں کعب الاحبار کے ہم پلہ مانے جاتے تھے۔ کعب الاحبار مشہور نومسلم یہودی عالم تھے۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک کو مسجد دمشق کی تعمیر کے وقت (۸۷ھ) پتھر کا ایک ٹکڑا ملا جس پر کسی اجنبی زبان میں کچھ کندہ تھا وہ پڑھوانے کے لیے وہب کے پاس بھیجا گیا تھا۔

وہب تاریخ کے بڑے عالم تھے، انہیں دنیا کے قیام، انبیاء کے احوال اور بادشاہوں کے حالات کی بہت معلومات حاصل تھیں۔ ان کی ایک تصنیف حمیر کے بادشاہوں کی سوانح اور ان کے قصص و واقعات اور قبور و اشعار پر مشتمل ہے جس کا نام ''الملوک المتوجه من حمیر و اخبارهم و قصصهم و قبورهم و اشعارهم'' ہے اسے ایام العرب کے طریقے پر مدون کیا گیا ہے اس میں وہب بن منبہ نے طریق اسناد کی پابندی نہیں کی ہے۔ قدر کے بارے میں بھی ایک کتاب ان کی طرف منسوب کی جاتی ہے، جس کے لیے عمرو بن دینار کا قول ہے کہ انہوں نے شہر صنعاء میں وہب بن منبہ کے گھر پر دیکھی تھی۔ ۳۸

اسی طرح ایک '' کتاب المبتداء'' یا المبداء بھی وہب کی طرف منسوب کی جاتی ہے یہ اہل کتاب کی روایات پر مبنی نہ صرف نوع انسانی کے آغاز کی تاریخ ہے، بلکہ قصص الانبیاء یعنی قدیم رسالت کی بھی تاریخ ہے۔ جوزف ہورووتس ان کی کتابوں کے حوالے سے کہتے ہیں ''اگر ہم مغازی کے مفہوم کو وسیع تر معنوں میں سمجھ لیں جس کی ضرورت بھی ہے اور جیسا کہ یہ اسلام کے قرون اولیٰ میں سمجھا بھی گیا ہے اور پھر رسول اللہ کی پوری حیات مبارکہ پر اس کا اطلاق کریں تو وہب کی یہ سب کتابیں ہماری بحث کے دائرے میں آجاتی ہیں کیونکہ یہ سیرت کا دیباچہ ہیں اور آنحضرت سے قبل رسالت کی تاریخ بتاتی ہیں''۔ ۳۹ وہب سے ایک ترجمہ (زبور داود) بھی منسوب کیا جاتا ہے جس کا نام ''کتاب



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



زبور داود کا ترجمہ وہب ابن منبہ) بتایا جاتا ہے۔ غالباً یہ وہی معروف ترجمہ ہے جسے ''کتاب المزامیر ترجمہ الزبور'' کہا جاتا ہے اور اس کے نسخے آج تک پائے جاتے ہیں۔ وہب کی طرف کچھ مواعظ بھی منسوب کیے جاتے ہیں جن کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے صحف سماوی اور حکمت لقمانی کے مطالعے سے اخذ کیے تھے۔۴۰

حاجی خلیفہ نے وہب کی ایک کتاب المغازی کی اطلاع دی ہے۔۴۱ جس کا نام ''مغازی رسول اللہ'' بیان کیا گیا ہے لیکن اب اس کے کچھ آثار نہیں ملتے۔اور ابتدائی کتب سیرت میں اس کے حوالے مفقود ہیں تاہم سی۔ایچ۔بیکر (C.H BECKER) نے ہائیڈل برگ (جرمنی) میں وہب کی اس کتاب کے ایک جزو کو دریافت کیا ہے۔ یہ وہب کی وفات سے ایک سو اٹھارہ سال بعد (۲۲۸ھ) میں لکھا گیا اس میں بیعت عقبہ کبریٰ، دارالندوہ میں قریش کی میٹنگ، رسول اللہ کی ہجرت، مدینہ میں آپ کی آمد اور غزوہ بنوخثیمہ کے واقعات درج ہیں۴۲۔

الغرض باب چہارم کے بحث کو سمیٹتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ دوراول، یعنی پہلی صدی ہجری کے نصف آخر سے دوسری صدی ہجری کے وسط تک کا سوسالہ دور سیرت نگاری کے حوالے سے انتہائی نمایاں حیثیت رکھتا ہے اس عرصہ میں سب سے زیادہ مستند اور کثرت سے ، سیرت ومغازی کے حوالے سے کام سامنے آیا۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ صرف سیرت ومغازی ہی نہیں بلکہ حدیث ،تفسیر اور دیگر علوم دینیہ کی کثرت میں کوئی شہر مدینہ کا نہ ہمسر تھا اور نہ مدّ مقابل ۔یہاں تک کہ مولدِ رسول اللہؐ، مکہ معظمہ بھی کبھی مدینہ کی ہمسری نہ کرسکا، اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ کی ہجرت کے بعد تقریباً تمام مسلمان مکہ سے مدینہ چلے گئے۔ ہجرت کے بعد بھی اہل مکہ میں سے جو اسلام لائے وہ مدینہ چلے جاتے ، جبکہ مدینہ کو چھوڑ کر مکہ جانے والا کوئی نہیں تھا بلکہ یہ بات بہت معیوب سمجھی جاتی تھی، ابن سعد نے طبقات الکبریٰ میں بیان کیا ہے کہ محمد بن عمر نے بیان کیا کہ ہمیں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ان مہاجرین میں سے جو جنگ بدر میں شریک تھے کوئی صحابی معلوم نہیں جو رسول اللہ کی وفات کے بعد مکہ واپس جا کر وہاں آباد ہو گیا ہو، سوائے اُبی سبرہ کے، جو رسول اللہ کی وفات کے بعد مکہ لوٹ گئے اور وہیں رہنے لگے، لیکن مسلمانوں نے اس بات کو پسند نہیں کیا، خود ابی سبرہ کی اولاد اس واقعہ کا انکار کرتی تھی۔اور سختی سے اس کی تردید کرتی تھی ابی سبرہ کی اولاد کے آگے اس واقعہ کا ذکر بھی کر دیا جائے تو ان لوگوں کو اس پر غصہ آجاتا تھا۔

رسول اللہ کی وفات کے بعد حضرت عمر نے اپنے دور خلافت میں اکابر قریش کو سختی سے منع کر دیا تھا کہ وہ بلا ضرورت شدیدہ مدینہ سے باہر نہ جائیں۔ اس طرح مدینہ ان صحابہ کرام کا مرکز بن گیا تھا جو حاملین علم تھے جس کی وجہ سے علمی نقطہ نظر سے مدینہ کا مرتبہ، صرف مکہ سے ہی نہیں بلکہ دیگر شہروں سے بھی بڑھ گیا۔ اور مملکت اسلامیہ کا کوئی بھی شہر کم از کم ایک، ڈیڑھ صدی تک مدینہ کی ہمسری کا دعویٰ نہ کر سکا۔

دورِ اول میں مدینہ کے علاوہ صرف تین شہر اور تھے جہاں سیرت و مغازی پر ابتدائی کتب تصنیف کی گئیں، ان میں کوفہ، بصرہ اور یمن شامل ہیں۔کوفہ میں عامر بن شراحیل شعبی نے دیگر کتب دینی و تاریخی کے علاوہ ایک 'کتاب المغازی' تصنیف کی تھی، دوسرے عمرو بن عبداللہ السبیعی تھے، جن کی کتاب المغازی کا سراغ ملتا ہے۔اس کے علاوہ کوفہ میں دوراول میں سیرت پر کوئی کام نہیں ہوا ہاں البتہ یہاں تاریخ، خصوصاً مقامی تاریخ، علم الانساب اور عقائد دینیہ پر زیادہ زور رہا اور اس حوالے سے کئی کتابیں لکھی گئیں۔مثلاً زیاد بن ابی سفیان (م ۵۳ھ) نے ''انساب العرب'' پر ایک کتاب لکھی۔تاکہ عرب جو اس کے نسب پر طعن کرتے تھے ان کو جواب دیا جاسکے۔

محمد بن سائب کلبی (م ۱۴۶ھ / ۷۶۳ء) نے بھی ''کتاب الانساب'' میں عربوں کے نسبی حالات جمع کیے۔[۴۳] اسی طرح مقامی تاریخ لکھنے کے حوالے سے عوانہ بن حکم کلبی [۴۴] کا نام سامنے آتا ہے جو کوفہ کے علماء میں سے تھے۔عوانہ (م ۱۴۷ھ /



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۷۶۴ء) نے ''کتاب التاریخ'' تالیف کی۔ انہوں نے ''کتاب السیرۃ معاویہ بنو امیہ'' بھی لکھی جو امیر معاویہ کی سیرت کا احاطہ کرتی ہے۔کوفہ کی اصل علمی شہرت فقہی مسائل اور علوم دینیہ کے حوالے سے ہے۔

کوفہ کے بعد اگر بصرہ کا جائزہ لیا جائے تو یہاں بھی دور اول میں صرف ایک کے علاوہ کوئی سیرت نگار نظر نہیں آتا اور وہ ابوالمعتمر سلیمان بن طرخان تیمی (م ۱۴۳ھ /۷۶۰ء) ہیں جن کی کتاب المغازی کا پتہ چلتا ہے جس کی خطیب بغدادی نے دمشق میں روایت کی۔ ویسے بصرہ بڑا علمی مرکز بنا تاہم یہاں سارا زور علم الکلام ، فلسفہ اور تصوف پر رہا، نیز علم نحو نے بھی یہیں جنم لیا اور یہیں فروغ پایا۔

تیسرا شہر جہاں سیرت نگاری کی کم از کم ایک کتاب کا پتہ چلتا ہے وہ یمن ہے، یمنیوں کے پاس بہرحال تاریخ نگاری کا ایک شعور اور چلن ، اسلام سے قبل بھی نظر آتا ہے۔ حضرت امیر معاویہ جنہیں تاریخ سے بڑا لگاو تھا، انہوں نے یمن ہی کے ایک عالم عبید بن شریہ جرہمی ۴۵ھ کو دمشق بلایا تھا، جہاں عبید نے تاریخ پر ایک کتاب ''کتاب الملوک واخبار الماضین'' لکھی تھی، یہ کتاب ملک یمن کے حالات پر مبنی تھی۔ سیرت ومغازی پر یمن میں صرف وہب بن منبہ کا نام نظر آتا ہے۔دمشق (شام) میں دوراول میں سیرت پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔یہ ضرور ہے کہ اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فن مغازی اور سیرۃ پر خاص توجہ دی تھی اور انہوں نے دیگر شہروں میں مغازی کا حلقہ درس قائم کرنے کا حکم بھی دیا تھا اور حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ (م ۱۲۱ء) جو اس فن میں خاص کمال رکھتے تھے۔ انہیں جامع دمشق میں مغازی کے درس پر مامور کیا تھا لیکن شام میں دور اول میں سیرت کی کسی کتاب کا پتہ نہیں چلتا۔

دوراول میں ، مدینہ سے باہر لکھی جانے والی سیرت کی ان ابتدائی کتابوں کا اسلوب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولفین نے سیرت یامغازی سے متعلق حدیثوں کو ایک جگہ جمع

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کر دیا۔ اس میں ترتیب و تزئین، ادبی چاشنی ، اور دقیق علمیت کا رنگ نہیں چڑھا تھا۔ مولف اسباب وعلل میں بھی نہیں الجھتا تھا۔ سیرت کی یہ ابتدائی کتابیں ، حدیث کے طرز پر مع سند کے لکھی گئیں اور یہ سلسلہ ابتدائی تین سو سالوں تک جاری رہا۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# حواشی وحوالہ جات (باب چہارم)

۱۔ مصری، احمد امین' فجر اسلام'، ص ۱۷۹ (لجنۃ التالیف والترجمہ والنشر، قاہرہ، ۱۹۶۵ء)۔

۲۔ ایضاً، ص ۱۸۰۔

۳۔ الدینوری، ابن قتیبہ 'المعارف'، ص ۲۴۶ (قدیمی کتب خانہ، کراچی)۔

۴۔ یاقوت حموی' معجم البلدان' جلد۴، ص ۴۹۱ (دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۷۹ء)۔

۵۔ شہر کوفہ میں قبائل کی آبادکاری کی تفصیل بلاذری کی فتوح البلدان (ذکر تمصیر الکوفہ) اور طبری کی تاریخ الامم والملوک جلد ۴، ص ۴۰ تا ۴۸، نیز یاقوت حموی کی معجم البلدان جلد ۴، ص ۴۹۰ تا ۴۹۳ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۶۔ طبری، ابن جریر تاریخ الرسل والملوک (یعنی تاریخ طبری) جلد ۴، ص ۲۷۸ ،دارالمعارف) مصر ۹۔۱۹۶۱ء)۔

۷۔ ظہیر، نگار سجاد' عرب اور موالی'، ص ۱۴۷ (قرطاس، کراچی ۲۰۰۶ء)

۸۔ البلاذری 'فتوح البلدان'، ص ۲۷۸، نیز ابن اثیر' الکامل فی التاریخ' جلد ۳، ص ۳۲۔

۹۔ فجر اسلام، ص ۱۸۲۔

۱۰۔ المعارف ص ۱۹۹۔

۱۱۔ یہ جنگ سیدنا عمر فاروق کے عہد خلافت میں ۱۹ھ میں لڑی گئی، جلولاء فارس کی بستی کا نام ہے۔

۱۲۔ المعارف، ۱۹۹۔

۱۳۔ ان کی بزرگی، شرف اور علمی مرتبہ کا احوال جاننے کے لیے دیکھئے ابو ذہبی کی 'تذکرۃ الحفاظ' جلد ۱، ص ۸۳۔

۱۴ 'تذکرۃ الحفاظ جلد ۱، ص ۸۶۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۱۵۔تذکرۃ الحفاظ جلد ۱، ص ۸۷۔

۱۶۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی ایک بیوی صفیہ، مختار ثقفی کی بہن تھیں۔ یہ شادی ۱۶ھ میں ہوئی تھی اس کے علاوہ مختار ثقفی کو کئی واسطوں سے حضرت عمر سے قرابت تھی مثلاً حضرت عمر کی ایک نواسی ام سلمٰی بنت عبید اللہ بن عمر بن خطاب کی شادی مختار کے بیٹے ابو امیہ سے ہوئی اور یوں حضرت عمر کی نواسی، مختار کی بہو تھیں (دیکھئے ابن حزم اندلسی کی جمھرۃ انساب العرب، ص ۲۶۸)۔ اسی طرح حضرت عمر کے ایک پوتے عبداللہ بن عبداللہ بن عمر، مختار کے داماد تھے ان کی بیوی کا نام ام سلمہ بنت مختار ثقفی تھا (دیکھئے جمھرۃ انساب العرب، ص ۱۵۳)

۱۷۔ اطہر مبارک پوری، ص ۲۳۵۔

۱۸۔ ایضاً۔

۱۹۔فواد سیزگین، ص ۸۹۔

۲۰۔ المعارف، ص ۱۹۹۔

۲۱۔ تفصیلی حالات کے لیے دیکھئے 'تذکرۃ الحفاظ' جلد ۱، ص ۸۔۱۰۶۔

۲۲۔فواد سیزگین، ص ۹۸۔

۲۳۔ المعارف، ص ۱۹۹۔

۲۴۔ ابن قتیبہ 'المعارف'، ص ۲۴۶، طبری، ابن جریر 'تاریخ الرسل والملوک' جلد ۲، ص ۵۹۰۔

۲۵۔ اردو دائرہ المعارف الاسلامیہ جلد۔۔۔، ص ۵۷۸۔

۲۶۔ ایضاً۔

۲۷۔ ابن قتیبہ الدینوری 'المعارف'، ص ۲۰۹۔

۲۸۔فواد سیزگین، ص ۱۰۲۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۲۹۔ دیکھئے ڈاکٹر انور محمود خالد کی کتاب ''اردو نثر میں سیرت رسول''، ص ۱۱۷۔

۳۰۔ فواد سیزگین، ص ۱۰۲۔

۳۱۔ ایضاً۔

۳۲۔ ندوی، سید سلیمان، تاریخ ارض القران، جلد ۱، ص ۲۔۱۰۱۔

۳۳۔ تذکرۃ الحفاظ جلد ۱، ص ۹۸۔

۳۴۔ ابن قتیبہ 'المعارف'، ص ۲۰۲۔

۳۵۔ ابن خلکان 'وفیات الاعیان، جلد ۶، ص ۴۱۔

۳۶۔ وہب کے کئی بھائی تھے جن میں ہمام بن منبہ ان سے بڑے تھے۔ دوسرے بھائیوں میں معقل بن منبہ اور عمر بن منبہ تھے وہب نے ان دونوں سے بھی حدیثیں روایت کی ہیں (ابن قتیبہ ، المعارف، ص ۲۰۲)۔

۳۷۔ جوزف ہورووٹس، ص ۵۳۶۔

۳۸۔ وفیات الاعیان جلد ۶، ص ۴۰۔

۳۹۔ جوزف ہورووٹس، ص ۵۳۸۔

۴۰۔ جواد علی، 'تاریخ طبری کے ماخذ'، ص ۵۹، مترجم نثار احمد فاروقی۔

۴۱۔ اطہر مبارک پوری، ص ۲۷۷ (بحوالہ کشف الظنون، از حاجی خلیفہ)۔

۴۲۔ انور محمود خالد، ص ۹۸۔

۴۳۔ ابونضر محمد بن سائب کلبی کوفہ کے ان علماء میں سے تھے جو تفسیر، تاریخ اور انساب سے دلچسپی رکھتے تھے۔ خصوصاً علم انساب میں انہیں فوقیت حاصل تھی۔ کوفہ میں ان کا انتقال ہوا۔ کتاب الانساب کے علاوہ ان کی ایک کتاب ''تقسیم القران'' بھی تھی (ابن الندیم ، الفہرست ،ص ۱۲۴، دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان ۱۹۹۴ء)۔

۴۴۔ ابن الندیم 'الفہرست'، ص ۱۲۰۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۴۵۔ عبید بن شریہ جرہمی حضرت امیر معاویہ کے عہد خلافت میں گذرا ہے۔ اس نے رسول اللہ کا زمانہ بھی پایا لیکن آپ سے کچھ سماع نہیں کیا۔ امیر معاویہ نے اس کو صنعاء (یمن) سے بلوایا تھا۔ وہ حضرت امیر معاویہ کے پاس آیا تو انہوں نے اس سے گذشتہ اقوام اور ملوک عرب وعجم کے اخبار واحوال، اختلاف السنہ کے وجوہ، اور لوگوں کے مختلف شہروں میں بکھر جانے کے علل و اسباب دریافت کیے۔ اس نے امیر معاویہ کے ہر سوال کا جواب دیا۔ امیر معاویہ نے حکم دیا کہ یہ چیزیں ضبط تحریر میں لائی جائیں اور انہیں عبید بن شریہ جرہمی کی طرف منسوب کیا جائے۔ عبید بن شریہ، عبدالملک بن مروان کے عہد حکومت تک زندہ رہا۔ اس کی تصنیفات میں ''کتاب الامثال'' اور ''کتاب الملوک و اخبار الماضین'' شامل ہیں (ابن الندیم، الفہرست، ص ۱۱۸)۔

www.KitaboSunnat.com



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



باب پنجم

# سیرۃ نگاری کا ارتقاء (دورثانی)

سیرۃ نگاری کا دور ثانی، جو دور عروج بھی ہے، دوسری صدی ہجری کے وسط سے تیسری صدی ہجری کے اختتام تک ہے۔ اس دور میں سیرت نگاری کا تیزی سے ارتقاء ہوا یہاں تک کہ تیسری صدی ہجری کے اواخر تک یہ فن اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ دوسرے دور کا آغاز ۱۵۰ھ کے لگ بھگ کرنے کی بنیادی وجہ امام المغازی محمد ابن اسحاق ہیں۔ جن سے سیرت کے ایک نئے دور کا آغاز کیا جاسکتا ہے اور اس دور کا خاتمہ ۳۰۰ھ کرنے کا سبب یہ ہے کہ اس کے بعد تاریخ اور حدیث کے راستے جدا ہوگئے اور سیرۃ کا علم جو تاریخ ہی کا ایک شعبہ ہے اپنے عروج کو پہنچ گیا، سیرت کی ابتدائی اور اہم ترین کتابیں اس دور میں تصنیف ہوچکی تھیں۔ جو بعد میں متقدمین کی کتب کہلائیں اور متاخرین سیرت نگاروں میں کوئی ان کتب سے بے نیاز نہیں رہ سکا۔

یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ تیسری صدی ہجری / نویں صدی عیسوی اسلامی علوم وفنون کے عروج کا زمانہ ہے اور اس صدی کے خاتمے تک علمائے اسلام نے جس موضوع پر جو کچھ لکھ دیا۔ وہی بعد کے علماء ومصنفین کا سرمایہ علم وفن ٹھہرا۔ یہ ضرور ہوا کہ بعد میں ان میں تہذیب وتنقیح اور تحقیق کے نئے نئے زاویئے پیدا ہوئے، اجمال کی تشریح کی گئی یا تفصیل کی تلخیص، مگر اس کا محور تیسری صدی تک کی تصانیف ہی تھیں یہی حال سیر ومغازی کا ہے کہ اس زمانے تک یہ فن تصنیفی لحاظ سے مکمل ہوگیا تھا۔ اس دور تک



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


کتب سیر و مغازی کا ماخذ ومنبع پہلی و دوسری صدی کی کتابیں تھیں، اس کے بعد علماء نے اپنے ذوق و وجدان اور احوال و ظروف کے مطابق اس فن میں کتابیں لکھیں جن میں بہت سی روایات قابل نقد ونظر شامل ہوگئیں ۔[1]

۱۳۲ھ / ۷۵۰ء میں بنوامیہ کے زوال کے بعد بنو عباس برسرِ اقتدار آئے، یہ محض ایک خانوادہ حکومت کی تبدیلی نہ تھی، اسی طرح یہ دمشق سے بغداد کی سیادت کی منتقلی ہی نہ تھی اور نہ صرف عربوں کے بجائے عجمیوں کی بالادستی ہی کی مظہر تھی بلکہ اسرہ حاکمہ کی یہ تبدیلی ایک نئے دور کا آغاز اورایک نئی فکری و علمی سرگرمیوں کی ابتداء تھی، عہد خلافت راشدہ و بنوامیہ میں عربوں کی عسکری قوت نے اہل عجم کو زیر کیا تھا اب جو دور آیا اس میں مفتوحین (خصوصاً ایرانیوں) کی تہذیب و ثقافت نے فاتحین یعنی عربوں کو مفتوح کیا ۔[2]

## نیا دارالخلافہ بغداد:

بنو عباس جب برسرِاقتدار آئے تو ان کے پہلے خلیفہ ابو العباس السفاح نے انبار کو اپنا دارالحکومت بنایا، لیکن المنصور کوفے کے قریب ہاشمیہ منتقل ہوا لیکن جلد ہی اسے اندازہ ہوگیا کہ یہ مقام اس کے لیے موزوں نہیں لہذا بڑی دیکھ بھال اور چھان بین کے بعد اس نے بالآخر فوجی، غذائی اور آب وہوا کے لحاظ سے بغداد کا مقام پسند کیا۔ جہاں ایک مدّور شہر کی تعمیر کی گئی۔ بغداد دریائے دجلہ کے دونوں کناروں پر آباد ہے۔ یہ خراسان کی سڑک پر ایسی جگہ آباد تھا جہاں کاروانوں کے مختلف راستے آ کر ملتے تھے اور مہینے کے مہینے میلے لگتے تھے چنانچہ عوام اور فوج کے لیے یہاں سامان رسد افراط سے مل سکتا تھا،اس کے اردگرد نہروں کا ایک جال تھا جو زراعت کے لیے بھی نہایت کارآمد تھیں اور شہری دفاع کا بھی کام دے سکتی تھیں ۔ یہ مقام عراق کے وسط میں واقع تھا، آب وہوا معتدل اور صحت افزا تھی۔[3]



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



منصور کے عہد خلافت میں بغداد کی تعمیر شروع بھی ہوئی اور مکمل بھی ہوئی، دارالخلافہ ہونے کی وجہ سے بڑی برق رفتاری سے یہاں آباد کاری بھی شروع ہوئی، تجارتی، اور معاشی سرگرمیاں جاری ہوئیں، سیاسی اور فوجی سرگرمیاں کا گڑھ تو تھا ہی، جلد ہی تمدنی اور علمی طور پر بھی نمایاں ہونے لگا۔

عباسی عہد میں بغداد علم و ثقافت کا عظیم مرکز بن گیا تھا یہیں بیت الحکمہ قائم ہوا جس میں دوسری زبانوں کے علمی کتابوں کے ترجمے بھی ہوتے تھے۔ علوم دینیہ کے ساتھ ساتھ علوم طبیعی نے بھی ارتقا کی منازل طے کیں بغداد کی مسجدیں، خصوصاً جامع المنصور، علوم کے بڑے مرکز تھے، کتابوں کی دوکانوں کی بھی کثرت تھی جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تہذیب و ثقافت کی گہما گہمی تھی۔ بغداد میں شعراء، ادباء اور فضلاء کی اتنی بڑی تعداد تھی کہ سب کا احاطہ مشکل ہے۔ خطیب بغدادی کی ''تاریخ بغداد'' کو دیکھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ علم کے ایک ایک شعبہ میں بغداد سے تعلق رکھنے والے فضلاء کی تعداد کتنی تھی۔ صرف خلفاء ہی نہیں بلکہ وزراء اور امراء سب ہی علم و فضل کی قدر افزائی کرتے تھے۔[۴]

امویوں کے دارالخلافہ دمشق سے، عباسیوں کے دارالخلافہ بغداد کی معاشرتی زندگی بالکل مختلف تھی۔ بغداد عراق کے جس حصہ میں واقع تھا وہ ایرانیوں کے پائیہ تخت مدائن سے کچھ زیادہ دور نہ تھا۔ لہذا بغداد پر ایرانی روایات اور ایرانی معاشرتی زندگی کی گہری چھاپ تھی۔ اپنی اصل میں یہ معاشرہ ایرانی تکلفات کا پیکر اور بازنطینی تعیشات کا مظہر تھا[۵] عربوں کی سادگی اور امویوں کی بدویت سے اسے کوئی علاقہ نہیں تھا۔

عہد عباسیہ ذہنی اور فکری سرگرمیوں کے لیے بھی دوسرے ادوار سے مختلف ہے۔ اس عہد میں اسلامی علوم کی تدوین اور ضابطہ بندی کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ احادیث نبویہ کی روایت، تحریر و تسوید کا سلسلہ عہد بنوامیہ میں شروع ہو چکا تھا، جیسا کہ پچھلے ابواب میں بیان



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کیا گیا، لیکن ان احادیث کی درجہ بندی، اور مضامین کے اعتبار سے ان کی فنی تقسیم عباسی دور میں کی گئی، اسی طرح سے رسول اللہ ﷺ کے ذاتی حالات غزوات اور فتوحات اسلامی سے تعلق رکھنے والی احادیث کو دوراول میں یعنی بنی امیہ کے عہد میں مدون تو کیا گیا، لیکن اسے ایک مستقل فن کی حیثیت اس دور ثانی میں حاصل ہوئی جو عباسی دور کی ابتدائی ڈیڑھ صدی پر محیط ہے۔

دور ثانی یعنی دوسری صدی ہجری کے وسط سے لے کر تیسری صدی ہجری کے اختتام تک، سیرت نگاروں کی ایک طویل فہرست ہے، جو صرف بغداد میں ہی نہیں بلکہ مدینہ، کوفہ، شام، الجزیرہ، واسط، رے، خراسان، مصر واندلس غرض پوری مملکت میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس دور تک آتے آتے علمی اسفار کی روایت بھی مستحکم ہوچکی تھی۔ ایک عالم، حصول علم کے لیے اپنے وطن سے نکل کر شہروں شہروں پھرتا تھا اور بعض اوقات کسی دوسرے شہر میں انتقال کرتا تھا۔ لہذا جیسا کہ ہم نے پچھلے ابواب میں اہتمام کیا تھا کہ ایک علاقہ کے سیرت نگاروں کا تذکرہ یکجا کردیا تھا، وہ اب ممکن نہیں ہوگا کیونکہ ایک عالم پیدا البصرہ میں ہوتا ہے تصنیف و تالیف کا کام بغداد یا مصر میں کرتا ہے، اور انتقال مدینہ میں ہوتا ہے، ایسے میں اسے کسی ایک شہر سے وابستہ کردینا قرین انصاف نہیں ہوگا۔ اور بعض اوقات اس بات کا تعین بھی مشکل ہوجاتا ہے کہ اس نے اپنا تصنیفی کام کہاں کیا؟

دوسری دشواری یہ ہے کہ دور ثانی میں سیرت نگاروں کی ایک بہت بڑی تعداد ہے، جن میں سے ہر ایک کے تفصیلی تذکرہ سے معاملہ بہت پھیل جائے گا۔ لہذا پہلے اس دور کے تین نمائندہ سیرت نگاروں کا تذکرہ کیا جائے گا یعنی امام المغازی محمد ابن اسحاق، محمد بن عمر الواقدی اور محمد ابن سعد کاتب الواقدی۔ پھر اگلے باب میں اس دور کے دیگر سیرت نگاروں کا اجمالی تذکرہ کردیا جائے گا تاکہ سیرت نگاری کے حوالے سے دور ثانی کا ایک مربوط نقشہ سامنے آسکے۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



باب پنجم: فصل اول

www.KitaboSunnat.com

# دور ثانی کے تین نمائندہ سیرت نگار

## محمد ابن اسحاق۔محمد بن عمر الواقدی۔محمد ابن سعد

دور ثانی میں سیرت نگاری کے حوالے سے تین ''محمد'' نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔یہ انتخاب آسان نہیں تھا، کیونکہ دور ثانی میں ہزاروں نہ سہی سینکڑوں سیرت نگار مملکت کے کونے کونے میں سیرت ومغازی کے حوالے سے تصنیف و تالیف میں مصروف تھے، کتابیں روایت کی جارہی تھیں، شیوخ کی کتابوں میں اضافے اور ترمیم کرکے سابقہ کتاب کا تازہ ورژن تیار کیا جارہا تھا، سیرومغازی کی روایات کی تنقیح وتشریح ہورہی تھی، ایسے میں سینکڑوں سیرت نگاروں میں سے چند کا انتخاب کاردارد ہے۔

یہ انتخاب دو حوالوں سے کیا گیا ہے

اولاً۔ وہ سیرت نگار ایسا ہو جس نے فنِ سیرت نگاری میں ایک رجحان متعین کیا ہو باالفاظ دیگر وہ ''رجحان ساز''(Trend-Setter) ہو۔جس کی متاخرین نے تقلید کی ہو۔

ثانیاً۔ اس کا کام اصل (Origional) ہو جو متاخرین کے لیے بنیاد ہو۔ ایسا بنیادی ماخذ جس سے صرفِ نظر ممکن نہ ہو۔

دور ثانی کے تین ''محمد'' اس کسوٹی پر پورا اترتے ہیں

## محمد ابن اسحاق: (م ۱۵۱ھ/۷۶۸ء)

### حالات زندگی:

ابو بکر[۶] محمد بن اسحاق بن یسار بن خیار بن کوتانان مطلبی ،فارسی الاصل اور قیس

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بن مخرمہ بن عبدالمطلب کے مولیٰ یعنی آزاد کردہ غلام تھے۔ ان کے دادا یسار ابن خیار ۱۲ھ میں عین التمر کی جنگ میں گرفتار ہوکر مدینہ آئے تھے۔ ان کے والد اسحاق ابن یسار اور دونوں چچا عبدالرحمٰن ابن یسار اور موسیٰ بن یسار مدینہ کے مشہور محدثین اور فقہا میں سے تھے۔ اسحاق بن یسار نے صبیح مولیٰ حویطب بن عبدالعزیٰ کی بیٹی سے نکاح کیا جن سے ۸۵ھ / ۷۰۴ء میں محمد پیدا ہوئے۔ ابن اسحاق کے دو بھائی ابوبکر اور عمر تھے، محمد ابن اسحاق سب سے بڑے تھے۔ ابن اسحاق خاصے خوبرو تھے۔ ۸ البتہ ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں ان کے حالاتِ زندگی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ بھینگے تھے۔ ابن اسحاق کے حوالے سے ابن الندیم نے یہ حکایت بیان کی ہے کہ امیر مدینہ کو اطلاع پہنچی کہ محمد خوبرو عورتوں سے عشق و محبت کی باتیں کرنے میں مصروف رہتا ہے۔ امیر نے اسے بلایا اور حکم دیا کہ اس کے سر کے بال کم کردیئے جائیں (اس کے سر کے بال بہت خوبصورت تھے) اس کے کوڑے لگائے گئے اور مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھنے سے روک دیا گیا ۹۔ (کیونکہ مسجد کے آخری حصہ میں خواتین بیٹھا کرتی تھیں)

ڈاکٹر حمید اللہ نے اپنے ''محاکمہ'' میں اسے ہتک آمیز روایت کہہ کر رد کیا ہے، وہ کہتے ہیں ''شاید یہ بے جابات ہے یا اس کا سبب معاصرین کی منافرت ہے۔ ۱۰

ڈاکٹر حمید اللہ اس نکتے کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں کہ بیان میں امیر مدینہ کا نام ہشام ہے، جبکہ ہشام ۸۲ھ سے ۸۶ھ تک مدینہ کا والی رہا، حالانکہ ابن اسحاق ۸۵ھ میں پیدا ہوئے اس لیے یہ قصہ صحیح نہیں ہے اِلّا یہ کہ ہشام سے مراد اسماعیل بن ہشام ہو جو ۱۰۲ھ سے ۱۰۴ھ میں مدینہ منورہ کا والی رہا۔ ۱۱

محمد ابن اسحاق تقریباً تیس سال تک مدینہ ہی میں رہے اور یہیں کے علماء سے علم حاصل کرتے رہے۔ انہوں نے انس بن مالک، سعید بن مسیّب کو دیکھا اور قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق، اُبان بن عثمان بن عفان، محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



طالب، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف، عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج، نافع مولیٰ عبداللہ بن عمراور محمد بن مسلم بن شہاب زہری وغیرہ سے علم حاصل کیا [۱۲]۔ اس کے علاوہ انہوں نے عاصم بن قتادہ اور عبداللہ بن ابی بکر سے بھی تعلیم حاصل کی۔ یزید بن رومان (تلمیذ عروہ بن زبیر) کے حلقہ درس میں بھی رہے۔ تفسیر کا درس محمد بن ابی احمد اور مغیرہ بن لبید سے لیا۔ اسرائیلیات کے بارے میں معلومات وہب بن منبہ سے حاصل کیں۔ سیرت ابن ہشام میں غیر معروف اساتذہ کو چھوڑ کر ابن اسحاق کے ایک سو شیوخ کا ذکر موجود ہے۔ [۱۳]

مدینہ میں ایک اور واقعہ یہ ہوا کہ ان پر قدری ہونے کا الزام لگا کر گرفتار کیا گیا، اس وقت وہ مسجد میں موجود تھے جب والی مدینہ کے اہلکار انہیں لے گئے [۱۴]۔ ان کی گردن میں رسی ڈال کر انہیں گرفتار کیا۔ ان پر قدری ہونے کا الزام تھا درآں حالیکہ قدری عقیدہ سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ خطیب بغدادی بھی ان کے قدری ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

بعض لوگوں نے ان کو شیعہ بھی کہا ہے۔ خطیب بغدادی کہتے ہیں ''بہت سے علماء نے منجملہ دیگر اسباب کے ابن اسحاق کی روایات سے استدلال کرنے سے اس لیے گریز کیا کہ وہ شیعہ تھے [۱۵]۔ یاقوت نے کہا ''یحییٰ بن سعید بن قطان سے روایت ہے کہ محمد ابن اسحاق، حسن بن ضمرہ، اور ابراہیم بن محمد یہ سب اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرتے تھے اور حضرت علی کو حضرت عثمان پر ترجیح دیتے تھے۔ [۱۶] بہر حال ان الزامات کے باوجود ابن اسحاق سے امام بخاری، امام مسلم، ابوداود، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔

مدینہ میں ابن اسحاق کو دو بزرگوں کی مخالفت برداشت کرنا پڑی۔ ان میں سے ایک امام مالک تھے اور دوسرے ہشام بن عروہ۔ جہاں تک امام مالک کا تعلق ہے ابن اسحاق نے ایک دفعہ ان کی تذلیل کی اور پھر اسے دہراتے رہے۔ وہ اس طرح کہ مدینہ منورہ میں لوگوں کے انساب اور ان کی لڑائیوں کے متعلق ابن اسحاق سے زیادہ جاننے

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والا اور کوئی نہ تھا۔ ابن اسحاق کا گمان تھا کہ امام مالک ذی اصبح کے آزاد کردہ غلاموں میں سے ہیں اور امام مالک اپنے آپ کو حمیر کی شاخ اصبح میں سے سمجھتے تھے۔ اس معاملہ میں ان دونوں کا ایک دفعہ مناظرہ بھی ہوا۔ جب امام مالک نے موطاء تصنیف کی تو ابن اسحاق نے کہا "یہ کتاب میرے پاس لاؤ اس کا ناقد تو میں ہوں" یہ بات امام مالک تک پہنچی تو انہوں نے کہا "یہ دجالوں میں سے ایک دجال ہے، یہودیوں کی روایات نقل کرتا ہے"۔ ۱۷ تاہم جب ابن اسحاق عراق جانے لگے تو دونوں میں مصالحت ہوگئی تھی۔ اور امام مالک نے ابن اسحاق کو کچھ تحائف بھی دیئے تھے۔

جہاں تک ہشام بن عروہ سے ابن اسحاق کے اختلافات کا تعلق ہے اس کا سبب یہ تھا کہ محمد ابن اسحاق ایک حدیث فاطمہ بنت منذر سے روایت کرتے تھے، فاطمہ بنت منذر ہشام بن عروہ کی زوجہ تھیں۔ جب اس روایت کا ہشام کو علم ہوا تو بہ سبب غیرت انہوں نے انکار کیا اور کہا، کیا وہ میری بیوی سے ملا ہے۔ ۱۸

ہوسکتا ہے اسی مخالفانہ فضا کی وجہ سے محمد ابن اسحاق نے مدینہ کو خیر آباد کہا ہو۔

مدینہ سے آپ ۱۱۵ھ میں اسکندریہ آئے۔ ۱۹ اہل مصر کی ایک جماعت نے ان سے روایت کی ان میں یزید بن ابی حبیب اور قیس بن ابی زید بھی شامل تھے۔ ڈاکٹر حمید اللہ اس خیال کا اظہار کرتے ہیں کہ اس بات کا احتمال ہے کہ جب ان کے حاسدوں نے ان پر قدری ہونے کا الزام لگایا اور مدینہ کے والی نے انہیں گرفتار کیا اور کوڑے لگائے تو انہوں نے اس وقت مدینہ کو خیر باد کہا۔ یہ بھی لازمی ہے کہ وہ شہرت کے حامل ہوں گے اسی وجہ سے علمائے مصر نے ان کا استقبال کیا۔ ۲۰

جب ابن اسحاق مدینہ سے مصر پہنچے تو یہ اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کا زمانہ (۱۰۵ھ/۷۲۴ء تا ۱۲۵ھ/۷۴۳ء) تھا، اور مملکت میں وہ افتراق و انتشار شروع ہو چکا تھا، اور وہ عباسی تحریک بھی شروع ہوچکی تھی جس نے بالآخر بنوامیہ کے اقتدار کا خاتمہ کردیا اور


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عباسیوں کو مسندِ خلافت پر براجمان کردیا۔ پہلے عباسی خلیفہ ابوالعباس السفاح کا پانچ سالہ دور اقتدار (۱۳۲ھ / ۷۵۰ء تا ۱۳۶ھ / ۷۵۴ء) بھی ہنگاموں اور انتقامی کارروائیوں میں گذرا تا آنکہ دوسرا عباسی خلیفہ ابوجعفر المنصور ۱۳۶ھ میں خلیفہ بنا۔ یہ بیس سال کا عرصہ ابن اسحاق نے مصر، کوفہ، جزیرہ اور رے میں گذارا۔ اور ۱۳۶ھ میں وہ ابوجعفر المنصور کے پاس گئے۔ اور انہوں نے اپنی "کتاب المبتداء والمبعث والمغازی" ابوجعفر المنصور کی فرمائش پر لکھی۔

یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ ابن اسحاق نے یہ کتاب بغداد میں لکھی جیسا کہ قاضی اطہر مبارک پوری نے اپنی کتاب 'تدوین سیرومغازی' (ص ۲۱۰) پر لکھا ہے کیونکہ اس وقت بغداد کا شہر تعمیر نہیں ہوا تھا۔ اور منصور غالباً حیرہ میں تھا جیسا کہ ابن قتیبہ نے تصریح کی ہے۔ [۲۱] جب منصور نے ۱۴۶ھ میں بغداد کی بنیاد رکھی تو ابن اسحاق نے بھی یہاں سکونت اختیار کی اور وہیں دفن ہوئے۔ وہ بغداد کے ابتدائی ساکنان میں سے ہیں۔

ابن اسحاق کی کتاب المغازی کا سنہ تالیف ۱۳۶ھ ہی بتایا جاتا ہے۔ جب ابن اسحاق عباسی خلیفہ سے ملنے گئے تو ابوجعفر المنصور کا بیٹا مہدی [۲۲] وہیں بیٹھا تھا ابوجعفر المنصور نے ابن اسحاق سے کہا کہ آپ میرے اس بیٹے کے لیے ایک کتاب لکھ دیں جس میں تخلیق آدم سے لے کر آج تک کے حالات ہوں، چنانچہ ابن اسحاق نے کتاب لکھی۔ ابوجعفر نے اس کو دیکھ کر کہا کہ یہ بہت تفصیلی ہے۔ اس کو مختصر کریں، ابن اسحاق نے اس کی تلخیص لکھی، پہلی ضخیم کتاب کو شاہی کتب خانہ میں محفوظ کر دیا گیا۔ [۲۳]

تاہم ابن خطیب ہی کی ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن اسحاق نے خلیفہ منصور سے ملاقات سے پہلے مدینہ ہی میں اس کتاب کو مکمل کرلیا تھا اور اس کا ایک نسخہ سلمہ بن الفضل [۲۴] کے حوالے کیا تھا۔ یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ انتہائی ضخیم کتاب ایک سال سے بھی کم عرصہ میں لکھ لینا، اور پھر اس کی تلخیص جو خود بہت ضخیم ہو،



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کر لینا ممکن نہیں۔

اسی خیال کا اظہار جوزف ہورووتس اپنے مقالہ میں کرتے ہیں کہ ابن اسحاق نے یہ کتاب مدینہ ہی میں مکمل کر لی تھی، اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ ان کے راویوں میں سے ایک بھی راوی عراقی نہیں ہے سارے راوی مدنی ہیں۔ اسی حوالے سے وہ کہتے ہیں ''اس کے علاوہ ہمیں ایک مدنی کا حال بھی معلوم ہے جس نے ابن اسحاق کی کتاب سے روایت کی ہے یعنی ابراہیم بن سعد (م ۱۸۴ھ)'' ۲۵ گویا جوزف ہورووتس یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ابن اسحاق نے اپنی کتاب مدینہ میں مکمل کر لی تھی، اور وہاں کم از کم ابراہیم بن سعد اس کتاب کی روایت بھی کرتے تھے۔

ابن اسحاق کا انتقال بغداد ہی میں ہوا۔ان کے سنہ وفات میں اختلاف ہے جو ۱۵۰ھ سے ۱۵۴ھ کے درمیان بتایا جاتا ہے تاہم زیادہ درست ۱۵۱ھ ہے ۲۶ وہ خیزران کے قبرستان میں دفن کیے گئے، یہ قبرستان خیزران کی طرف اس لیے منسوب ہے کہ خیزران ، جو کہ عباسی خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ تھی، وہاں مدفون ہے ۔ یہ قبرستان دجلہ کے مشرقی جانب واقع تمام قبرستانوں میں سب سے مقدم ہے۔

## ابن اسحاق کے بارے میں علماء کی رائے:

ابن اسحاق جلیل القدر، ثقہ ، محدث، فقہ اور مغازی کے امام ہیں سیر ومغازی کے حوالے سے یہ حبر امت مانے گئے ہیں البتہ ان کی حدیث کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے۔ کچھ علماء ان کی حدیث کو لیتے ہیں اور کچھ محدثین حلال وحرام میں ان کی حدیث قبول نہیں کرتے۔

علی بن عبداللہ مدینی نے کہا ہے کہ اہل مدینہ کی حدیثوں کا دارومدار محمد بن شہاب زہری کے بعد مالک بن انس اور محمد ابن اسحاق پر ہے۔ ان کے شیخ ابن شہاب زہری جو خود بہت پائیہ کے عالم، محدث اور فقیہ تھے ابن اسحاق کے بہت قدردان تھے۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وہ کہتے ہیں کہ جب تک ابن اسحاق مدینہ میں ہیں علم کثیر باقی ہے۔ نیز وہ کہتے تھے جو شخص مغازی کا علم حاصل کرنا چاہتا ہو وہ قیس بن مخرمہ کے اس غلام سے حاصل کرے۔ ایک بار زہری سے ابن اسحاق کی مغازی کے بارے میں سوال کیا گیا تو زہری نے شہادت دی کہ ''یہ مغازی کے سب سے بڑے عالم ہیں'' اور علمی طور پر اس کی شہادت یوں دی کہ ابن اسحاق نے مغازی کی جو روایات عاصم بن عمر بن قتادہ سے بیان کی ہیں ان کو بڑی انشراح سے لیا کرتے تھے۔ ۲۷

ابن اسحاق کے ایک اور شیخ (استاد) عاصم بن عمر بن قتادہ کا قول ہے کہ جب تک ابن اسحاق زندہ رہیں گے لوگوں میں علم باقی رہے گا۔

شعبہ بن حجاج نے ان کو حفظ و اتقان میں امیر المومنین بتایا ہے بلکہ ان کے ایک قول کے مطابق ابن اسحاق امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔ ۲۸

امام شافعی کا یہ قول ملتا ہے کہ ''جو مغازی میں تبحر حاصل کرنا چاہتا ہے وہ ابن اسحاق کا محتاج ہے''۔ ۲۹

امام احمد بن حنبل، تفسیر، ملاحم، اور مغازی کو بے اصل کہنے کے باوجود ابن اسحاق کے بارے میں کہتے ہیں کہ مغازی وغیرہ کی روایت ان سے کی جائے گی البتہ حلال وحرام میں احتیاط کی جائے گی۔ ۳۰ امام احمد بن حنبل کا ایک اور قول ہے کہ ''ان کی حدیث حسن ہوتی ہے''۔ ۳۱

امام مالک سے تو ان کی معاصرانہ چشمک تھی تاہم امام مالک کے سب سے زیادہ متبع، اسماعیل بن ابی اویس تھے، ان کے والد کے پاس ابن اسحاق کی کتاب المغازی تھی اور انہوں نے اس سے بہت زیادہ روائتیں منتخب کیں۔ ۳۲

ابوزرعہ دمشقی کا بیان ہے کہ اکابر اہل علم ابن اسحاق سے روایت کرنے پر متفق ہیں، محدثین نے ان کو آزمایا تو ان میں صدق اور خیر پایا۔ ۳۳



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ذہبی کہتے ہیں "یہ علم کا خزانہ اور مغازی اور سیر کے علم میں حبرِ امت ہیں۔ یہ حدیث کے زیادہ ضبط کرنے والے نہیں تھے اس لیے ان کی حدیث صحت کے درجہ سے گرگئی ہے ورنہ فی نفسہٖ یہ صدوق اور پسندیدہ ہیں"۔ ۳۴

یحییٰ بن معین کا کہنا ہے "یہ ثقہ ہیں لیکن قابل صحت نہیں ہیں" ۳۵۔ امام علی مدینی فرماتے ہیں "ان کی حدیث میرے نزدیک صحیح ہے" ۳۶ انہی کا بیان ہے کہ رسول اللہ کی حدیث کا مدار چھ باتوں پر ہے جن کا انہوں نے ذکر کیا، پھر کہا کہ ان چھ باتوں کا علم بارہ علماء کے پاس ہے جن میں انہوں نے محمد ابن اسحاق کا نام بھی لیا۔ ۳۷

امام نسائی فرماتے ہیں "یہ قوی نہیں ہیں" دارقطنی کہتے ہیں "ان سے صحت نہیں پکڑی جاتی"۔ ۳۸

ابن عینیہ فرماتے ہیں میں نے کسی کو ابن اسحاق پر تہمت لگاتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔ ۳۹

امام بخاری نے تاریخ کبیر جلد اول باب المحمدین میں لکھا ہے "مجھے ایسا شخص نہیں ملا جس نے ابن اسحاق پر اتہام لگایا ہو۔ ۴۰

امام مسلم نے متابعات کے ضمن میں ان سے روایات لی ہیں اور امام بخاری نے بھی ان سے کچھ نہ کچھ استشہاد کیا ہے۔ ابو داود، ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے بھی ان سے روایت کی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ بعض محدثین کی اس احتیاط کے باوجود جو وہ ابن اسحاق کی حدیث کے بارے میں روا رکھتے تھے، وہ مغازی و سیر میں مقبول ہوئے اور مستند مانے گئے۔ ان کی کتاب المبتداء و المغازی والمبعث کو جو مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی کسی دوسرے عالم کی کتاب المغازی اس کا مقابلہ نہ کرسکی۔

اس کتاب نے عوام و خواص کو قصہ کہانی اور نجوم وفلسفہ کی کتابوں سے ہٹا کر



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ان میں رسول اللہ ﷺ کے سیر ومغازی کا شوق پیدا کر دیا۔ علی بن محمد خراسانی کا بیان ہے کہ خلیفہ قاہر باللہ نے مجھ سے بنو عباس کے خلفاء کے اخلاق و عادات کے بارے میں سوال کیا، میں نے بتایا کہ ابو جعفر المنصور نے سب سے پہلے نجومیوں کو دربار میں جگہ دی، سریانی اور عجمی زبانوں کے تراجم کرائے، کلیلہ و دمنہ، اقلیدس، اور دیگر یونانی کتب سے عوام کو دلچسپی ہوگئی۔ ابن اسحاق نے یہ صورت دیکھ کر سیر ومغازی کو جمع کیا ہے۔[۴۱]

ابن عدی کہتے ہیں کہ ابن اسحاق کے فضل و کمال کے لیے یہی کافی ہے کہ انہوں نے امراء وملوک کو لایعنی کتابوں کی مشغولیت سے ہٹا کر رسول اللہ کے مغازی، آپ کی بعثت اور ابتدائے خلق کے واقعات پڑھنے میں لگا دیا۔ یہ فضل وکمال سب سے پہلے ان کو حاصل ہوا ان کے بعد ایک جماعت نے مغازی پر کتابیں لکھیں مگر ان میں سے کوئی ابن اسحاق کے مرتبہ کو نہ پہنچ سکا۔[۴۲]

## ابن اسحاق کی سیرت نگاری:

سیرت رسول اللہ پر ابن اسحاق کی کتاب کا نام کتاب المبتداء والمبعث والمغازی ہے۔ فنی اعتبار سے سیرت پر یہ بنیادی اور رجحان ساز کتاب ہے۔ اس کے تین اجزاء ہیں۔

۱۔ المبتداء

۲۔ المبعث

۳۔ المغازی

سیرۃ نگاری میں اس قسم کی تقسیم کی مثال محمد ابن اسحاق سے قبل نہیں ملتی، البتہ ان کے شاگردوں اور بعد میں آنے والے سیرت نگاروں نے ضرور اس کی تقلید کی، اور سیرت نگاری برسہا برس تک اسی نہج پر ہوتی رہی۔

**المبتداء:** یہ دراصل ماقبل اسلام کی تاریخ ہے، جو مزید چار حصوں میں تقسیم ہے۔ اس میں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پہلا حصہ ابتدائے آفرینش سے حضرت موسیٰ تک وحی و رسالت کی تاریخ ہے۔ اس حصہ کو مرتب کرتے ہوئے ابن اسحاق نے وہب بن منبہ اور ابن عباس کی روایات پر اعتماد کیا ہے، اسرائیلیات، کتاب مقدس یعنی توراۃ کے اقتباسات اور قرانی آیات کو بھی بطور ماخذ استعمال کیا ہے۔المبتداء کی دوسری فصل عہد جاہلیت میں یمن کی تاریخ ہے۔ آخر یمن ہی کی تاریخ کیوں؟ اس کا جواب جوزف ہورووتس دیتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ" قران کے مطالعہ کی وجہ سے یمن کی تاریخ سے علماء کی دلچسپی پہلے ہی بڑھی ہوئی تھی۔ قران کریم ، سورہ ۸۵ میں ''اصحاب الاخدود'' کا بیان ہے اس سے ہمارے علماء اس طرف متوجہ ہوئے کہ یمن میں عیسائیت اور یہودیت کے فروغ کا زمانہ تحقیق کریں ،کیونکہ تفاسیر ماثورہ کہتی ہیں کہ ان آیات میں یہودی بادشاہ ذونواس کے سقوط کی طرف اشارہ ہے۔ اسی طرح ''اصحاب الفیل'' (سورہ ۱۰۵) کا مطالعہ کرتے ہوئے یمن کے ایک حبشی گورنر ابرہہ کی فوج کی تفصیلات درکار تھیں"۔ ۴۳؎

المبتداء کا تیسرا جزو عرب قبائل اور ان کی اصنام پرستی سے بحث کرتا ہے اور چوتھے جزو میں رسول اللہ کے قریبی اجداد، اور اہل مکہ کے رسوم و عقائد کو بیان کیا گیا ہے۔

بحیثیت مجموعی 'المبتداء' کے حصے میں اسناد نہیں ہیں البتہ اس کی پہلی فصل میں کہیں کہیں اسناد موجود ہیں۔

**المبعث:** اس حصہ میں رسول اللہ کی مکی زندگی، بعثت ، ہجرت اور مدنی زندگی کے پہلے سال کی مہمات کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس حصے میں اسانید کا اہتمام نظر آتا ہے اور ایسا ہونا بالکل فطری تھا کیونکہ رسول اللہ کی زندگی کے بارے میں تفصیلات بتانے والے سینکڑوں تابعین ، ابن اسحاق کے دور میں ، مدینہ میں موجود تھے لہذا ابن اسحاق اپنے زیادہ تر مدنی اساتذہ کی روایات کے حوالے سے یہ حصہ مرتب کرتے ہیں۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جوزف ہورووتس اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اس حصہ میں وہ دستاویز بھی ملتی ہے جسے صرف ابن اسحاق نے اپنی کتاب المغازی میں شامل کیا ہے اور زمانہ مابعد کے کسی صاحب المغازی نے نہیں لیا ہے، یہ رسول اللہ کا وہ معاہدہ ہے جو آپ نے مدنی قبائل سے کیا تھا اور جسے مدینہ کا ''سماجی ضابطہ'' کہا گیا ہے[۴۴]۔ گویا ابن اسحاق نے اپنی کتاب کی تدوین میں سرکاری دستاویز سے بھی مدد لی۔

اس حصے میں کئی مواقع کی فہرستیں بھی مرتب کی گئی ہیں مثلاً سابقون الاولون کی فہرست، مہاجرین حبشہ کی فہرست، انصار میں سب سے پہلے مسلمان ہونے والوں کے نام، شرکائے بیعت عقبہ اولیٰ و ثانیہ کی فہرست، ان انصار و مہاجرین کی فہرست جنھوں نے مہاجرین کا مدینہ میں استقبال کیا۔ اور ان لوگوں کی فہرست جن کا رسول اللہ نے آپس میں مواخات کا رشتہ قائم کیا۔

فہرست سازی میں ابن اسحاق کو اولیت حاصل نہیں ہے۔ سیرت نگاری میں ''فہرست سازی'' کا سب سے پہلا کام ابن شہاب زہری کے شاگرد اور ابن اسحاق کے ہمعصر موسیٰ بن عقبہ نے کیا تھا۔ انہوں نے ''اصحاب بدر''[۴۵] کی مکمل فہرست بنائی تھی جس کی امام مالک نے بھی تصدیق کی اور اس کو مستند قرار دیا۔

**المغازی**: یہ رسول اللہ کی مدنی زندگی کی تاریخ ہے، جس میں مشرکین عرب سے پہلی جنگ سے لے کر رسول اللہ کی وفات تک کے حالات آجاتے ہیں، اس جزو کا غالب حصہ غزوات کے بیان پر ہے۔ اس حصے میں اسناد کی باضابطہ پابندی کی گئی ہے۔ ابن اسحاق کے رواۃ اس کے مدنی شیوخ خصوصاً ابن شہاب زہری، عاصم بن عمر قتادہ، اور عبداللہ بن ابی بکر ہیں۔ ان شیوخ سے حاصل کردہ معلومات میں ابن اسحاق نمایاں اضافے بھی کرتے ہیں۔ یہ اضافے کچھ تو وہ اخبار ہیں جو انہیں دوسرے ذرائع سے حاصل ہوئے اور کچھ ان حوادث میں حصہ لینے والوں، یا ان کے رشتہ داروں کے بیانات

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہیں۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی کہتے ہیں ابن اسحاق معلومات کے حصول کے لیے کسی واقعہ سے تعلق رکھنے والوں کے پسماندگان کے پاس جاکر معلومات حاصل کرتے تھے، پھر ان معلومات کو، روایات سے موازنہ کرکے اس کی درستگی کا اندازہ لگاتے اور اپنی کتاب میں درج کرتے۔ ۴۶

غزوات کا حال لکھنے میں ابن اسحاق ایک مقررہ ضابطے کی پابندی کرتے ہیں، پہلے وہ اپنے ثقہ استادوں کے بیانات سے مرتب کی ہوئی ایک مجموعی رپورٹ (یا بیانیہ) درج کرتے ہیں پھر اس بنیادی واقعہ سے متعلق وہ انفرادی روایات بیان کرکے اس خبر کی تکمیل کردیتے ہیں جو انہوں نے دوسرے ذرائع سے فراہم کی ہوتی ہیں۔ ۴۷

مغازی کے حصہ میں بھی کئی فہرستیں شامل ہیں۔ بدر میں لڑنے والوں ، زخمی ہونے والوں، گرفتار ہونے والوں، غزوہ احد میں شہید ہونے والوں ، اور غزوہ خندق، خیبر، موتہ اور طائف میں شہادت پانے والوں اور حبشہ سے واپس آنے والے مہاجرین کی فہرستیں دی ہیں۔ ۴۸

## ابن اسحاق کے ماخذ:

کتاب المغازی کا تذکرہ کرتے ہوئے، ابن اسحاق کے ماخذ کا بھی ساتھ ہی تذکرہ کردیا گیا تھا تاہم یہاں ایک اجمالی جائزہ بے جا نہ ہوگا۔

ماقبل اسلام کی تاریخ بیان کرتے ہوئے ابن اسحاق کے ماخذ یہ تھے:

۱۔قران کریم

۲۔توراۃ واسرائیلیات

۳۔ وہب بن منبہ، ابن عباس اور دیگر نسابین کی روایات

اسلامی تاریخ بیان کرتے ہوئے ابن اسحاق کے ماخذ یہ تھے

۱۔قران کریم



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۲۔شیوخ کی روایات

۳۔سرکاری دستاویزات

۴۔ ذاتی ملاقاتوں سے حاصل کردہ معلومات

جہاں تک ابن اسحاق کے شیوخ کا تعلق ہے ان کی تعداد کم ازکم بھی سو تھی، لیکن ان میں سے سب سے اہم شخصیت زہری کی ہے۔ جن کا تذکرہ اس سے قبل تفصیلی طور پر آچکا ہے۔ زہری کے علاوہ عبداللہ بن ابی بکر، اور عاصم بن عمر بھی اہم ہیں جن سے ابنٰ اسحاق روایات اخذ کرتے ہیں۔ عروہ بن زبیر جو پہلے سیرت نگار تھے وہ بھی ابن اسحاق کا ماخذ تھے۔ ابن اسحاق نے عروہ بن زبیر کے مولیٰ یزید بن رومان ہی سے عروہ کی روایات اخذ نہیں کیں بلکہ آل زبیر کے دوسرے موالی سے بھی بہت استفادہ کیا ہے، اس کے علاوہ عروہ بن زبیر کے دونوں بیٹے یحیٰ بن عروہ اور ہشام بن عروہ، نیز عروہ کے بھتیجے عمر بن عبداللہ ، اور محمد بن جعفر اور یحیٰ بن عباد بن عبداللہ بھی ابن اسحاق کے شیوخ میں شامل ہیں۔

غیر مسلموں کی تاریخ بیان کرتے ہوئے ابن اسحاق کا ایک بڑا ماخذ، غیر مسلم علماء تھے چنانچہ وہ اپنے رُواۃ میں ''بعض اھل العلم من اھل الکتاب الاول'' یعنی بعض یہودی علماء کا حوالہ دیتے ہیں۔ کبھی انہیں ''اھل التوراۃ'' کہتے ہیں کہیں ایرانیوں کی تاریخ بیان کرتے ہوئے عجمی علماء سے معلومات لیتے ہیں۔ بظاہر مدنی علماء میں ابن اسحاق وہ پہلا شخص ہے جس نے غیر مسلم علماء کے اقوال کو قبول کیا ہے۔ جس پر انہیں مطعون بھی کیا گیا۔۴۹؎

جنوبی عرب میں، ابن اسحاق سے پہلے، وہب بن منبہ نے اسی طرح کی غیر اسلامی اخبار بلا تکلف جمع کیے تھے۔ جیسا کہ پہلے بھی لکھا جاچکا ہے کہ اہل کتاب کے قصوں میں ابن اسحاق نے متعدد مواقع پر وہب بن منبہ کا حوالہ دیا ہے۔ اور اسے وہب



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی روایات مغیرہ بن ابی زبید کے واسطے سے ملی ہیں۔ وہب کے بعد ابن اسحاق قدیم ترین عرب مصنف ہے جس نے توراۃ اور انجیل کی عبارتیں لفظی ترجمے کے ساتھ اپنی کتاب میں درج کی ہیں۔ ۵۰؎

ابن اسحاق کا ایک بڑا ماخذ بعض سرکاری دستاویزات بھی تھیں۔ اس حوالے سے ابن اسحاق کا سب سے بڑا ماخذ عبداللہ بن ابی بکر تھے۔ جو ابن اسحاق کے استاد تھے، جن کے خاندان میں رسول اللہ کا وہ خط محفوظ تھا جو انہیں یمن بھیجتے وقت انہیں دیا گیا تھا۔ انہیں عبداللہ نے رسول اللہ کے وثائق کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔ ابن اسحاق ان دستاویزات کو عبداللہ بن ابی بکر کے حوالے سے درج کرتے تھے۔ ایک دستاویز ان کے مصری شیخ یزید بن حبیب کے حوالے سے بھی ملتی ہے۔ ۵۱؎

جب ابن اسحاق مصر میں تھے تو انہیں یزید بن حبیب سے ایک دستاویز ملی تھی یہ ان وفود سے متعلق تھی جو رسول اللہ نے مختلف حکمرانوں کی طرف سفارتی مشن پر بھیجے تھے۔ ابن اسحاق نے یہ دستاویز امام زہری کے پاس مدینہ بھیجی تاکہ زہری سے اس دستاویز کے مشمولات کی تصدیق کرائی جاسکے۔ ۵۲؎

## ابن اسحاق کا اسلوب:

ابن اسحاق کا انداز محدثانہ نہیں مگر مورخانہ تھا ان کے اس طریقِ کار پر انہیں کافی مطعون کیا گیا۔ محدثین نے ابن اسحاق پر سب سے بڑا الزام تدلیس کا لگایا ہے، یعنی حدیث روایت کرتے وقت اسناد میں اپنے اصلی شیخ کو بیان نہیں کرتے۔ یا جیسا کہ ابن سید الناس نے کہا کہ ابن اسحاق کبھی مکمل اسناد بیان کرتے اور کبھی متوسط راویوں کو حذف کر کے اوپر والے راوی کا ذکر کردیتے ہیں ۵۳؎ امام احمد ابن حنبل کو بھی سب سے بڑا اعتراض یہی تھا کہ ایک راوی کے بیان کو دوسرے راوی کے بیان سے علیحدہ نہیں کرتے۔ ۵۴؎



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اصل میں اسلوب کا یہ فرق حدیث اور تاریخ کے درمیان موجود ہے۔ حدیث میں مربوط قصہ مطلوب نہیں ہوتا بلکہ بیان کردہ واقعہ کی معرفت کے بارے میں گواہی مطلوب ہوتی ہے۔ جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے اس کا انحصار تو حدیث پر ہے لیکن اس کی غرض یہ ہے کہ تاریخی واقعہ سے متعلق ایک مکمل اور مربوط بیانیہ مرتب کیا جائے جسے اسانیداور روایات کے تکرار سے بوجھل نہ کیا جائے۔ یہ اسلوب جس پر ابن اسحاق پر طعنہ زنی کی گئی، امام زہری کی طرف بھی منسوب ہے اور اولین سیرت نگار عروہ بن زبیر کی طرف بھی ۵۵ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ زہری یا عروہ بن زبیر کو کسی نے مطعون نہ کیا جس طرح ابن اسحاق کو کیا گیا، میری دانست میں اس کا سبب یہ تھا کہ ابن شہاب زہری اور عروہ بن زبیر کو ایک تو زبردست خاندانی اور نسبی وجاہت حاصل تھی اور انہیں مطعون کرنا آسان نہ تھا، ابن اسحاق کی مدینہ میں کوئی نسبی اصل نہ تھی، وہ موالی میں سے تھے ان کو مطعون کرنا آسان تھا دوسری بات یہ کہ ابن شہاب زہری اور عروہ بن زبیر نے اسرائیلیات یا نصرانیات سے اپنا دامن بچا کر رکھا تھا جبکہ ابن اسحاق کی کتاب کا پہلا حصہ اسرائیلیات ہی کی بنیاد پر لکھا گیا ہے۔ لہٰذا مدینہ کے علماء اور دیگر محدثین نے ان کے اس طریق کار کی مذمت کی ہے۔ اور اس پر مستزادوہ بات جس کی طرف ڈاکٹر حمید اللہ نے اشارہ کیا ہے کہ شاید ابن اسحاق کو اس منہج کی وجہ سے مطعون نہ کیا جاتا اگر امام مالک اور ابن ہشام سے ان کی منافرت نہ ہوتی۔ ۵۶

ابن اسحاق کی جمع کردہ روایات کے پائیہ استناد کے بارے میں اختلاف رائے ہوسکتا ہے۔ وہ خود بھی اکثر مواقع پر ''فیمایزعمون واللہ اعلم'' (یعنی لوگ ایسا ہی سمجھتے ہیں، اللہ ہی بہتر جانتا ہے) جسے معترضہ جملے لکھ کر اپنے شک کا اظہار کردیتے ہیں۔ لیکن ادبی حیثیت سے اس کتاب کو ایک بلند مرتبہ حاصل ہے اور اس لحاظ سے اس کی قدر و قیمت اور بڑھ جاتی ہے کہ یہ عربی نثر کی ان قدیم کتابوں میں سے ہے جو دست

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


بردِ زمانہ سے بچ بچا کر ہم تک پہنچی ہیں۔ ۵۷

ابن اسحاق کی یہ کتاب ایک طویل عرصہ تک مشہور و مقبول رہی اس کے نسخے ساتویں آٹھویں صدی ہجری تک عام تھے۔ علامہ ابن اثیر جزری (م ۶۳۰) کے پاس یہ کتاب موجود تھی، ان کی کتاب ''اسدالغابہ'' میں کثرت سے اس کے حوالے ملتے ہیں۔ ساتویں صدی ہجری میں فارس کے حکمران (ابوبکر سعد زنگی) کی فرمائش پر سیرت ابن اسحاق کا فارسی ترجمہ تیار ہوا تھا۔ جس کے قلمی نسخے پیرس کے قومی کتب خانہ، الہٰ آباد پبلک لائبریری اور دارالعلوم دیوبند میں موجود تھے ۵۸۔ اطہر مبارک پوری کے کہنے کے مطابق اس کا ایک قلمی نسخہ کراچی میں مشہور ماہر قانون جناب خالد اسحاق (مرحوم) کے کتب خانے میں دیکھا ہے۔

ابن اسحاق کے بعد آنے والے تقریباً تمام سیرت نگاروں نے ان کی ''کتاب المبتداء و المبعث والمغازی'' سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ اس کے مضامین کو اپنی کتابوں میں شامل کیا، اس کو منظوم کیا گیا، اس کے خلاصے اور شرحیں تیار کی گئیں غرض مملکت کے طول وعرض میں متعدد سیرت نگاروں نے اس پر کام کیا، اس کے بعد یہ کتاب منظر سے غائب ہوگئی۔ اس کا ایک سبب تو یہ ہوسکتا ہے کہ عبدلملک ابن ہشام بصری نے جب اس کا نیا ورژن تیار کیا تو وہ اس قدر مقبول و مشہور ہوا کہ لوگ اصل کتاب کو بھولنے لگے۔ پھر ابن ہشام کی کتاب تو روایات در وایات زندہ رہی اور چونکہ یہ ابن اسحاق ہی کی کتاب کی تلخیص و تہذیب تھی اس طرح ابن اسحاق کا نام بھی زندہ رہا۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی اس خیال کا اظہار کرتے ہیں کہ غالباً سقوط بغداد (۶۵۶ھ / ۱۲۵۸ء) کے موقع پر جب بہت سے کتب خانوں کو ضائع کر کے دریا برد کردیا گیا اور اس میں لاکھوں کتابیں ضائع ہوگئیں ابن اسحاق کی کتاب بھی شائد اسی افراتفری میں ضائع ہوگئی ہو۔ ۵۹


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا بہت بڑا علمی کارنامہ ہے کہ انہوں نے ابن اسحاق کے دو شاگردوں یعنی یونس بن بکیر اور محمد بن سلمہ کی روایات کو اکٹھا کیا اور ترکی سے کتابی شکل میں ۱۴۰۱ھ میں شائع کرادیا۔انہیں یہ اجزاء تلاش بسیار کے بعد حاصل ہوئے تھے۔محمد بن سلمہ کی روایت کردہ سیرۃ ابن اسحاق کے چند اجزاء ظاہر یہ دمشق کے کتب خانے میں مخطوطہ کی شکل میں موجود تھے۔ اسی طرح یونس بن بکیر کی روایت کردہ سیرۃ ابن اسحاق کے کچھ اجزاء مخطوطات کی شکل میں جامعہ قرویین کے کتب خانے سے دریافت ہوئے جن کو یکجا کر کے شائع کرنے سے ابن اسحاق کی گمشدہ سیرۃ کا ایک معتد بہ حصہ منصۂ شہود پر آگیا ہے۔

مستشرقین بھی ابن اسحاق کی کتاب کے معترف نظر آتے ہیں۔ جرمن مستشرق جوزف ہورووٹس لکھتے ہیں'' ابن اسحاق کو اپنے شیوخ سے جو روایات ملیں ان میں اس نے اپنی جمع کی ہوئی بہت سی روائتیں اور اقوال شامل کر کے سیرت نبوی کو بہت سلیقے سے مرتب کیا ہے۔یہ ترتیب و تنظیم بجائے خود ایک بڑا کام ہے چاہے ابن اسحاق سے پہلے کچھ اور لوگوں نے بھی یہ کام کیا ہو تب بھی اسے اس لحاظ سے اولیت کا شرف حاصل رہے گا کہ اس نے رسول اللہ کی حیات طیبہ کے مختلف ادوار کو نہ صرف ایک تناسب کے ساتھ اپنی تالیف میں پیش کیا ہے بلکہ انبیائے سابقین کے حالات شامل کر کے سیرۃ کے موضوع میں وسعت پیدا کردی ہے اور اسے تاریخ رسالت بنادیا''۔۶۰

اس کے علاوہ یوسف ہارویز، الفریڈ گیام، اور راہسن وغیرہ نے بھی ابن اسحاق اور اس کی کتاب المغازی کے مختلف پہلوؤں پر اظہار خیال کیا۔

## راویان سیرۃ ابن اسحاق

محمد ابن اسحاق کے شاگردوں میں سے پندرہ نے ان کی کتاب المبتداء والمبعث والمغازی کی روایت کی ہے۔اس طرح اس کتاب کے تقریباً پندرہ مختلف نسخے یا

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



Versions سامنے آئے۔ اس زمانے میں عام طریقہ یہ تھا کہ کوئی عالم حدیث، مغازی یا فقہ کی کوئی کتاب مرتب کرتا، اس کا املا اپنے شاگردوں کو کراتا تھا۔ طلبہ اس کا املا لے کر یا تو اس کو حفظ کرلیا کرتے تھے یا اس کو نقل کرلیا کرتے تھے۔ یہ طلبہ آگے چل کر جب علم میں مزید ترقی کرلیتے تو اپنے شیخ کی کتاب میں اضافوں اور ترامیم کا سلسلہ جاری رکھتے ۔ جہاں ان کو استاد (شیخ) کی رائے سے اختلاف ہوتا تو اس کا بھی ذکر کردیا کرتے تھے۔ یوں ان کے شیخ کی کتاب کا ایک نیا نسخہ (Version) تیار ہوجاتا تھا، جو ان کے تلامذہ آگے روایت کرتے تھے، اور یہ سلسلہ مزید اضافوں اور ترامیم سے آگے بڑھتا رہتا تھا۔ اس کی ایک مثال موطاء امام مالک کی ہے۔جس کے پندرہ بیس نسخے (Version) ہیں۔ ایک نسخہ ان کے شاگرد امام محمد کا ہے، اس میں امام محمد نے اپنی رائے کے مطابق بہت سے اضافے کیے ہیں، جہاں جہاں ان کو امام مالک کی رائے سے اختلاف تھا اس کو بیان کیا ہے، اپنے استاد امام ابوحنیفہ کے ارشادات بھی بیان کیے۔ وہ نسخہ اگرچہ موطاء امام مالک کا ہے لیکن ''موطائے امام محمدؒ'' کہلاتا ہے۔ یہی معاملہ متقدمین کی ہر بڑی کتاب کا تھا۔

اسی طرح سیرت ابن اسحاق کے پندرہ نسخوں کا تذکرہ ملتا ہے،ان میں سے ہر کتاب ایک علیحدہ 'کتاب المغازی' کا حکم رکھتی ہے، اور ہر راوی، ''صاحب کتاب المغازی'' مانا جاتا ہے، درآں حالیکہ انہیں جدید دور کے حوالے سے مرتب (Editor) کہا جانا چاہیے۔بہرحال ابن اسحاق کی کتاب المغازی کے پندرہ راوی تھے جن کا اجمالی ذکر اس جدول سے سمجھا جاسکتا ہے۔

| نام راوی | محل سماع | سنہ ولادت | سنہ وفات |
|---|---|---|---|
| ۱۔ ابراہیم بن سعد | مدینہ | ۱۱۰ھ | ۱۸۴ھ |
| ۲۔ زیاد بن عبداللہ بکائی | کوفہ | ـ | ۱۸۳ھ |



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



| | | | |
|---|---|---|---|
| ۳۔ عبداللہ بن ادریس اودی | کوفہ | ۱۱۵ھ | ۱۹۲ھ |
| ۴۔ یونس بن بکیر | کوفہ | ۔ | ۱۹۹ھ |
| ۵۔ عبدۃ بن سلیمان | کوفہ | ۔ | ۱۸۷ھ |
| ۶۔ عبداللہ بن نمیر | کوفہ | ۱۱۵ھ | ۱۹۹ھ |
| ۷۔ یحییٰ بن سعید اموی | بغداد | ۱۱۴ھ | ۱۹۴ھ |
| ۸۔ جریر بن حازم | بصرہ | ۸۵ھ | ۱۷۰ھ |
| ۹۔ کریم بن ابی عیسیٰ | بصرہ | ۔ | ۔ |
| ۱۰۔ سلمہ بن فضل ابرش | بصرہ | ۔ | ۱۹۱ھ |
| ۱۱۔ علی بن مجاہد | رے | ۔ | ۱۸۹ھ |
| ۱۲۔ ابراہیم بن مختار | رے | ۔ | ۔ |
| ۱۳۔ سعید بن بزیع | رے | ۔ | ۔ |
| ۱۴۔ عثمان بن ساج | رے | ۔ | ۱۹۱ھ |
| ۱۵۔ محمد بن سلمہ حرانی | رے | ۔ | ۱۹۱ھ |

ان میں سے بیشتر کا تذکرہ باب ششم میں کیا گیا ہے۔

## آثار علمیہ:

ابن اسحاق کی 'کتاب المبتداء والمبعث والمغازی' کے علاوہ درج ذیل کتب کا مختلف ذرائع سے پتہ چلتا ہے۔

۱۔ تاریخ الخلفاء: اس کتاب کا تذکرہ ابن الندیم نے کیا ہے [۶۱] اس کتاب کے چند اجزاء ''مقتل عمر بن الخطاب اور لجنۃ الانتخاب'' سے متعلق ہیں، عبدالعزیز الدوری نے شائع کیے ہیں۔[۶۲]

۲۔ کتاب الفتوح: الواقدی کی کتاب ''فتوح مصر'' اور ''ارض ربیعہ''، ''الفرس'' کا بنیادی



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ماخذ ابن اسحاق کی یہی کتاب الفتوح ہے۔

۳۔ اخبار کلیب وجساس: اس کا قلمی نسخہ بغداد میں ہے۔

۴۔ کتاب حرب البسوس بین بکروتغلب: اس کے چند اجزاء طہران میں ہیں۔

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابیں بھی ابن اسحاق سے منسوب ہیں

الف) کتاب سیر العرب الاربع۔

ب) حدیث اسرء والمعراج۔

ج) اخبار صفین۔[٦٣]

لیکن ان کی نسبت ابھی تک تحقیق طلب ہے۔ البتہ "حدیث اسراء والمعراج" کے بارے میں ڈاکٹر حمید اللہ اطلاع دیتے ہیں کہ اس کا ایک مخطوطہ طلعت کے کتب خانے میں ہے جس کے کل اعداد ۲۹۳ اور اوراق ۳۸ تا ۶۵ ہیں اور اس کی تاریخ کتابت ۱۳۰۹ھ ہے۔[٦٤]

الغرض محمد ابن اسحاق دوسری صدی ہجری کے بہت بڑے سیرت نگار تھے۔ انہوں نے جس مرتب اور مربوط انداز میں سیرت لکھی اس سے پہلے نہیں لکھی گئی تھی، ان کا انداز محدثانہ نہیں بلکہ مورخانہ تھا، جو محدثین کے نزدیک قابل اعتراض تھا، لیکن جب اسی انداز میں سیرت اور تاریخ کی کتابیں لکھی جانے لگیں تو رفتہ رفتہ یعنی تیسری صدی ہجری کے بعد سے حدیث اور تاریخ کے راستے جدا ہو گئے، اور علم تاریخ جو علم الحدیث سے گندھا ہوا تھا، اس نے اپنی ایک الگ شناخت بنالی۔

الغرض محمد ابن اسحاق مدنی اسکول کے ایسے نمائندہ سیرت نگار ہیں جنہوں نے محدثین اور یہودی علماء کے مواد کو اکھٹا کرنے کی پہلی کوشش کی چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب المغازی میں احادیث تاریخی روایات، اسرائیلیات، عوامی قصوں، صحیح اور موضوع اشعار کو جمع کیا جس کی وجہ سے فطری طور پر مدینہ کے روایت پسند علماء نے ان پر سخت



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تنقید کی لیکن کوفہ اور بصرہ کے اخباری مدرسہ تاریخ میں ، ان کو وہاں کے رجحانات سے میل کھانے کی وجہ سے قدر کی نظر سے دیکھا گیا اور پھر ابن ہشام کی تہذیب وتنقیح کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعد کے محدثین نے بھی اپنی رائے بدل دی اور اس کو نہ صرف استحسان کی نظر سے دیکھا بلکہ اس کی معلومات پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی سیرت و تاریخ کی کتابوں کے بنیادی ماخذ کے طور پر استعمال کیا ۶۵؎ بعد کے مورخین نے سیرت نبوی کے بارے میں اس کتاب پر پورا پورا اعتماد کیا چنانچہ امام طبری سے لے کر ابن خلدون تک ہر قابل ذکر مورخ نے ابن اسحاق سے بکثرت روایت کی ہے۔

المختصر ابن اسحاق کی سیرت اپنے فن میں ایک منفرد اور اساسی حیثیت رکھتی ہے اور بعد کے زمانے میں جس نے بھی سیرت کے موضوع پر قلم اٹھایا اسے ابن اسحاق کی خوشہ چینی کے سوا کوئی چارہ کارنظر نہ آیا۔ ابن اسحاق کے بارے میں ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں : ''ابن اسحاق کو علم سیرت سے وہی نسبت ہے جو حکیم ارسطا طالیس کو علم منطق سے، امام شافعی کو علم اصول فقہ سے اور خلیل بن احمد افرہیدی کو علم عروض سے ہے۔ ابن اسحاق سے پہلے فن سیرت موجود تھا، علم سیرت کا سارا مواد بھی موجود تھا، لیکن ابن اسحاق نے اس کو انتہائی مربوط خطوط پر استوار کیا، اس انداز سے مرتب کیا کہ بعد میں آنے والا ہر شخص ان کا ممنون احسان ہے''۔ ۶۶؎

جامعہ بیت العتیق (رجسٹرڈ)
کتاب نمبر ________



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


# حواشی وحوالہ جات (باب پنجم، فصل اوّل)

۱۔ مبارک پوری، قاضی اطہر 'تدوین سیر ومغازی'، ص ۱۲۶ (دارالنوادر، لاہور، ۲۰۰۵)۔

۲۔ صدیقی، علی محسن (مقدمہ) کتاب المعارف، ص ۳۲ (قرطاس، کراچی، ۱۹۹۹ء)۔

۳۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۴، ص ۲۴۱ (دانش گاہ پنجاب، لاہور ۲۰۰۲)۔

۴۔ ایضاً۔

۵۔ صدیقی، علی محسن، ص ۳۲۔

۶۔ امام بخاری نے (تاریخ کبیر میں) ابن اسحاق کی کنیت 'ابوبکر' بتائی جبکہ ابن اسعد نے (طبقات میں) ان کی کنیت ابوعبداللہ لکھی ہے۔

۷۔ ابن قتیبہ ''عبدالمطلب'' کی جگہ ''عبدمناف'' لکھتے ہیں۔ دیکھئے ابن قتیبہ، المعارف، ص ۲۱۵۔

۸۔ الفہرست، ص ۱۲۱۔

۹۔ ایضاً۔

۱۰۔ حمید اللہ، ''محاکمہ'' سیرت ابن اسحاق، مشمولہ نقوش، رسول نمبر جلد ۱۱، ص ۳۷۵ (ادارہ طلوع اسلام، لاہور)۔

۱۱۔ محمد، حمید اللہ ''محاکمہ''، ص ۳۷۵۔

۱۲۔ محاکمہ، ص ۳۷۶۔

۱۳۔ ایضاً۔

۱۴۔ ذہبی نے میزان الاعتدال میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ابو داود نے کہا کہ محمد ابن اسحاق قدری معتزلی تھے۔ (دیکھئے جلد ۳، ص ۲۱)

۱۵۔ تاریخ بغداد جلد ۱، ص ۲۲۴ طبع مصر۔

۱۶۔ معجم الادباء (یعنی ارشاد الاریب) مادہ ابن اسحاق۔

۱۷۔ حمید اللہ، ''محاکمہ''، ص ۸۰۔۳۷۹۔


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۱۸۔ اس پر سیر حاصل بحث ڈاکٹر حمید اللہ نے محاکمہ میں کی ہے (دیکھئے محاکمہ سیرت ابن اسحاق، مشمولہ، نقوش رسول نمبر جلد ۱۱، ص ۳۷۹ تا ص ۳۸۵)۔

۱۹۔ ابن حجر عسقلانی کے مطابق وہ ۱۱۹ھ میں اسکندریہ آئے تھے دیکھئے تہذیب التہذیب جلد ۹، ص ۴۴۔

۲۰۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ 'محاکمہ'، ص ۳۷۶۔

۲۱۔ ابن قتیبہ المعارف، ص ۲۱۵

۲۲۔ مہدی تیسرا عباسی خلیفہ تھا۔ ۱۲۱ھ میں پیدا ہوا۔ اپنے والد ابو جعفر المنصور کے خلیفہ ہونے پر وہ چودہ پندرہ سالہ نوجوان تھا۔

۲۳۔ ابن خطیب بغدادی تاریخ بغداد جلد ۱، ص ۲۲۱۔

۲۴۔ سلمہ بن الفضل کا تذکرہ باب ششم میں آرہا ہے۔

۲۵۔ جوزف ہورووٹس 'سیرت نبوی کی اولین کتابیں اور ان کے مولفین، ص ۶۱ ۷ (مشمولہ نقوش)۔

۲۶۔ تاریخ وفات کے حوالے سے دیگر معلومات کے لیے دیکھئے حمید اللہ، محاکمہ، ص ۳۷۵۔

۲۷۔ اطہر مبارک پوری، ص ۲۰۹۔

۲۸۔ تذکرہ الحفاظ جلد ۱، ص ۱۵۱۔

۲۹۔ ایضاً

۳۰۔ اطہر مبارک پوری، ص ۲۰۹۔

۳۱۔ تذکرہ الحفاظ جلد ۱، ص ۱۵۱۔

۳۲۔ اطہر مبارک پوری، ص ۲۰۹۔

۳۳۔ ایضاً، ص ۲۰۷۔

۳۴۔ ذہبی، تذکرہ الحفاظ جلد ۱، ص ۱۵۱۔

۳۵۔ ایضاً۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۳۶۔ایضاً۔

۳۷۔ڈاکٹر محمد حمید اللہ'محاکمہ'،ص ۳۷۷۔

۳۸۔ تذکرہ الحفاظ،ص ۱۵۱۔

۳۹۔ ایضاً۔

۴۰۔محاکمہ،ص۳۸۶۔

۴۱۔یہ ایک طویل بیان ہے دیکھئے جلال الدین سیوطی 'تاریخ الخلفاء' مترجم شبیر احمد انصاری،ص۴۶۲ تا ۴۶۴ (مکہ پبلشنگ کمپنی، لاہور۔ ت ن)۔

۴۲۔عسقلانی ، ابن حجر تہذیب التہذیب جلد۹،ص ۴۴، ۴۵۔

۴۳۔ جوزف ہورووٹس،ص ۷۶۳۔

۴۴۔ ایضاً۔

۴۵۔قران میں اصحاب بدر کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔صحابہ کرام میں ان کی فضیلت معروف ومشہور تھی بعد کے ادوار میں بھی اہل بدر کو ہمیشہ امتیازی مقام حاصل رہا یہاں تک کہ خلفائے راشدین کے زمانے میں اصحاب بدر کوایک انتخابی ادارہ Electoral college کی حیثیت حاصل تھی۔ خلفاء کا انتخاب اصحاب بدر ہی کیا کرتے تھے۔ جب حضرت عثمان کی شہادت کے بعد لوگوں نے حضرت علی سے کہا کہ آپ خلیفہ بن جائیں تو آپ نے ان سے کہا یہ فیصلہ کرنے کا اختیار تمہیں نہیں ہے یہ فیصلہ کرنے کا حق تو اہل بدر کو ہے جس سے اصحاب بدر راضی ہوں گے وہی خلیفہ ہوگا۔ (غازی،محمود احمد'محاضرات سیرت'،ص ۱۷۱، الفیصل ، لاہور ۲۰۰۸)

۴۶۔محاضرات سیرت،ص ۱۷۳۔

۴۷۔ جوزف ہورووٹس، ۷۶۳۔

۴۸۔ ایضاً۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۴۹۔ ایضاً،ص ۷۶۵۔

۵۰۔ ایضاً۔

www.KitaboSunnat.com

۵۱۔ ایضاً،ص ۷۶۵۔

۵۲۔ ایضاً،ص ۷۶۴۔

۵۳۔ ابن سید الناس (م ۷۳۴ھ) 'عیون الاثر فی فنون المغازی والسیر' جلد ۱،ص ۱۰ (طبع مصر)۔

۵۴۔ تاریخ بغداد جلد ۱،ص ۲۳۰۔

۵۵۔ محاکمہ،ص ۳۸۶۔

۵۶۔ ایضاً۔

۵۷۔ جوزف ہورووٹس،ص ۷۶۷۔

۵۸۔ ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ 'رسول اکرم کے سیرت نگار' مشمولہ نقوش، سیرۃ نمبر جلد ۱،ص ۷۰۹۔

۵۹۔ محاضرات سیرت،ص ۲۸۲۔

۶۰۔ جوزف ہورووٹس،ص ۷۶۷۔

۶۱۔ ابن الندیم ، محمد ابن اسحاق کی صرف دو کتابوں کا تذکرہ کرتا ہے ایک کتاب المبتداء والمبعث والمغازی اور دوسری یہی تاریخ الخلفاء (ابن الندیم 'الفہرست'،ص ۱۶۱۔

۶۲۔ فواد سیزگین،ص ۱۶۷۔

۶۳۔ یہ ساری معلومات فواد سیزگین اپنی کتاب ''تاریخ التراث العربی'' کی جلد دوئم میں دیتے ہیں، جس کے ایک جزو کا ترجمہ شیخ نذیر حسین صاحب نے کیا اور ''سیرت نگارانِ نبوی'' کے عنوان سے معارف اعظم میں دو قسطوں میں شائع ہوا۔ پہلی قسط اگست ۹۳ء کے شمارے میں اور دوسری قسط ستمبر ۹۳ء کے شمارے میں موجود ہے۔

۶۴۔ محاکمہ، سیرت ابن اسحاق،ص ۳۸۷۔

۶۵۔ ندوی، ڈاکٹر مسعود الرحمٰن خان 'ابن کثیر' مشمولہ نقوش سیرۃ نمبر، جلد ۱،ص ۶۶۳۔

۶۶۔ محاضرات سیرت ۲۵۹۔

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



باب پنجم: فصل دوئم

www.KitaboSunnat.com

# محمد بن عمر الواقدی

دور ثانی میں دوسرے اہم سیرت نگار محمد بن عمر الواقدی ہیں، بظاہر واقدی متنازعہ نظر آتے ہیں، علماء میں سے ایک جماعت ان پر کذب کاالزام لگاتی ہے اس کے باوجود ان کو دور ثانی کے تین اہم ترین سیرت نگاروں میں جگہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ تمامتر الزامات کے باوجود مورخین ان سے بے نیاز نہیں رہ سکتے، بعد میں آنے والے مورخین نے ان کی معلومات سے خوب فائدہ اٹھایا، اس کو مرتب کیا، ان مرتبین پر نہ کذب کا الزام ہے نہ انہیں شک و شبہ کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ واقدی پر الزامات کا سبب کچھ اور تھا، جس پر آگے روشنی ڈالی جائیگی۔ یہ بہرحال طے ہے کہ سیرت نگاری جب ارتقائی شکل میں دوسرے دور میں داخل ہوئی تو جن سیرت نگاروں نے سیرت نگاری کے خام مواد سے اس کو ایک فن کی حیثیت دی اس میں اولین نام محمد بن اسحاق کا اور دوسرا نام واقدی ہی کا آتا ہے۔

## حالات زندگی:

ابوعبداللہ محمد بن عمر بن واقد اسلمی، اپنے دادا ''واقد'' کی نسبت سے واقدی اور قبیلہ اسلم کی شاخ بنوسہم کے عبداللہ بن ابی بریدہ سے نسبت ولایت کی بناء پر ''اسلمی'' مشہور ہیں۔[1] واقدی ۱۳۰ھ / ۷۴۷ء میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے یہ آخری مروانی خلیفہ مروان ثانی کا ہنگامہ خیز دور حکومت تھا اور ۲۰۷ھ / ۸۲۳ء میں بغداد میں وفات پائی، ان کی نماز جنازہ محمد بن سماعہ تمیمی نے پڑھائی جو مغربی بغداد کے قاضی تھے[2] اور خیزران



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے قبرستان میں دفن ہوئے۔[۳]

واقدی کے دادا جو مد کے بنو اسلم کے ایک گندم فروش عبداللہ بن ابی بریدہ کے مولیٰ تھے، خود بھی گندم فروشی کے پیشے سے وابستہ تھے، واقدی کا ذریعہ معاش بھی گندم فروشی ہی تھا لیکن اپنے جودوسخا کی وجہ سے ہمیشہ تنگ دست ہی رہے اور کئی بار ان کا قرضہ خلیفہ وقت کی طرف سے ادا کیا گیا، یہاں تک کہ جب وہ انتقال کرگئے تو ان کے کفن دفن کا انتظام مامون الرشید نے کیا، درآں حالیکہ اس وقت وہ بغداد کے ایک حصہ کے قاضی تھے۔[۴] خود واقدی کا بیان ہے کہ انہیں عباسی خلیفہ مامون الرشید کی جانب سے ایک بار چھ لاکھ درہم ملے، مگر اس سال بھی ان پر زکواۃ واجب نہیں ہوئی۔ خطیب بغدادی ان کے بارے میں لکھتے ہیں ''وکان جواداً کریماً مشهوراً بالسّخاءً''۔[۵]

واقدی نے اپنی زندگی کے ابتدائی پچاس سال مدینہ میں گذارے، جب مالی مسائل کا شکار ہوئے تو ۱۸۰ھ میں بغداد گئے اور زندگی کے باقی چھبیس ستائیس سال بغداد میں ہی گذارے اور وہیں وفات پاکر مدفون ہوئے۔

مدینہ میں انہوں نے ابن جریج، امام اوزاعی، ابن ابی ذئب، مالک بن انس، سفیان ثوری، ربیعۃ الرای، ابومعشر سندی، اور امام زہری کے بھتیجے محمد بن عبداللہ وغیرہ سے روایت کی۔ ان کے تلامذہ کی فہرست بھی بہت طویل ہے بہرحال ان سے ان کے شاگرد خاص محمد بن سعد (کاتب الواقدی) ابوحسان زیادی، محمد بن اسحاق صنعانی، احمد بن خلیل برجلانی، عبداللہ بن حسن ہاشمی، ابوبکر بن ابی شیبہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔[۶]

بغداد جانے سے پہلے واقدی مدینہ میں مسجد نبوی میں باقاعدہ مغازی کا درس دیتے تھے۔[۷] حصول علم کے لیے واقدی نے بڑی سخت محنت کی، وہ غزوات کے مقامات کا مشاہدہ خود جائے وقوع پر جاکر کیا کرتے تھے، ان کا اپنا بیان ہے کہ میں صحابہ اور شہداء کی اولاد میں سے اور ان کے موالی میں سے جس کو پاجاتا اس سے دریافت کرتا کہ کیا



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آپ نے اپنے خاندان کے کسی شریک غزوہ سے کوئی خبر سنی ہے اور اگر کوئی شہید ہوا ہے تو کہاں؟ اور جب کوئی بات معلوم ہوتی تو جائے وقوع پر جاکر تحقیق کرتا تھا۔ چنانچہ میں نے مریسیع جا کر وہاں کا منظر دیکھا۔ اسی طرح جس غزوہ کے بارے میں کوئی بات معلوم ہوتی خود جاکر وہاں کا معائنہ کرتا تھا۔ ہارون قروی کہتے ہیں کہ میں نے واقدی کو مکہ میں دیکھا کہ پانی کا برتن لیے کہیں جارہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ بولے حنین جانا چاہتا ہوں کہ غزوہ حنین کی جائے وقوع اور اس کی نوعیت معلوم کروں۔ ۸

چالیس سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے واقدی کی شہرت اسلامی تاریخ، رجال و طبقات، اور سیر ومغازی کے عالم کے طور پر ہوچکی تھی کیونکہ ۱۷۰ھ / ۷۸۶ء میں جب عباسی خلیفہ ہارون الرشید حج کے بعد مدینے کی زیارت کے لیے آیا تو مدینے کے مقامات مقدسہ، مشاہد، شہداء کے مقابر وغیرہ کی زیارت کرانے کے لیے جب کسی عالم کی تلاش ہوئی تو واقدی ہی کا نام سامنے آیا۔ چنانچہ جب خلیفہ اور اس کے وزیر یحییٰ بن خالد برمکی نے مقامات مقدسہ کی زیارت کی تو واقدی نے ان کے رہنما کے فرائض انجام دیئے، جس پر خوش ہوکر ہارون الرشید نے واقدی کو دس ہزار دینار دینے کا حکم دیا۔ ۹ اس موقع پر خالد برمکی نے واقدی کو دعوت دی کہ ہم جہاں بھی ہوں اگر آپ ملاقات کرنا چاہیں تو آسکتے ہیں۔

اس پیش کش سے انہوں نے دس سال بعد فائدہ اٹھایا جب ۱۸۰ھ میں وہ سخت مالی مشکلات میں پھنس گئے تو اپنی بیوی ام عبداللہ کے مشورے سے خلیفہ اور اس کے وزیر خالد برمکی سے ملاقات کے لیے پہلے بغداد ازاں بعد رقہ پہنچے، جہاں ان دنوں ہارون الرشید مقیم تھا، یحییٰ بن خالد برمکی نے اس کی بڑی آؤبھگت کی اور اسے خلیفہ کی خدمت میں پیش کیا، خلیفہ نے مدینہ کا سفر یاد کر کے اسے تحائف سے مالامال کردیا ۱۰ واقدی ہمیشہ یحییٰ بن خالد برمکی کے مداح رہے۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جب وہ بغداد منتقل ہو گئے تو انہیں آسودہ حالی کی زندگی ملی۔ ہارون کے زمانے میں مشرقی بغداد اور مامون کے زمانے میں رصافہ میں قاضی عسکر مقرر کیا گیا۔ خلیفہ مامون کے ساتھ بھی واقدی کے تعلقات بہت گہرے تھے، انہوں نے خلیفہ کو اپنا وصی مقرر کیا تھالہذا جب واقدی کا انتقال ہوا تو آخری رسومات کی کفالت مامون ہی نے کی۔ واقدی نے برامکہ کے زوال کے بعد بھی یحییٰ برمکی کے ساتھ اپنی احسانمندی کے اظہار میں کبھی اخفا سے کام نہیں لیا۔

یہ تو پتہ نہیں چلتا کہ واقدی نے اپنی کتاب المغازی کہاں لکھی لیکن یہ ضرور ہے کہ بغداد میں جہاں انہیں فارغ البالی نصیب ہوئی تو ان کے تصنیف و تالیف کے کام میں یقیناً تیزی آئی ہوگی۔ واقدی کے ہاں دو آدمی کتابیں لکھنے اور نقل کرنے پر مامور تھے۔ واقدی اپنے عہد کے زیادہ سے زیادہ علوم حاصل کرنے کے شائق تھے چنانچہ جتنی کتابیں بھی انہیں مل سکیں انہوں نے سب کی نقلیں تیار کرالیں ان کے پاس کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ جب وہ بغداد کے مغربی علاقے سے مشرقی علاقے میں منتقل ہوئے تو ایک سو بیس اونٹوں پر ان کی کتابیں لادی گئی تھیں۔ وفات کے بعد چھ سو بورے کتابیں چھوڑیں، ہر بورے میں دو آدمیوں کے بوجھ بھر کتابیں تھیں۔ ایک مرتبہ ان کی کچھ کتابیں دو ہزار دینار میں فروخت بھی ہوئیں۔[۱۱]

ابن الندیم 'الفہرست' میں واقدی کو شیعہ بتاتے ہیں، ایسا معتدل شیعہ جو تقیہ کیے رہتا تھا۔ ابن الندیم نے واقدی کی یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام، اسی طرح رسول اللہ کا معجزہ ہیں جس طرح عصا، موسیٰ علیہ السلام کا اور مردوں کو جلا دینا (احیاء موتی) عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا معجزہ ہے۔[۱۲]

ابن الندیم پہلا اور تنہا مولف ہے جس نے واقدی کو شیعہ بتایا ہے حتیٰ کہ شیعوں کی کتب رجال میں بھی اس کا نام نہیں پایا جاتا۔ اسی طرح سے اس کی تحریروں میں

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حضرت علی کی طرف غیر معمولی رجحان بھی نظر نہیں آتا مثلاً حضرت علی کے بارے میں رسول اللہ کے تعریفی کلمات جو ابن اسحاق کے یہاں ملتے ہیں، واقدی نے یا تو نقل ہی نہیں کیے یا انہیں ہلکا کر کے پیش کیا ہے چنانچہ واقدی نے حضرت علی کے بارے میں رسول اللہ کا یہ ارشاد نقل نہیں کیا جو ابن اسحاق کی سیرۃ میں موجود ہے۔ ''اے علی کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ میرے ساتھ تمہارا وہی درجہ ہے جو ہارون کا موسیٰ کے ساتھ تھا۔''

اسی طرح وہ کلمات جو رسول اللہ نے سورہ توبہ نازل ہونے کے وقت ارشاد فرمائے تھے اور جو ابن اسحاق نے نقل کیے ہیں ۔ ''تبلیغ رسالت کا کام میرے اہل بیت میں سے صرف ایک شخص پورا کرے گا۔'' حضرت علی کی منقبت کے کلمات کو حذف کر دینا یا انہیں ہلکا کر کے پیش کرنا ایک ایسے مؤلف سے حیرت انگیز ہے جسے شیعیت سے متصف کیا جاتا ہو[13] نثار احمد فاروقی ایک اور بات کا اضافہ کرتے ہیں، وہ لکھتے ہیں ابن اسحاق نے یوم بدر کے مقتولین کی فہرست میں لکھا ہے کہ طعیمۃ بن عدی کو حضرت علی نے قتل کیا، مگر واقدی اس کی تردید کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ طعیمۃ کو قتل کرنے والے حضرت حمزہ تھے، علی نہیں۔ اسی طرح یوم اُحد میں صوابؓ کو کس نے قتل کیا اس میں اختلاف روایات ہے، تین نام لیے جاتے ہیں کوئی کہتا ہے صواب کو سعد بن ابی وقاص نے قتل کیا، کوئی حضرت علی کا نام لیتا ہے اور کوئی قزمان کا۔ واقدی کہتے ہیں صواب کو قزمان نے قتل کیا۔[14]

اگر اس کی تاویل میں یہ بات کہی جائے کہ وہ تقیہ کیے ہوئے تھے، تو تقیہ کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ وہ عباسی حکمران خصوصاً مامون الرشید کے مقرب تھے، جس کا شیعیت کی طرف رجحان تاریخی حقیقت ہے۔ لہذا واقدی کو شیعہ قرار دینے کے لیے تنہا ابن الندیم کا قول ناکافی ہے جبکہ اسی کا معاصر الطوسی اس بات کا قطعی ذکر نہیں کرتا ۔

## حکمرانوں کے ساتھ تعلقات:

واقدی جب پیدا ہوئے تو خلافت بنو امیہ کا زوال اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مروان ثانی کا بڑا پرفتن دور چل رہا تھا، خراسان میں عباسی دعوت عروج پر تھی۔ واقدی کی عمر جب فقط دو سال تھی تو بنو امیہ کی خلافت کا خاتمہ ہوگیا، عباسی برسر اقتدار آگئے، آنے والے چند سالوں میں مرکز حکومت بغداد منتقل ہوگیا، وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ بغداد کی محض سیاسی وفوجی اہمیت ہی میں اضافہ نہ ہوا بلکہ علمی اورفکری مرکز کے طور پر بھی بغداد نے خود کو منوانا شروع کردیا۔ ابتدائی چار عباسی خلفاء، یعنی السفاح، المنصور، المہدی اور الہادی کا زمانہ وہ تھا جب واقدی دلجمعی کے ساتھ مدینہ میں مقیم تھے اور حصول علم اور درس وتدریس میں مصروف تھے۔

حکمرانوں کے ساتھ ان کا پہلا تعلق ۱۷۰ھ/ ۷۸۶ء میں ہوا جب پانچواں عباسی خلیفہ ہارون الرشید اپنی بیعت کے پہلے ہی سال حج کے لیے آیا اور جب مدینہ کی زیارت کے لیے پہنچا تو مقامات مقدسہ کی زیارت واقدی نے کرائیں، تفصیلات صفحات سابقہ میں گذر چکی ہیں۔ اس کے بعد دس سال تک پھر واقدی کا دربار خلافت یا عمال خلافت سے کوئی رابطہ نظر نہیں آتا۔ یہاں تک کہ ان کے مالی مسائل نے انہیں مجبور کیا کہ وہ یحییٰ بن خالد برمکی، جو ہارون الرشید کا وزیر تھا، سے ملاقات کریں۔ یہ ملاقات رقہ میں ۱۸۰ھ/ ۷۹۶ء میں ہوئی اور وزیر اعظم نے اور خلیفہ دونوں نے واقدی کی آو بھگت کی اور بیش بہا انعامات وعطیات سے نوازا۔ اس سے حوصلہ پاکر وہ بغداد گئے جہاں ازاں بعد ہارون الرشید نے انہیں مشرقی بغداد کا قاضی بنادیا۔ مامون کے زمانے میں وہ 'رصافہ' میں قاضی عسکر مقرر ہوئے خلیفہ مامون الرشید کے ساتھ واقدی کے گہرے مراسم تھے، واقدی اپنے جودوسخا کی وجہ سے مقروض ہوجایا کرتے اور مامون ان کا قرض اتارا کرتا۔ یہاں تک کہ جب واقدی کا انتقال ہوا، اور ان کے کفن دفن کے لیے رقم فراہم نہ ہوسکی تب بھی مامون الرشید نے یہ اخراجات اٹھائے۔

جوزف ہورووٹس کہتے ہیں کہ واقدی نے حکمران خاندان کا احترام ملحوظ خاطر

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


رکھا، یہ حکمران خاندان کا احترام ہی تھا کہ اس نے بدر میں گرفتار ہونے والے دشمنان رسول کی فہرست میں سے حضرت عباس کا نام حذف کردیا۔ اسی طرح جن لوگوں نے مشرکین قریش کے لشکر کو سامان رسد فراہم کیا تھا ان کی فہرست میں عباس(بن عبدالمطلب ) کی جگہ صرف ''فلاں'' لکھا ہے۔ اسی طرح یہ قول بھی حاکموں کو خوش کرنے کے لیے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے بیت المال سے وظیفہ پانے والوں کی جو فہرست تیار کی تھی اس میں سب سے پہلا نام عباس کا تھا۔ ۱۵

## واقدی کے بارے میں اقوال علماء:

واقدی باوجود اس کے کہ حدیث ، فقہ ،تفسیر، سیرومغازی، تاریخ ، اخبار اور رجال و طبقات کے جامع عالم تھے ان کے بارے میں موافقانہ اور مخالفانہ دونوں طرح کے بیانات ملتے ہیں لہذا اس کا ایک جائزہ لینا فائدہ مند ہوسکتا ہے۔

واقدی کے بارے میں ان کے شاگرد رشید محمد ابن سعد کہتے ہیں ''واقدی مغازی، سیرت،فتوح، حدیث و احکام اور علماء کے اختلاف و اجتماع کے عالم تھے''۔ ۱۶

ابن خطیب بغدادی کا بیان ہے'' وہ (واقدی) ان لوگوں میں سے ہیں جن کا چرچا مشرق ومغرب پر چھایا ہوا ہے اور اخبارواحداث کی واقفیت میں ان کا مرتبہ کسی سے چھپا ہوانہیں ہے اور ان کی کتابوں کو اہل علم قافلہ در قافلہ اپنے اپنے شہروں میں لے گئے جو مختلف علوم وفنوان میں ہیں یعنی مغازی اور سیراور طبقات، اور رسول اللہ ﷺ کے واقعات واخبار جو آپ کی حیات میں اور آپ کی وفات کے بعد ظاہر ہوئے، اور فقہ اور اختلاف علماء اور حدیث وغیرہ پر مشتمل ہیں، واقدی دریادل، کریم اور مشہورسخی تھے۔ ۱۷

ابن خلکان کا کہنا ہے۔''واقدی امام عالم اورصاحب تصانیف کثیرہ تھے'' ۱۸

علامہ شمس الدین الذہبی نے واقدی کو''**صاحب التصانیف و المغازی، العلامة ، الامام، احداوعیة العلم**'' کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ ۱۹


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ابن الندیم نے علماء کا قول نقل کیا ہے کہ ''ابو مخنف عراق کے اخبار وفتوح کے علم میں دوسرے سے آگے ہیں اور مدائنی خراسان، ہند اور فارس کے بارے میں دوسرے سے زیادہ علم رکھتے ہیں اور واقدی حجاز اور سیرت کے علم میں سب سے برتر ہیں جبکہ شامی فتوحات کے علم میں تینوں علماء برابر ہیں''۔[20]

ابراہیم بن اسحاق حربی جو حدیث و مغازی کے زبردست عالم اور کتاب المغازی کے مصنف ہیں، ان کا بیان ہے کہ احمد بن حنبل ہر جمعہ کو محمد بن سعد، کاتب الواقدی کے پاس حنبل بن اسحاق کو بھیج کر واقدی کی احادیث کے دو جزو منگاتے تھے اور دوسرے جمعہ تک ان کو دیکھ کر واپس کرتے تھے اور دوسرے دو جزو منگواتے تھے، حالانکہ اگر احمد بن حنبل خود محمد ابن سعد کے یہاں جا کر ان کا سماع کرتے تو بہتر ہوتا''۔[21] امام حربی نے ان کے بارے میں کہا ہے'' واقدی مسلمانوں کے سب سے بڑے علمی امانت دار تھے'' [22] ابراہیم حربی کہتے تھے'' اگر مالک ابن انس اور ابن ابی ذوئب کے مسائل واقدی کے سوا کسی اور راوی کے ذریعہ سے آئیں تو ان کی تصدیق مت کرو''۔[23] جبکہ مشہور محدث علامہ دراوردی کا تو یہاں تک بیان ہے کہ ''ذاک امیر المؤمنین فی الحدیث''۔ [24] ابن العماد حنبلی نے انہیں ''علم کا ظرف'' قرار دیا ہے۔

واقدی کے ایک ہمعصر محمد بن سلام جمحی ایک مشہور مورخ اور ادیب تھے ان کی مشہور کتاب ''طبقات الشعراء'' ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ''کان الواقدی عالم دھرہ''۔ واقدی اپنے زمانے کا سب سے بڑا عالم تھا۔[25]

مصعب بن زبیر کا کہنا ہے ''واللہ ہم نے واقدی جیسا دوسرا نہیں دیکھا اور یہ بھی کہا کہ '' واقدی ثقہ اور مامون ہے''[26] یزید بن ہارون نے کہا کہ واقدی ثقہ ہے۔ اس کے ثقہ ہونے کی تصدیق ابوعبید قاسم بن سلام نے بھی کی ہے [27] مشہور مورخ اور سیرت نگار ابن کثیر (۷۰۱ھ/۷۷۴ء) بھی واقدی کو تاریخ کے بڑے اماموں میں شمار

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کرتے ہیں اور ان کی قدر دانی میں بخل سے کام نہیں لیتے بلکہ سیرت کے حصہ میں ان کی روایات و اقوال ابن اسحاق کی روایات کے درمیان بکثرت نقل کرتے ہیں۔[28]

دوسری طرف ان کے خلاف بھی بہت سے اقوال ملتے ہیں۔ خصوصاً وہ محدثین کے نزدیک ثقہ نہیں ہیں۔ امام بخاری، امام احمد بن حنبل، امام شافعی، امام نسائی نے ان کے خلاف بڑے سخت الفاظ استعمال کیے ہیں۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ ان کے بارے میں خاموشی اختیار کرنا بہتر ہے۔[29] امام احمد ابن حنبل کے نزدیک وہ کذاب ہے جو حدیث کو پلٹ دیتا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک واقدی کی روایات سب کی سب جھوٹی ہیں کیونکہ وہ اسناد گھڑ کر بیان کرنے کا عادی تھا۔ امام نسائی کی رائے میں واقدی ایسے کذابوں میں سے تھا جن کے جھوٹ کا سب کو علم ہے[30] امام ابوعبداللہ محمد ذہبی، صاحب تذکرۃ الحفاظ لکھتے ہیں ''واقدی علم کا سمندر ہیں۔ چونکہ ان کی حدیث ترک کرنے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے اس لیے میں نے ان کے حالات یہاں ذکر نہیں کیے، بلاشبہ علم کا خزانہ ہیں لیکن حدیث میں غیر محفوظ ہیں۔ مغازی اور سیر میں چوٹی کے عالم ہیں۔ لائق اور نالائق ہر قسم کے لوگ سے روایت کرتے ہیں۔''[31]

دونوں طرح کی آراء کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ واقدی حدیث میں ضعیف اور تاریخ میں مستند ہیں اور یہ بات صرف واقدی پر چسپاں نہیں ہوتی بلکہ محمد ابن اسحاق اور دوسرے علمائے سیرومغازی اور اہل اخبار واحداث کو بھی احکام میں حجت نہیں مانا گیا ہے، لیکن انہیں سیرومغازی اور تاریخ ورجال کا امام مانا گیا ہے۔ سیرو مغازی، انساب، اخبار، تاریخ رجال، طبقات اور حدیث کے تقریباً تمام مصنفین ان کے محتاج ہیں اور واقدی کے اقوال و روایات کے بغیر ان کی کتاب مکمل نہیں ہوتی۔ یہ عجیب بات ہے کہ ان کے شاگرد محمد بن سعد کے ذریعہ ان کی روائتوں کو آنکھ بندکرکے قبول کرلیا جاتا ہے، اور استاد کو کذاب اور داستان گو کہتے ہیں۔ کچھ لوگوں نے 'فتوح الشام' اور 'فتوح مصر'



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وغیرہ کو واقدی کی کتاب سمجھ کر اور ان سب میں غلط واقعات پر مستشرقین کے اعتراضات سے مرعوب ہوکر واقدی کو وہ سب کچھ کہا اور لکھ دیا جو ایک پھکڑ داستان گو کو لکھا در کہا جاسکتا ہے۔ اور اب وہی مستشرقین تحقیق کر کے اقرار کرتے ہیں کہ یہ کتابیں واقدی کی طرف غلط طور پر منسوب ہوگئی ہیں اور ان کی تصانیف نہیں ہیں۔[۳۲]

المختصر واقدی، جنہوں نے ابن اسحاق کے مقابلے میں زیادہ احتیاط سے کام لینے کی کوشش کی، انہیں بھی محدثین نے کم از کم احکام کے مسائل میں ضعیف گردانا لیکن سیرت و مغازی اور فتوح وفقہ میں ان کو قابل اعتبار سمجھا گیا ہے۔

## واقدی کی کتاب المغازی:

ابن الندیم نے الفہرست میں اور یاقوت حموی نے معجم الادباء میں واقدی کی ۲۸ تصانیف کے نام دیئے ہیں۔[۳۳] ان میں سے چار کتابوں کا تعلق سیرت نبوی یا اس سے متعلقہ موضوعات سے ہے:

۱۔ کتاب التاریخ و المغازی والمبعث

۲۔ کتاب السیرۃ

۳۔ کتاب ازواج النبیؐ

۴۔ کتاب وفاۃ النبیؐ

تاہم بہ حیثیت سیرت نگار واقدی کی سیرت کا دارومدار ان کی کتاب التاریخ والمغازی والمبعث پر ہے۔ جو عام طور پر ''کتاب المغازی'' کے نام سے معروف ہے اور اپنی مکمل شکل میں آج بھی مل جاتی ہے۔ فن مغازی پر واقدی کی یہ کتاب خاصی ضخیم ہے یہ کتاب لکھتے ہوئے جن مصنفین سے واقدی نے استفادہ کیا ان میں موسیٰ بن عقبہ، معمر بن راشد، اور ابو معشر سندی ہیں جو صاحبان کتب المغازی ہیں۔ تاہم واقدی نے ان سب سے زیادہ اخذ واستفادہ اپنے پیش رو محمد ابن اسحاق سے کیا ہے، اگرچہ اس نے اپنی



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کتاب المغازی میں ابن اسحاق کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن ترتیب و تبویب میں ابن اسحاق کی پیروی کی ہے۔۳۴ .

واقدی نے کتاب المغازی کا مواد مدینہ میں رہ کر اپنے اساتذہ سے حاصل کیا تھا۔ اس کتاب کا موضوع اگرچہ غزوات نبوی کا بیان ہے لیکن اس میں مکہ اور مدینہ کی ابتدائی تاریخ بھی محفوظ ہوگئی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی وفات اور حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت وغیرہ کا ذکر بھی آ گیا ہے، بہ حیثیت مجموعی یہ کتاب رسول اللہ کی مدنی زندگی سے متعلق ہے ۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ واقدی کی کتاب المغازی میں ، جنگوں، مہمات اور غزوات کے بیان کے پہلو بہ پہلو اس عہد کی معاشرتی، سماجی اور ثقافتی تاریخ کی تفصیلات بھی ملتی ہیں، جس نے کتاب کو بے انتہا دلچسپ بنایا ہے۔ واقدی فراہمی معلومات اور اسلوب میں ، ابن اسحاق کے مقابلے میں زیادہ دقت نظر کا ثبوت دیتے ہوئے مدنی مدرسہ کے ساتھ چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ 'کتاب المغازی' کے شروع میں واقدی نے اپنے پچیس راویوں کی فہرست درج کی ہے، جن میں سے گیارہ کے بارے میں ابن سعد کی رائے ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔ ان میں زہری، معمر بن راشد، ابو معشر سندھی اور موسیٰ بن عقبہ کے نام نمایاں ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے ان تمام مصادر سے استفادہ کیا ہے جن تک ان کی رسائی ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ کی مدنی زندگی کے بارے میں واقدی کی کتاب ابن اسحاق کی کتاب المغازی سے کہیں زیادہ جامع ہے۔ جوزف ہورووٹس کہتے ہیں "واقدی نے ابن اسحاق کے علاوہ بھی ان تمام مصادر سے استفادہ کیا تھا جن کا حصول کسی طرح بھی اس کے لیے ممکن تھا۔ اس کے یہاں وہ بہت کچھ ہے جو ابن اسحاق کے یہاں بھی نہیں ملتا یا کم از کم ابن اسحاق نے ان راویوں کے حوالے سے بیان نہیں کیا ہے جن کا نام الواقدی لکھتا ہے۔ چنانچہ مدنی زندگی کے اخبار و حوادث میں اس کی تالیف ابن اسحاق کی کتاب سے زیادہ جامع ہے۔"۳۵



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تاہم ایک اور بات جو ماننی پڑے گی وہ یہ کہ محمد ابن اسحاق نے تاریخ رسالت بھی بیان کی اور عہد جاہلیت پر بھی بہت معلومات فراہم کیں، جبکہ واقدی نے ان دونوں موضوعات کی طرف اپنی کتاب المغازی میں کوئی توجہ نہیں دی۔واقدی نے اپنی کتاب میں رسول اللہ کے بعض احکام اور معاہدے بھی درج کیے ہیں، جہاں تک ان کے لیے ممکن ہوا وہ بنیادی مسودات ، وثائق اور دستاویزات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ واقدی واقعات کے قلم بند کرنے میں ایک خاص طریق کار اختیار کرتے ہیں جو کسی اور مصنف نے ان سے پہلے استعمال نہیں کیا۔مثلاً غزوات نبوی کے سلسلہ میں وہ سب سے پہلے فوجوں کی روانگی اور واپسی کی تاریخیں ترتیب کے ساتھ فراہم کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ مختلف راویوں کے بیانات کی روشنی میں ایک بیانیہ تحریر کرتے ہیں جس سے واقعہ کی مکمل تصویر اپنی جزئیات سمیت روشن ہوکر سامنے آجاتی ہے۔ علاوہ ازیں واقدی جابجا قران مجید سے بھی ایسی آیات بطور شہادت نقل کرتے ہیں جن کا زیر بحث واقعہ سے خاص تعلق ہو۔

واقدی کا یہی اسلوب ان کو معتوب ٹھہرانے کا سبب بن گیا۔ محدثین نے اسی اسلوب کی بنیاد پر انہیں کاذب اور غیر معتبر کہا۔ واقدی عام طور سے قریب اللفظ اور قریب المعنی روائتوں کو ان کی سندوں کے ساتھ الگ الگ بیان نہیں کرتے بلکہ راویوں کا نام لے کر واقعہ بیان کرتے ہیں جو محدثین کے طریقے کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ ہر راوی کی روایت کو اس کی سند سے بیان کرتے ہیں اور اس کو مستقل حدیث قرار دیتے ہیں یہ ان کی شدت احتیاط ہے۔ مگر مورخین نے عموماً ایسا نہیں کیا، کیونکہ اس سے ایک تو بیانیہ غیرضروری طور پر طویل ہوجاتا ہے، دوسرے واقعہ کا تسلسل برقرار نہیں رہتا۔

یوسف بن ابراہیم سمتی نے واقدی کے اسی طرز عمل پر اعتراض کیا تھا، ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم نے واقدی سے کہا کہ بعض لوگ بہت سے راویوں کی سندوں کو یکجا کر کے مشترک واقعات کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں جس سے روایات میں تمیز



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نہیں ہوتی کہ کون سا قول کس راوی کا ہے۔ بہتر ہو کہ آپ ہر راوی کی روایت کو اس کی سند سے علیحدہ علیحدہ بیان کریں، واقدی نے جواب دیا کہ ایسی صورت میں بہت طوالت ہوگی۔ہم نے اس پر رضامندی ظاہر کی تو وہ تقریباً ایک ہفتے کے لیے مجلس درس سے غائب ہوگئے اور جب ایک ہفتہ بعد مجلس درس میں آئے تو اپنے ساتھ صرف غزوہ اُحد کے بارے میں بیس اجزاء اور بعض روایات میں ہے کہ سو اجزاء لکھ کر لائے۔یہ دیکھ کر ہم نے ان سے کہا آپ حسب سابق تمام رواۃ واسناد کو یکجا کر کے مختصر طور سے بیان کیا کریں۔۳٦

الغرض واقدی کا یہی مورخانہ اسلوب جو مورخین اور تاریخ کے طلباء کے لیے پسندیدہ ہے محدثین کے لیے نکتہ اعتراض ہے۔امام احمد سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو واقدی پر کیا اعتراض ہے، آپ نے فرمایا ''**انما انکر علیه جمعه الاسانیدومجیبئه بالمتن واحداً**'' میں ان کی جس چیز کو ناپسند کرتا ہوں وہ تمام سندوں کو ایک جگہ جمع کرنا اور پھر ان کو ایک متن میں بیان کرنا ہے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے محدث ابراہیم الحربی نے کہا ہے کہ ایسا کرنا کوئی عیب کی بات نہیں۔ امام زہری اور ابن اسحاق نے بھی یہ اسلوب اپنایا ہے ۳۷۔ابن اسحاق کی طرح واقدی کے بارے میں بھی بہت سے محدثین نے یہ تامل ظاہر کیا ہے کہ وہ تمام روایات کو جمع کر کے ان کو ایک مرتب بیانیہ کی شکل میں پیش کرتے ہیں اور محدثین کے لیے اس بات کا تعین دشوار ہوجاتا ہے کہ اس پورے بیانیہ میں کون سی بات کس راوی نے بیان کی ہے۔ یوں بیانیہ کے مختلف اجزاء کا الگ الگ معیار استناد مقرر کرنا ممکن نہیں رہتا۔

باالفاظ دیگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ واقدی کا اسلوب محدثانہ نہیں بلکہ مورخانہ ہے، کیونکہ حدیث اور تاریخ میں بہر حال فرق ہے، ابن اسحاق ، واقدی اور انہی جیسے مورخین کے اسی طرز ادا اور اسلوب کی وجہ سے تیسری صدی ہجری تک آتے آتے تاریخ اور



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حدیث کے راستے جدا ہوگئے، دونوں علوم نے اپنی الگ الگ شناخت پائی اور دونوں فن کے طور پر الگ الگ پہچانے گئے۔

واقدی کا انداز خالص مورخانہ ہے انہوں نے ایک منطقی اور مرتب انداز میں تاریخی تفصیلات کو بیان کیا ہے، پہلے وہ ماخذ اور حوالہ جات بیان کرتے ہیں یہ طریقہ آج بھی مروج ہے۔ تاریخ کی بڑی اور اہم کتابوں میں مصنف کتاب کے مقدمہ میں یہ ضرور بتاتا ہے کہ اپنی کتاب میں جس موضوع پر لکھ رہا ہے اس کا مواد کن کتابوں سے لیا ہے یا اس موضوع پر اس سے قبل کن ماہرین اور علماء نے لکھا ہے اسے آج تحقیق کاری Research Methodology کی زبان میں (Litrature Review) کہتے ہیں۔

بہر حال واقدی پہلے اپنے ماخذ اور حوالہ جات بیان کرنے کے بعد مربوط انداز میں زیر بحث واقعہ بیان کرتے ہیں، اس کا محل وقوع بیان کرتے ہیں بعض اہم اطلاعات شروع میں دے دیتے ہیں مثلاً جنگ میں کس کس دستے کا سربراہ کون کون تھا یا رسول اللہ اگر خود غزوہ پر تشریف لے جارہے ہیں تو ان کی عدم موجودگی میں مدینہ میں ان کا جانشین کون تھا؟ مسلمانوں کا ''شعار'' کیا تھا؟ فوج کس تاریخ کو روانہ ہوئی اور کب واپس آئی وغیرہ۔ ان اہم اطلاعات کے بعد وہ واقعات کی جزئیات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور تفصیلاً ایک ایک غزوہ پر روشنی ڈالتے ہیں۔ مثلاً غزوہ بدر کا بیان واقدی کی کتاب کے ۱۵۳ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ اس غزوہ کا اس سے زیادہ مفصل بیان سیرت کی کسی اور کتاب میں نہیں ملتا۔ واقدی کے اسلوب کی ایک اور اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے قران بطور ماخذ تاریخ ، وسیرۃ اختیار کیا ہے، ہر غزوہ یا بڑے واقعات جن کے بارے میں قران کچھ معلومات یا احکامات فراہم کرتا ہے۔ واقدی واقعہ کے تسلسل میں اس کا بھی بیان کرتے ہیں مثلاً غزوہ بدر کے بیان میں سورۃ انفال کی آیات سے مدد لی ہے، ان



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آیات کی تشریح کی ہے اور جہاں کوئی سوال اٹھتا ہے اس کا عالمانہ جواب بھی فراہم کیا ہے۔ تاہم اس حوالہ سے یہ فیصلہ کرنا کہ یہ رجحان واقدی کے زمانے سے چلا آرہا ہے، درست نہیں۔ یہ فیصلہ ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب نے محاضرات سیرت صفحہ ۲۷۰ پر کیا ہے، بلکہ یہ رجحان عروہ بن زبیر کے زمانے سے چلا آرہا ہے اور دونوں کے زمانوں میں تقریباً ایک صدی کا فصل ہے۔

واقدی کی سیر و مغازی میں فنی مہارت اور علمیت کا اندازہ ایک روایت کے بارے میں ان کے نقد سے ہوتا ہے۔ محمد بن عبداللہ انصاری کی روایت میں ہے کہ حارث بن ہشام، عکرمہ بن ابی جہل، اور عیاش بن ابی ربیعہ جنگ یرموک میں زخمی ہوکر قریب قریب پڑے تھے، اسی حال میں حارث بن ہشام نے پانی طلب کیا، جب پانی لایا گیا تو عکرمہ بن ابی جہل نے حارث کی طرف دیکھا، تو انہوں نے کہا پہلے عکرمہ کو پانی پلاؤ، جب عکرمہ کے پاس پانی لے کر گئے تو انہوں نے عیاش بن ابی ربیعہ کی طرف دیکھا اور کہا کہ پہلے عیاش کو پانی دو۔ پانی پلانے والا اسی حالت میں کسی کے پاس نہ پہنچ سکا اور تینوں حضرات جاں بحق ہوگئے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ واقدی سے بیان کیا تو انہوں نے اس کا شدت سے انکار کیا اور کہا کہ تمام علمائے سیر اس پر متفق ہیں کہ عکرمہ بن ابی جہل حضرت ابو بکر صدیق کے عہد خلافت میں جنگ اجنادین میں شہید ہوئے، اور عیاش بن ابی ربیعہ کا انتقال مکہ میں ہوا، اور حارث بن ہشام، ملک شام میں ۱۸ھ کے طاعون عمواس میں فوت ہوئے۔[۳۷]

محدثین حضرات نے واقدی پر تنقید ضرور کی ہے مگر بعض حالات میں انہوں نے بھی واقدی سے فیض اٹھایا ہے، یہ واقعہ بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ ایک مرتبہ امام مالک کے حلقہ درس میں یہ سوال اٹھا کہ اگر کوئی جادو کے ذریعہ کسی کو قتل کردے تو جادو کرنے والے کو کیا سزا ملنی چاہیے؟ امام مالک نے جواباً کہا کہ اچھا میں اہل علم سے



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مشورہ کر کے بتاؤں گا، امام مالک نے واقدی کو خط لکھا، واقدی نے اس کا تفصیلی جواب دیا، امام مالک نے اپنے حلقہ درس میں آکر اپنے شاگردوں سے کہا میں نے اہل علم سے سوال کیا تھا، ایک عالم نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ پر جس یہودی عورت نے جادو کرنے کی کوشش کی تھی، رسول اللہ نے اسے سزائے موت دی تھی، لہذا اگر ایک جادوگر یا جادوگرنی، جادو کے ذریعہ کسی کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے تو اسے سزائے موت دی جاسکتی ہے۔[۳۸]

واقدی کی کتاب المغازی ہر دور میں علماء اور محدثین کے نزدیک معتبر و مستند رہی ہے اور انہوں نے کتب حدیث کی طرح اس کی سماعت وروایت کی ہے[۳۹]۔ اسی سماعت و روایت ونقل کی وجہ سے واقدی کی کتاب المغازی ہر دور میں متداول رہی، یہ کتاب مخطوطات کی شکل میں طویل عرصہ تک دستیاب رہی اور تقریباً ہر دور کے سیرت نگاروں نے ان مخطوطات سے استفادہ کیا۔ اس کتاب کے قلمی نسخے بہت سے کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں اس کی اشاعت کی نوبت انیسویں صدی کے وسط میں آئی۔ پہلی بار اس کتاب کے بعض اجزاء فان کریمر نے ایشیا ٹک سوسائٹی کلکتہ سے ۱۲۷۱ھ / ۱۸۵۶ء میں شائع کرائے۔ جے۔ ولہاوزن (J. Wellhausane) نے ان اجزاء کا جرمن زبان میں ترجمہ کیا۔ دوسری بار ۱۹۴۶ء میں مصر سے معمولی کاغذ وطباعت کے ساتھ عباس شربینی نے شائع کرائی اور تیسری بار ۱۹۶۶ء میں اس کا شاندار ایڈیشن تین ضخیم جلدوں میں ڈاکٹر مارسڈن جونز کی تعلیق و تحقیق کے ساتھ لندن سے شائع ہوا۔[۴۰]

کتاب المغازی کا فارسی اور ترکی زبانوں میں ترجمہ بھی ہوا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کا اختصار بھی کیا تھا، ان کا خود نوشت نسخہ دارالکتب قاہرہ میں محفوظ ہے ابوالحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اس کے بہت سے اقتباسات نقل کیے ہیں۔[۴۱]

واقدی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے سیرت و مغازی کے ساتھ



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ساتھ علم السیر (International Law) کو بھی اپنی تحقیقات کا موضوع بنایا ہے۔گویا واقدی کی کتاب المغازی میں غزوات کے ساتھ ساتھ علم السیر کی تفاصیل بھی ہوتی تھیں مثلاً عہد نبویؐ میں بین الاقوامی تعلقات کی نوعیت کیا تھی؟ مختلف قبائل کے ساتھ ہونے والے معاہدات کا پس منظر کیا تھا؟ ثالثی اور جنگ بندی کے طریقے کیا تھے؟ رسول اللہ نے حربی اور عسکری امور کے لیے سراغرسانی کا جو شعبہ قائم کیا تھا وہ کیسے کام کرتا تھا؟ یہ ساری تفصیلات واقدی کی کتاب المغازی میں ملتی ہیں ۔

واقدی صرف سیرت نگار یا مورخ ہی نہ تھے بلکہ فقیہ اور قاضی بھی تھے، لہذا ان کی نظر سیرت کے اس پہلو پر خصوصیت کے ساتھ تھی جس کا تعلق صلح و جنگ کے معاملات اور بین الاقوامی تعلقات سے تھا، اس حوالے سے واقدی کے کام کو امام شافعی نے اپنی ''کتاب الام'' میں محفوظ کیا ہے۔ امام شافعی کی کتاب ''الام'' جو فقہ شافعی کی اساس اور بنیاد مانی جاتی ہے اور آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے اس کی چوتھی جلد میں ''سیرالواقدی'' کے نام سے ایک کتاب بیان کی ہے جو واقدی کی سیر کا وہ حصہ ہے جس پر امام شافعی نے کوئی تبصرہ کرنا چاہا۔[۴۲]

## آثار علمیہ:

جیسا کہ پہلے بھی لکھا گیا ابن الندیم اور یاقوت حموی نے ان کی کتابوں کی تعداد ۲۸ بتائی ہے۔ ان ۲۸ کتابوں کو موضوعاتی ترتیب سے لکھا جارہا ہے۔

### (الف) علوم القرآن:

۱. کتاب ذکر القران

۲. کتاب الرغیب فی علم القران و غلط الرجال

### (ب) علوم الحدیث

۳. کتاب غلط الحدیث



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۴. کتاب السنة والجماعةو ذم الھویٰ و ترک الخوارج فی الفتن (ایک نسخہ میں ترک الخروج ہے)

## (ج) علم السیرۃ:

۵. کتاب السیرۃ

۶. کتاب التاریخ و المغازی والمبعث (اس پر تفصیلی بحث اوراق گذشتہ میں آچکی ہے)

۷. کتاب ازواج النبیؐ (طبقات ابن سعد میں اس کے بہت سے حوالے ملتے ہیں)

۸. کتاب وفاۃ النبیؐ

## (د) علوم الفقہ:

۹. کتاب الاختلاف

۱۰. کتاب المناکح

## (ہ) علم التاریخ:

۱۱. کتاب التاریخ الکبیر

۱۲. کتاب تاریخ الفقھاء

۱۳. کتاب الطبقات (یہ کتاب، محمد ابن سعد کی 'الطبقات الکبریٰ' کی بنیاد اور اساس بنی)

۱۴. کتاب اخبار مکہ (امام ازرقی نے اپنی کتاب 'اخبار مکہ' میں اس سے اخذ و استفادہ کیا ہے)

۱۵. کتاب فتوح الشام (یہ کتاب مصر سے کئی بار شائع ہو چکی ہے)

۱۶. کتاب فتوح العراق

۱۷. کتاب سیرۃ ابی بکر و وفاتہ

۱۸. کتاب السقیفہ و بیعت ابی بکر

۱۹. کتاب امر الحبشہ والفیل

۲۰. کتاب حرب الاوس والخزرج

۲۱. کتاب الجمل



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


۲۲ . کتاب الصفین (ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں اس کے متعدد اقتباسات نقل کیے ہیں)

۲۳ . کتاب مولدالحسن والحسین ومقتل حسین

۲۴ . کتاب مقتل الحسن

۲۵ . کتاب مداعی قریش والا نصارفی القطائع و وضع عمرالدواوین وتصنیف القبائل ومراتبھاوانسابھا

۲۶ . کتاب ضرب الدنانیر والدرھم

۲۷ . کتاب الردہ والدار [۴۳]

## اخلاقیات:

۲۸ . کتاب الآداب

ان ۲۸ کتابوں کے علاوہ فوادسیزگین چند اور کتابوں کی موجودگی کا پتہ دیتے ہیں مثلاً

(۱) سیرت النبی کے حوالے سے ان کا ایک رسالہ ''مولدالنبیؐ '' تھا جس کے تیس اوراق کتب خانہ الظاہریہ، دمشق میں ہیں۔

(۲) اسی طرح واقدی کی ایک کتاب'' فتوح مصر '' تھی جس کے قلمی نسخے مصر اور استنبول میں موجود ہیں۔

(۳)فتوح البھنسافی صعید مصر، یہ قاہرہ میں چھپ چکی ہے، فرانسیسی میں اس کا ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔

(۴)طعم النبیؐ: اس کے اقتباسات ابن سعد نے دیئے ہیں۔

(۵) التفسیر: الثعالبی نے اپنی تفسیر الکشف والبیان میں اس سے استفادہ کیا ہے

اسی طرح سے فتوح افریقیہ اور فتوح آمد بھی واقدی کی طرف منسوب ہیں [۴۴]

واقدی کا ایک اور رسالہ یا کتاب جس کی طرف فہرست سازی کرنے والوں


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی توجہ نہیں گئی وہ علم السیر پر ان کا رسالہ یا کتاب ہے جو امام شافعی کی ''کتاب الام'' کی چوتھی جلد میں شامل ہے اور جس پر امام شافعی نے نقد وتبصرہ کیا ہے۔ اس طرح سے دیکھا جائے تو امام واقدی کی کتابوں اور رسائل کی تعداد ۳۶ کے قریب پہنچ جاتی ہے، اسی لیے ان کو بجاطور پر ''صاحب تصانیف کثیرہ'' کہا گیا ہے۔

الغرض واقدی کو ابن اسحاق کے مقابلے میں زیادہ پذیرائی ملی، مشرق سے زیادہ ان پر مغرب میں کام ہوا ہے۔ واقدی کی کتاب المغازی کو سب سے پہلے زیور طباعت سے آراستہ کرنے والے فان کریمر تھے، یہ درست ہے کہ جس مخطوطہ سے انہوں نے ایڈیشن تیار کیا وہ دمشق سے حاصل کردہ نامکمل اور ناقص نسخہ تھا۔ جو انہوں نے۱۸۸۶ء میں کلکتہ سے شائع کرایا۔ جرمن مستشرق(J. Wellhausen) نے کتاب المغازی کی تلخیص کر کے اس کا جرمن میں ترجمہ کیا اور۱۸۸۲ء میں برلن سے شائع کرایا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے برٹش میوزیم میں محفوظ نسخہ سے مدد لی جو مکمل، صحیح اور زیادہ خوش خط نسخہ تھا۔ ۱۹۶۴ء میں اس سلسلہ کا شاندار کام جونز مارسیڈن (J.M.B. Jones) نے کیا، انہوں نے برٹش میوزیم والے نسخہ کو بڑی محنت سے ایڈٹ کیا اور ان کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ آکسفورڈ یونی ورسٹی پریس نے اسے تین ضخیم جلدوں میں ۱۹۶۴ء میں شائع کردیا۔ یہ کتاب بارہ سو صفحات پر مبنی ہے۔ [۴۵]

مسلمان علماء نے ایک عرصہ تک واقدی کے علمی مرتبہ کا اعتراف نہیں کیا۔ عصر جدید کے ہندوستانی عالم علامہ شبلی نعمانی واقدی کو اس لائق بھی نہیں سمجھتے کہ اپنی ''سیرت النبی'' کے مقدمہ میں، جہاں انہوں نے سیرت نگاران نبوی کا جائزہ پیش کیا ہے۔ ان کا نام بھی لیں۔ وہ واقدی کو ناقابل اعتبار اور ناقابل ذکر گردان کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ [۴۶] لیکن رفتہ رفتہ واقدی کی علمی فتوحات سامنے آرہی ہیں اور انہیں ان کا مقام، جس کے وہ حقدار تھے، ملنے لگا ہے۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# حواشی وحوالہ جات (باب پنجم، فصل دوئم)

۱۔ ابن قتیبہ 'المعارف'، ص ۲۲۶، ابن الندیم 'الفہرست'، ص ۱۲۷۔

۲۔ ابن قتیبہ 'المعارف'، ص ۲۲۶۔

۳۔ الفہرست، ص ۱۲۸ (یہ وہ جگہ ہے جہاں مہدی کی بیوی خیزران مدفون ہے)۔

۴۔ ذہبی 'سیر اعلام النبلاء' جلد ۹، ص ۴۶۷ (موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۶ھ)۔

۵۔ خطیب بغدادی 'تاریخ بغداد' جلد ۳، ص ۴ (قاہرہ، ۱۹۳۱ء)۔

۶۔ اطہر مبارک پوری، تدوین سیر ومغازی، ص ۲۱۹۔

۷۔ ایضاً، ص ۲۲۱۔

۸۔ خطیب بغدادی تاریخ بغداد جلد ۳، ص ۶۔

۹۔ یہ واقعہ بہت تفصیل سے طبقات الکبریٰ جلد ۵، ص ۴۲۵ پر بیان کیا گیا ہے۔

۱۰۔ اس سفر کی تفصیلی روئداد کے لیے دیکھئے طبقات الکبریٰ جلد ۵، ص ۴۲۶ تا ۴۳۳ (دارصادر، بیروت، ۱۹۸۵ء)۔

۱۱۔ تاریخ بغداد جلد ۳، ص ۲۰۔

۱۲۔ الفہرست، ص ۱۷۲۔

۱۳۔ جوزف ہورووتس، ص ۸۲۔

۱۴۔ نثار احمد فاروقی حاشیہ ۴۵۵ بر کتاب جوزف ہورووتس، ص ۸۱۵۔

۱۵۔ جوزف ہورووتس، ص ۸۳۔

۱۶۔ ابن سعد 'طبقات الکبریٰ' جلد ۵، ص ۴۲۵۔

۱۷۔ ابن خطیب بغدادی' تاریخ بغداد' جلد ۳، ص ۳۔

۱۸۔ ابن خلکان، وفیات الاعیان۔

۱۹۔ سیر اعلام النبلاء جلد ۹، ص ۴۵۴۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۲۰۔ الفہرست، ص۱۲۲۔

۲۱۔ قاضی اطہر مبارک پوری، تدوین سیر ومغازی، ص ۲۲۱۔

۲۲۔ ایضاً۔

۲۳۔ ڈاکٹر نثار احمد فاروقی 'طبقات ابن سعد' مشمولہ نقوش رسول نمبر جلد ا، ص ۵۰۱۔

۲۴۔ خطیب بغدادی 'تاریخ بغداد' جلد۳، ص ۹۔

۲۵۔ محاضرات سیرت، ص ۲۶۳۔

۲۶۔ نثار احمد فاروقی ، ص ۵۰۱۔

۲۷۔ ایضاً۔

۲۸۔ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ ۔

۲۹۔ ڈاکٹر نثار احمد فاروقی 'طبقات ابن سعد سیرت نبوی کا قدیم ماخذ' مشمولہ نقوش جلد ا، ص ۵۰۰ رسول نمبر۔

۳۰۔ محمود، خالد انور، اردو نثر میں سیرت رسول، ص ۱۲۱۔

۳۱۔ تذکرۃ الحفاظ، جلدا، ۲۶۷۔

۳۲۔ قاضی اطہر مبارک پوری 'تدوین سیر ومغازی'، ص ۲۲۶۔

۳۳۔ دیکھیے 'الفہرست'، ص ۱۲۸، یاقوت حموی 'معجم الادباء' جلد۷، ص ۵۸۔

۳۴۔ فواد سیزگین ، ص۱۷۴۔

۳۵۔ جوزف ہوروِتس 'سیرت نبوی کی اولین کتابیں اور ان کے مولفین'، ص ۸۱۔

۳۶۔ خطیب بغدادی 'تاریخ بغداد' جلد۳، ص ۷۔

۳۷۔ محاضرات سیرت، ص ۲۷۵۔

۳۷۔ اطہر مبارک پوری 'تدوین سیر ومغازی'، ص ۲۲۳۔

۳۸۔ محاضرات سیرت، ص ۲۷۵۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۳۹۔ واقدی کی کتاب المغازی روایت کرنے والوں کی تفصیل کے لیے دیکھیے۔ اطہر مبارک پوری کی کتاب 'تدوین سیر و مغازی'، ص ۲۲۵۔

۴۰۔ فواد سیزگین، ص ۱۷۶۔

۴۱۔ ایضاً۔

۴۲۔ محاضرات سیرت، ص ۲۶۱۔

۴۳۔ اس کتاب کے طویل اقتباسات ابن حُبیش (م ۵۸۴ھ) کی ہنوز غیر مطبوعہ ''کتاب غزوات'' میں پائے جاتے ہیں جس سے کیتانی (L.CAETANI) نے اپنی کتاب ''حولیات اسلام'' کی فصل ''ردۃ'' میں فائدہ اٹھایا ہے۔ واقدی کی یہ کتاب اسپین میں بھی معروف رہی ہے چنانچہ ابوخیر (م ۵۷۵ء) اپنی فہرست میں اس کا ذکر کرتا ہے اور اسے ''کتاب الردہ'' کہتا ہے (سیرت نبوی کی اولین کتابیں، اور ان کے مولفین، تحریر جوزف ہورووتس، ترجمہ ڈاکٹر نثار احمد فاروقی، مشمولہ 'نقوش' رسول نمبر جلد ۱، ص ۷۷۹، ادارہ فروغ اردو، لاہور دسمبر ۱۹۸۲ء) فواد سیزگین کی اطلاع کے مطابق ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی علمی مساعی سے شائع ہو چکی ہے۔

۴۴۔ فواد سیزگین، ص ۱۷۶۔

۴۵۔ دیکھیے واقدی کی 'کتاب المغازی' مرتب جے۔ ایم۔ بی جونز، ۳ جلدیں، آکسفورڈ یونی ورسٹی پریس ۱۹۶۴ء۔

۴۶۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبیؐ (مقدمہ) ص ۲۵ نیز ۳۳۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



باب پنجم: فصل سوئم

www.KitaboSunnat.com

# محمد بن سعد (متوفی ۲۳۰ھ/۸۴۰ء)

متقدمین سیرت نگاروں میں محمد ابن سعد، جو کاتب الواقدی کے نام سے مشہور ہیں، اہم مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے سیرت نگاری کے علاوہ طبقات کے فن کو آگے بڑھایا، یہ درست ہے کہ اس میں اولین کتاب ان کے استاد واقدی کی تھی لیکن اسی سلسلہ کو انہوں نے زیادہ مربوط اور منظم کیا اور اپنے استاد سے زیادہ ثقہ اور معتبر مانے گئے، باوجود اس کے کہ تصانیف کی تعداد کے اعتبار سے ان کا واقدی سے کوئی مقابلہ نہیں۔

## حالات زندگی:

ابو عبداللہ محمد بن سعد بن منیع البصری، جو ''کاتب الواقدی'' کے نام سے مشہور ہوئے موالی بنی ہاشم میں سے تھے۔ ۱۶۸ھ/۷۸۴ء میں بصرہ میں پیدا ہوئے۔ زندگی مدینہ منورہ اور دوسرے شہروں میں گذری۔ علم فقہ، حدیث، سیرت و مغازی کی تحصیل کے سلسلہ میں وہ ۱۸۹ھ کے قریب مدینہ میں تھے، حصول علم کی غرض سے کوفہ، دمشق اور بغداد بھی گئے۔ ابن سعد نے اپنے عہد کے مشہور محدثین سے علم الحدیث حاصل کیا ان میں وکیع بن الجراح، سلیمان بن حرب، ہشیم بن بشیر، ابو نعیم فضل بن دکین، سفیان بن عیینہ، ولید بن مسلم، ابو ولید طیالسی، محمد بن سعدان اور بالخصوص محمد بن عمر الواقدی زیادہ قابلِ ذکر ہیں۔ ۶۲ سال کی عمر میں ۲۳۰ھ/۸۴۰ء میں بغداد میں وفات پائی۔

آپ بلند پائیہ حافظ حدیث اور مورخ تھے۔ بغداد میں آپ واقدی کے کاتب



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رہے اور اسی نسبت سے ''کاتب الواقدی'' کہلائے۔ واقدی کو کتابوں کے حصول کا بڑا شوق تھا، ان کا اپنا شاندار کتب خانہ تھا، وہ ہر اچھی کتاب کو نقل کرا کے اپنے پاس رکھ لیا کرتے تھے، کتابیں نقل کرنے پر دو افراد مامور تھے۔ ہوسکتا ہے ابن سعد انہی میں سے ایک ہوں۔ابن خلکان یہ اطلاع دیتے ہیں کہ واقدی کی تمام تصانیف صرف چار آدمیوں کی تحویل میں تھیں اور ان چاروں میں ، محمد ابن سعد کا نام سرِ فہرست ہے۔[1]

ابن سعد سیرت نگار اور مورخ ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہ بھی تھے۔ ایک مرتبہ مامون الرشید نے کسی اہم معاملہ میں مشاورت کے لیے سات بڑے فقہا کو بلایا تھا، ان میں ابن سعد بھی شامل تھے۔ وہ قرات میں بھی درک رکھتے تھے، علم انساب سے بھی کافی واقفیت رکھتے تھے[2] جو اس دور میں تاریخ نگاری کے لیے بہت اہم علم سمجھا جاتا تھا۔

## آپ کے بارے میں علماء کی رائے:

واقدی کے برعکس تقریباً تمام علماء نے آپ کو ثقہ اور معتبر مانا ہے۔ امام ابو عبداللہ محمد الذہبی ، صاحب ''تذکرہ الحفاظ'' آپ کو ''علم کا سمندر'' کہتے ہیں ۔[3]

ابن الندیم آپ کے بارے میں کہتا ہے ''یہ ثقہ اور پارسا تھے، اخبارِ صحابہ اور تابعین کے عالم تھے''۔[4]

یحیٰ بن معین کہتے ہیں کہ محمد بن سعد ہمارے نزدیک عادل ہیں۔ ان کی حدیث ان کی صداقت کی دلیل ہے۔ وہ اپنی بہت سی روایات میں تحقیق و تحرّی سے کام لیتے ہیں، تحقیق و عدالت و صداقت کی وجہ سے ان کو ثقہ تسلیم کیا گیا ہے ۔[5]

متاخر دور کے دو بڑے محدثین خطیب بغدادی اور حافظ ابن حجر عسقلانی دونوں ابن سعد کو ثقہ مانتے ہیں خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ وہ اہل علم وفضل میں سے ہیں انہوں نے صحابہ، تابعین اور اپنے زمانے تک کے طبقات میں بہت بڑی کتاب تصنیف کی ہے۔''

دوسری جگہ لکھتے ہیں ''ابن سعد کثیر العلم ، کثیر الحدیث ، کثیر الروایۃ، کثیر



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الطلب، اور کثیر الکتب عالم تھے، انہوں نے غریب الحدیث اور فقہ میں کتابیں لکھی ہیں۔''[6]

امام سخاوی جو متاخر دور کے بڑے مورخین اور محدثین میں سے ہیں انہوں نے بھی ابن سعد کی ثقاہت کی تعریف و تصدیق کی ہے۔

## ابن سعد بطور سیرت نگار:۔

ابن سعد کی تصانیف میں یہ کتب شامل ہیں۔

۱۔ طبقات الکبریٰ ۔

۲۔ طبقات الصغریٰ یا الطبقات الصغیر۔

۳۔ اخبار النبی۔

۴۔ غرائب الحدیث والفقہ ۔

۵۔ قصیدہ حلوانیہ۔

ابن الندیم ان کی صرف ایک کتاب ''اخبار النبی'' کا تذکرہ کرتا ہے[7] دراصل یہ 'طبقات الکبریٰ' کا ابتدائی حصہ ہے۔

اس حوالے سے جوزف ہورووٹس یہ خیال پیش کرتے ہیں کہ اخبار النبی اور طبقات، ابن سعد کی دو علیحدہ تصانیف تھیں جنہیں ۳۰۰ھ کے لگ بھگ ابن معروف نے یکجا کر دیا اور ''اخبار النبی'' کو طبقات کا پہلا جز بنا دیا[8]۔

طبقات الکبری کی ابتدائی دو جلدیں، سیرت پر ہیں۔اور ابن اسحاق کی سیرۃ کے بعد یہ دوسری سیرۃ کی کتاب ہے جو ہم تک مکمل شکل میں پہنچی ہے، اس میں انہوں نے رسول اللہ سے قبل کی تاریخ رسالت بھی بیان کی ہے۔ اور رسول اللہ کے بعد ان کے صحابہ اور تابعین کے حالات و کوائف بیان کر کے ابتدائی دوسو سالوں کی گویا تاریخ مرتب کر دی ہے۔

ابن سعد نے ماقبل بعثت نبوی کی تاریخ میں ان انبیاء کرام کے حالات بیان



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کئے ہیں جن کا آپ کی رسالت سے رشتہ ہے گویا ابن سعد بالواسطہ طور پر اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ تمام انبیاء کی نبوت، رسول اللہ کی نبوت کی تمہید تھی، تمہیدی نبوتوں کے بیان سے ختم نبوت کی عظمت اور حقیقت مکمل طور پر سامنے آسکتی ہے اس لیے ابن سعد نے تمام انبیاء کی نبوت کا بیان ضروری سمجھا۔ اس حوالے سے وہ واقدی کے برخلاف ابن اسحاق کے نقش قدم پر چلے ہیں ، پھر آپ کے آباو اجداد کے ذکر کے بعد آپ کے بچپن کے حالات ، بعثت سے قبل و مابعد آپ کی علامات نبوت اور آپ کی دعوت و تبلیغ کے حالات ہجرت مدینہ تک بیان کیے ہیں۔ پھر مدنی عہد میں آپ کے احکامات، عرب وفود کی آمد ، آپ کے اخلاق، طریقہ زندگی غزوات، وفات، تجہیز و تکفین و تدفین، میراث وغیرہ کے متعلق معلومات مرتب کرنے کے بعد وہ مراثی جمع کردیئے ہیں جو آپ کی وفات پر مختلف لوگوں نے کہے۔

ابن سعد نے رسول اللہ کے شمائل، فضائل اور دلائل نبوت پر بھی وسیع معلومات فراہم کیں۔ آگے چل کر علماء نے شمائل اور دلائل النبوۃ پر باقاعدہ کتب تصنیف کیں اس حوالے سے جوزف ہورووتس کا بیان ہے'' وہ (ابن سعد) غالباً پہلا مولف بھی ہے جس نے ''علامات النبوۃ'' کو یک جا کیا ہے اس سے زمانہ مابعد میں ''دلائل النبوۃ'' جیسی کتابوں کی تالیف کی گئی، اسی طرح اس نے اپنی کتاب کی فصل ''صفۃ اخلاق رسول اللہ'' لکھ کر شمائل کے موضوع پر تصانیف کا راستہ ہموار کردیا''۔

شمائل سے مراد رسول اللہ کا حلیہ مبارک ، عادات و خصائل، اور معمولات زندگی کا بیان ہے۔ یوں تو احادیث میں بھی شمائل نبوی کا تذکرہ ہوتا ہے، صحاح ستہ کی بعض کتابوں میں بھی شمائل کا علیحدہ باب موجود ہے لیکن تیسری صدی ہجری کے ربع آخر سے ایسی کتابیں لکھی جانے لگیں جو صرف شمائل نبوی کے موضوع پر تھیں۔ مشہور محدث امام ترمذی (م ۲۷۹ھ) کی کتاب الشمائل اس فن کی سب سے پہلی اور مشہور تالیف ہے۔ اس

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے بعد کئی کتب شمائل لکھی گئیں۔

اسی طرح ابن سعد نے اپنی طبقات الکبریٰ میں دلائل النبوۃ پر اہم معلومات و مباحث بیان کیے جس کی بنیاد پر آگے چل کر کتب دلائل لکھی گئیں۔ جن میں رسول اللہ کے معجزات اور روحانی کارناموں کا ذکر ہوتا ہے۔ لہٰذا ابن سعد کے انتقال کے ربع صدی بعد ہی دو ایسی اہم کتابوں کا پتہ چلتا ہے۔ ایک ابو اسحاق حربی (م ۲۵۵ھ) اور دوسرے ابن قتیبہ (۲۷۶ھ) دونوں کی کتاب کا نام ''دلائل النبوۃ'' ہے اور اس فن اور موضوع پر یہ اولین کتابیں ہیں، اس کے بعد لگاتار اس موضوع پر لکھا جاتا رہا۔

گویا ابن سعد نے طبقات الکبریٰ کے جز اخبار النبی میں رسول اللہ کے شمائل و فضائل اور دلائل نبوۃ کے بارے میں جو وسیع معلومات فراہم کیں ان کی بنیاد پر آنے والی صدیوں میں متعدد کتب شمائل اور کتب دلائل نبوۃ تالیف ہوئیں۔ جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

ابن سعد نے بعض بعض موقعوں پر ابن اسحاق سے زیادہ تفصیلات دی ہیں مثلاً ان فصلوں میں جو رسول اللہ کے اخلاق و عادات سے متعلق ہیں یا آپ کے رسائل وسفارات سے بحث کرتی ہیں خصوصاً وہ حصے جو مرض اور وفات کے بارے میں ہیں۔ [۹]

اسی طرح بعض جگہ ابن سعد سرسری گذر جاتے ہیں جبکہ انہی موقعوں پر ابن اسحاق نے مفصل بحث کی ہے، مثلاً اسلام سے پہلے عربوں کی وہ تاریخ جس کا رسول اللہ کے اجداد سے براہ راست تعلق نہیں ہے۔ [۱۰]

جہاں تک ابن سعد کے ماخذ کا تعلق ہے، رسول اللہ کی رسالت سے قبل کی تاریخ، یا ایام جاہلیت کی تاریخ کے سلسلہ میں ان کا سب سے بڑا راوی ہشام بن محمد بن سائب کلبی (م ۲۰۶ھ) ہے۔ جو محمد ابن سائب کلبی [۱۱] کے بیٹے تھے اپنے والد کی طرح انساب اور ایام جاہلیت کے عالم تھے۔ ابن سعد ان کی علمیت کے قائل تھے [۱۲] لیکن وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



طبقات الکبریٰ میں اس بات کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ بعض محدثین کے نزدیک ہشام ابن محمد کلبی ضعیف تھے۔[13]

یقیناً پھر ایام جاہلیت کی تاریخ میں ہشام کلبی کو اپنا ماخذ بناتے ہوئے محمد ابن سعد کو بہت زیادہ تحقیق سے کام لینا پڑا ہوگا تا کہ ان کا کام علماء کے نزدیک مسترد نہ ہو۔ ہشام کی علمیت کا اس بات سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ابن الندیم نے ان کی ۱۴۳ کتابوں کا تذکرہ کیا ہے جن میں سے ۱۹ کتابیں انساب العرب پر ہیں۔ ۱۰ کتابیں شہروں کے حالات میں ہیں، گذشتہ لوگوں کے حالات میں ۳۵ کتب، عرب کے ایام جاہلیت کے حوالے سے ۲۴ کتب اور دیگر کتب اسلامی تاریخ پر ہیں۔[14]

ابن اسحاق نے تاریخ رسالت بیان کرتے ہوئے، یا حضرت آدم سے رسول اللہ تک کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اسرائیلیات کو اپنا ماخذ بنایا تھا جس پر انہیں ہدف تنقید بنایا گیا، لیکن ابن سعد کے ساتھ یہ معاملہ نہ ہوا کیونکہ انہوں نے وہی روایات لیں جن کی ثقاہت کے بارے میں انہوں نے تحقیق کرلی۔ اسرائیلیات کے بارے میں علماء کی رائے یہ ہے کہ اسرائیلیات کا وہ حصہ جو قران اور حدیث رسول کے مطابق ہو وہ قابل قبول ہے۔اور جو قران و سنت کے بیانات کے مطابق نہیں وہ نا قابل قبول ہے، ظاہر ہے کہ ابن سعد نے کوئی ایسی چیز نہیں لی جو صراحتاً قران و سنت سے متعارض ہو، البتہ ایسی کوئی چیز جس کے بارے میں قران سنت میں نہ کوئی منفی بات ملے نہ مثبت تو ایسی باتوں کے بارے میں اختلاف رہا ہے کہ ان کو قبول کیا جائے یا نہ کیا جائے، کچھ لوگوں نے اس کو قبول کرنے اور بیان کرنے میں حرج نہیں سمجھا، اور کچھ لوگوں نے اس کو بیان کرنے میں حرج سمجھا ہے ابن سعد اول الذکر لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا اور ایسے مواد کو اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔[15]

جہاں تک مدنی دور کی تاریخ کا معاملہ ہے تو ابن سعد کا سب سے بڑا ماخذ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



واقدی ہی ہے تاہم اس کے علاوہ جن شیوخ سے اس نے بلاواسطہ یا بالواسطہ روایات لی ہیں ان کے نام ابتداء ہی میں بیان کر دیئے ہیں ان میں محمد بن عمر اسلمی واقدی کے علاوہ عمر بن عثمان بن عبدالرحمٰن مخزومی، موسیٰ بن محمد بن ابراہیم تیمی، محمد بن عبداللہ بن مسلم بن اخی زہری، موسیٰ بن یعقوب بن عبداللہ، عبداللہ بن جعفر بن عبدالرحمٰن زہری، یحییٰ بن عبداللہ بن ابو قتادہ انصاری، ربیعہ بن عثمان بن عبداللہ تیمی، ابراہیم بن اسماعیل بن ابو حبیبہ اشہلی، عبدالحمید بن جعفر حکمی، عبدالرحمٰن بن ابو الزناد، محمد بن صالح تمار سے ابن سعد نے براہ راست روایت کی ہے۔ ان کے علاوہ محمد ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ، ابو معشر سندی سے اپنے سلسلہ سند سے روایت کی ہے۔ ابن اسحاق کی روایات زُعیم بن یزید سے، ابو معشر کی روایات حسین بن محمد سے اور موسیٰ بن عقبہ کی روایات، اسماعیل بن عبداللہ سے بالواسطہ اخذ کی ہیں ۱۶۔ اور اپنے استاد واقدی کی طرح ان سب کی روایات کو یکجا کر کے کتاب المغازی مرتب کی ہے جو طبقات الکبری میں شامل ہے۔ ۱۷

غزوات کے بیان میں ابن سعد، ہر غزوہ کی تفصیلی روایت اپنا ماخذ بتائے بغیر درج کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے ابتداء ہی میں سب راویوں کے نام اکٹھے لکھ دیئے ہیں، ہر غزوہ کے ایک بڑے بیانیہ کے بعد وہ انفرادی روایات دیتے ہیں جن کے ساتھ سند بھی بیان کرتے ہیں۔ جوزف ہوروونس کہتے ہیں کہ اس اعتبار سے مغازی کے بیان میں ابن سعد کو واقدی سے ایسی ہی نسبت ہے جیسی واقدی کو ابن اسحاق سے ہے، مگر واقدی سرے سے ابن اسحاق کا نام ہی نہیں لیتے جبکہ ابن سعد کبھی یہ حقیقت نہیں چھپاتے کہ ان کا اہم ماخذ واقدی ہے۔ ۱۸

ایک خصوصیت میں ابن سعد نے واقدی کے انداز کو پوری طرح نبھایا ہے یعنی وہ یہ ضرور بتاتے ہیں کہ رسول اللہ کی مدینے سے غیر حاضری کے زمانے میں وہاں کون حاکم رہا تھا؟۔ ابن سعد نے رسول اللہ کے مرض الموت اور پھر وفات سے متعلق معلومات

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فراہم کرنے میں غیر معمولی محنت کی ہے، انہوں نے واقدی کی کتاب ''وفاۃ النبی'' سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ خود بھی بہت اہم اضافے کئے ہیں۔ ۱۹؎ ابن سعد نے رسول اللہ کے فرامین، احکام اور وثائق کا ایک بڑا مجموعہ اپنی کتاب میں بیان کیا ہے، یہ مواد دراصل ان کے استاد واقدی نے جمع کیا تھا۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ میں نے یہ فرامین اپنے استاد واقدی سے لیے ہیں۔ واضح رہے کہ واقدی نے انہی اصل فرامین اور دستاویزات کی نقل کروائی جو انہوں نے خود دیکھے تھے۔ ۲۰؎

جیسا کہ پہلے بھی لکھا گیا 'طبقات الکبری' کی ابتدائی دو جلدیں سیرۃ رسول اللہ پر ہیں باقی چھ جلدیں صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے تذکرے پر مشتمل ہیں جن کو ابن سعد نے زمانی اور مکانی ترتیب سے طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ اس سے قبل کہ وہ صحابہ و تابعین کا تذکرہ شروع کریں، انہوں نے ان تمام شیوخ کے نام بتائے ہیں جن سے انہوں نے بالاواسطہ یا بالواسطہ روایات اخذ کر کے طبقات کا مواد اکٹھا کیا ہے۔ ۲۱؎

''طبقات'' کو سیرۃ النبی کا اہم تکملہ سمجھنا چاہیے اس میں اصحاب رسول کا تذکرہ ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ کے ساتھ زندگی گذاری اوراہم معاملات میں حصہ لیا اور جنہوں نے آپ کے اعمال و اقوال کی روایت کی، اس کے بعد ان تابعین کا ذکر ہے جنہوں نے رسول اللہ کو تو نہیں دیکھا لیکن ان کے اصحاب کا شرف صحبت حاصل کیا، اس کے بعد ان تابعین کی صحبت سے سرفراز ہونے والے تبع تابعین کا تذکرہ ہے یوں ابن سعد کے طبقات میں ۲۳۰ھ تک کے تبع تابعین کا مکمل تذکرہ مل جاتا ہے۔

یہ کتاب حارث بن محمد بن اسامہ التمیمی (م۲۸۲ھ/۸۹۳ء) کی روایت سے ہم تک پہنچی ہے ۲۲؎۔ طبقات کی مختلف جلدیں برلن، استنبول اور لندن کے کتب خانوں میں تھیں، جرمن مستشرقین کی علمی کاوشوں سے جن میں زخاو، یوسف ہارویز اور براکلمان وغیرہ شامل تھے، طبقات کی آٹھ جلدیں لائیڈن سے شائع ہوئیں (۱۹۰۴ء تا ۱۹۱۷ء) نویں جلد



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مختلف فہارس میں مشتمل ہے۔ اس کے بعد طبقات کی آٹھ جلدیں بیروت سے چھپ کر شائع ہوئیں (۱۹۵۷ء تا ۱۹۲۰ء) ۲۳ طبقات ابن سعد کا فارسی اور اردو ترجمہ ہو چکا ہے، اردو ترجمہ دارالترجمہ، جامعہ عثمانیہ، حیدر آباد دکن کی علمی یادگار ہے۔

طبقات ابن سعد ہمیشہ سے محدثین اور علماء کے نزدیک نہایت مستند ماخذ رہی ہے۔ بعد میں اسی نہج پر ان گنت کتابیں لکھی گئیں ۲۴ وہ مورخین جنہوں نے صحابہ کرام یا اسلامی تاریخ پر کتابیں لکھیں ان سب نے ابن سعد سے استفادہ کیا ان میں بلاذری جیسے ثقہ اور قابل اعتماد مورخین بھی شامل ہیں نیز ابن اثیر نے 'اسدالغابہ' لکھتے ہوئے اور ابن حجر عسقلانی نے 'الاصابہ' لکھتے ہوئے ابن سعد سے استفادہ کیا ہے۔ابن سعد کی دیگر تصانیف میں ایک ''قصیدہ حلوانیہ فی افتخار القحطانین علی العدنانین'' ہے، قاہرہ میں اس کے چند اجزاء ملتے ہیں۔ غازی بن یزید نے اس قصیدے کی شرح بھی لکھی تھی ۲۵۔

ابن سعد کی ایک اور کتاب ''کتاب الطبقات الصغیر'' بھی تھی اس کے ۱۳۹۔ اوراق استنبول میں ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب الطبقات الکبیر یا طبقات الکبری سے پہلے لکھی گئی تھی اس میں بعض مشاہیر کے حالات ہیں۔ ۲۶

حسین بن فہم (۲۱۱ھ۔۲۸۹ھ) کا یہ بیان کہ'' آپ (ابن سعد) بہت زیادہ علم کے حامل اور بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ انہوں نے حدیث، فقہ اور غریب روایات میں بہت سا مواد جمع کیا ہے'' ۲۷ اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ ان کی اور تصانیف بھی رہی ہوں گی تاہم وہ ہم تک نہیں پہنچیں۔

ابن سعد پر ہم سیرت نگاری کے دوسرے دور یا باالفاظ دیگر متقدمین کے دور کا خاتمہ کریں گے، کیونکہ اس کے بعد کی اہم تاریخی تصانیف جن میں طبری، مسعودی اور یعقوبی کے نام لیے جا سکتے ہیں سیرۃ نبوی، تاریخ عالم کے ایک حصے کے طور پر شامل رہی۔ اور سیرۃ پر علیحدہ سے کتابیں لکھنے کا رجحان تقریباً دو سو سال بعد دوبارا شروع ہوا۔


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جو متاخرین کا عہد تھا اور جو ہمارے اس بحث کے دائرہ سے باہر ہے۔

الغرض تیسری صدی ہجری/نویں صدی عیسوی میں اسلامی تاریخ جو سیرت النبی اور تذکرہ صحابہ کے گرد گھوم رہی تھی، عالمی تاریخ کا جزو بن گئی۔ مورخین نے عالمی تاریخیں لکھنی شروع کیں، اس صدی کے اہم اساطین تاریخ میں ابن قتیبہ الدینوری (م ۲۷۰ھ / ۸۸۲ء) ، ابو حنیفہ الدینوری (م ۲۸۲ھ / ۸۹۷ء)، بلاذری (م ۲۷۹ھ /۸۹۲ء)، یعقوبی (م ۲۹۲ھ / ۹۰۷ء)، طبری (۳۱۰ھ / ۹۲۵ء)اور مسعودی شامل ہیں ان سب اساطین تاریخ اسلامی کا نقطہ نظر عالمی تھااور اسی بناء پر ان کی کتب تاریخ حضرت آدم ابوالبشر سے شروع ہوکر ان موزخین کے اپنے عہد پر ختم ہوتی ہیں۔ درمیان میں سیرۃ النبی تاریخ کے ایک درخشاں باب کے طور پر شامل ہوتی ہے یہ سلسلہ کم و بیش دوسو سال تک چلا۔تا آنکہ پھر سے متقدمین کی کتب ہائے سیرت کو بنیاد بنا کر سیرت پر علیحدہ سے لکھا جانے لگا اور یہ دور، دور متاخرین کہلاتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# حواشی و حوالہ جات (باب پنجم، فصل سوئم)

۱۔ ابن خلکان' وفیات الاعیان' جلد ۳، ص ۴۸۳۔

۲۔ محاضرات سیرت، ص ۲۸۰۔

۳۔ ذہبی 'تذکرہ الحفاظ' جلد ۱، ص ۳۱۹ (ذہبی نے اپنے شیخ شرف الدین دمیاطی سے طبقات الکبریٰ سبقاً سبقاً پڑھی تھی)۔

۴۔ ابن الندیم، الفہرست، ص ۱۲۸۔

۵۔ قاضی اطہر مبارک پوری 'تدوین سیر و مغازی'، ص ۲۵۰۔

۶۔ خطیب بغدادی' تاریخ البغداد' جلد ۵، ص ۱۲۱۔

۷۔ الفہرست، ص ۱۲۸۔

۸۔ جوزف ہورووتس 'سیرت نبوی کی اولین کتابیں اور ان کے مولفین' ترجمہ ڈاکٹر نثار احمد فاروقی۔ مشمولہ نقوش (سیرت نمبر) جلد ۱، ص ۷۸۳۔

۹۔ جوزف ہورووتس، ص ۷۸۴۔

۱۰۔ ایضاً۔

۱۱۔ محمد بن سائب کلبی کی کنیت ابوالنضر ہے۔ ان کے والد سائب بن بشر، حضرت علی کے ہمراہ جنگ جمل میں شریک ہوئے۔ سائب بن بشر مصعب بن زبیر کے ہمراہ قتل ہوئے۔ سائب کے بیٹے محمد جماجم کے معرکہ میں عبدالرحمٰن بن محمد الاشعث کے ہمراہ شریک ہوئے۔ محمد بن سائب علم تفسیر، علم انساب العرب کے عالم تھے، ان کا انتقال ۱۴۷ھ میں کوفہ میں ہوا جبکہ ابو جعفر المنصور کی خلافت کا زمانہ تھا۔ (محمد ابن سعد' الطبقات الکبریٰ' جلد ۶، ص ۳۵۹)۔

۱۲۔ محمد ابن سعد' طبقات الکبریٰ' جلد ۶، ص ۳۵۹۔

۱۳۔ ایضاً۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


۱۴۔ الفہرست، ص ۱۲۴ تا ۱۲۷۔

۱۵۔ محاضرات سیرت، ص ۲۷۸۔

۱۶۔ جوزف ہورووتس، ص ۸۴۔

۱۷۔ قاضی اطہر مبارک پوری 'تدوین سیر ومغازی'، ص ۲۵۰۔۲۵۱۔

۱۸۔ جوزف ہورووتس، ص ۸۵۔

۱۹۔ ایضاً۔

۲۰۔ محاضرات سیرت، ص ۲۷۹۔

۲۱۔ دیکھئے ابن سعد 'الطبقات الکبریٰ' جلد ۳، دارصادر بیروت، ۱۹۸۵ء۔

۲۲۔ تاہم طبقات کے ایک اور مشہور راوی حسین بن محمد بن فہم بغدادی (م ۲۸۹ھ) تھے۔ جن کی طرف قاضی اطہر مبارک پوری نے اشارہ کیا ہے۔ دیکھئے تدوین سیر ومغازی، ص ۲۵۱۔

۲۳۔ فواد سیزگین، ص ۱۸۰۔

۲۴۔ تفصیل کے لیے دیکھئے سخاوی 'الاعلان بالتوبیخ'، اردو ترجمہ 'تاریخ کی تاریخ' مترجم محمد یوسف، ص ۱۸۲ و بعدہ۔

۲۵۔ فواد سیزگین، ص ۱۸۰۔

۲۶۔ ایضاً۔

۲۷۔ تذکرہ الحفاظ جلد ۱، ص ۳۱۹۔


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



باب ششم

# دور ثانی کے دیگر سیرت نگار

گزشتہ فصل میں دور ثانی کے تین اہم سیرت نگاروں کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا۔دوسری صدی ہجری کے وسط سے تیسری صدی ہجری کے اواخر کے عرصہ میں ، جو کہ عباسیوں کا دور عروج تھا،فواد سیزگین مزید دس ایسے سیرت نگاروں کا حوالہ دیتے ہیں جو صاحب کتاب المغازی والسیرۃ تھے لیکن یہ فہرست حتمی نہیں ہے، مزید تحقیق و تلاش کی بنیاد پر اس فہرست میں متعدد سیرت نگاروں کا اضافہ کیا گیا ہے۔ جنھوں نے سیرت و مغازی پر مستقل کتابیں تالیف کیں۔ ان سیرت نگاروں کا ایک اجمالی تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔ یہ تذکرہ زمانی ترتیب سے ہے، اور زمانی ترتیب میں بھی سنہ وفات کا لحاظ کیا گیا ہے۔

## ۱۔ معمر بن راشد (م ۱۵۴ھ / ۷۷۱ء)

ابو عروہ معمر بن راشد ۹۷ھ / ۷۱۴ء میں پیدا ہوئے مولی بنی ازد تھے۔ ان کا وطن بصرہ تھا ۔ا۔ تاہم انہوں نے یمن کے دارالحکومت صنعاء میں مستقل سکونت اختیار کرلی تھی، نہایت ثقہ، حافظ حدیث ،حجت اور سیر و مغازی کے امام و مصنف ہیں اس علم میں محمد بن شہاب زہری کے تلمیذ خاص اور ان کی کتاب المغازی کے راوی ہیں۔ ان کے اساتذہ و تلامذہ میں مشاہیر آئمہ دین شامل ہیں۔معمر نے اپنی جوانی کے زمانے میں بصرہ کے مشہور محدث قتادہ بن دعامہ (م ۱۱۴ھ ) سے حدیث کی سماعت کی تھی۔

معمر کو ان کے آقا نے پارچہ فروشی کی غرض سے مدینہ بھیجا تھا۔ یہاں انہوں



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


نے امام زہری کے حلقہ درس میں شرکت کی اور ان سے حدیث پڑھنے لگے۔[۲]

معمر بن راشد حضرت ابو ہریرہ کے شاگرد ہمام بن منبہ سے حدیث کی تعلیم کے لیے یمن گئے تو وہیں کے ہو رہے، وہیں انہوں نے شادی کی اور وہیں وفات پائی، اس کی وجہ یہ تھی کہ یمن میں اس پائے کا کوئی محدث ان سے پہلے نہیں گیا تھا، لہٰذا صنعاء کے لوگوں نے انہیں وہیں روکنے کے لیے انہیں شادی کی ترغیب دی اور انہوں نے وہاں شادی کر لی اس کے بعد وہ کبھی کبھی بصرہ جاتے رہتے تھے مگر پھر یمن واپس آ جاتے تھے۔ یہیں اٹھاون سال کی عمر میں انہوں نے وفات پائی اور صنعاء میں دفن ہوئے۔

معمر بن راشد اعلیٰ درجے کے اخلاق و کردار کے مالک تھے[۳]۔ انہیں حدیث کے میدان میں بھی اچھی شہرت حاصل ہے۔ ان کے بارے میں ابن جُریج کا قول بتایا جاتا ہے کہ: ''اس شخص کی پیروی کرو کیونکہ اس کے معاصرین میں سے کوئی بھی اس سے زیادہ جاننے والا نہیں''۔[۴]

ابن الندیم نے انکی کتاب المغازی کا ذکر کیا ہے[۵] انہوں نے کتاب المغازی موضوع کے اعتبار سے مرتب کی۔ ان کا شمار ابواب کے اعتبار سے مغازی مرتب کرنے والے ابتدائی محدثین میں ہوتا ہے[۶] معمر بن راشد کی کتاب المغازی کا بیشتر حصہ عبدالرزاق صنعانی نے کتاب المصنف میں اپنی روایت سے بیان کردیا ہے اور مصنف کی اشاعت کے بعد وہ محفوظ ہوگیا ہے[۷] ان کی کتاب المغازی میں سیرت رسول اللہ کے علاوہ انبیائے سابقین کے حالات بھی مذکور ہیں۔ تاریخ طبری میں اس کے کئی اقتباسات ہیں[۸] مزید براں ابن سعد اور طبری کی تاریخوں میں معمر بن راشد کے حوالے سے عہد عثمانی و معاویہ کے اہم واقعات نقل ہوئے ہیں۔[۹] معمر ان رواۃ میں سے ہیں جن سے واقدی نے کثرت سے روایات لی ہیں۔ ابن سعد نے ان کے اخبار عبدالرزاق بن ہمام کے واسطے سے لیے ہیں جو یمن کے باشندے اور معمر کے شاگرد تھے۔[۱۰]


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مغازی کے علاوہ ان کی دو اور اہم تصانیف تھیں ۔

(۱) الجامع: ابواب فقہ کے بجائے الجامع کی احادیث کو موضوع کے اعتبار سے مرتب کیا ہے۔ اس میں علم حدیث کے بعض اہم مباحث بھی مذکور ہیں، الجامع کے راوی معمر بن راشد کے شاگرد امام عبدالرزاق ہیں جنہوں نے اپنی کتاب مصنف کے تکملہ میں بہت سی احادیث کا اضافہ کردیا ہے۔ "مصنف عبدالرزاق" مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کی تحقیق وتعلیق سے بیروت سے آٹھ جلدوں میں شائع ہوچکی ہے۔[11]

(۲) تفسیر: امام معمر بن راشد نے قران پاک کی تفسیر بھی لکھی تھی جس کی تہذیب امام عبدالرزاق نے کی تھی، اس کا جزواول ہی اب دستیاب ہے۔[12]

## ۲۔ عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز حنیفی (م ۱۶۲ھ / ۷۷۸ء)

ابو محمد عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز حنیفی حضرت ابو امامہ اسعد بن سہل بن حنیف کی اولاد سے ہیں۔[13] مدینہ منورہ کے رہنے والے تھے جبکہ بعض لوگوں نے ان کو حضرت عثمان بن حنیف کی اولاد سے بتایا ہے[14]۔ ان کے شیوخ میں ابن شہاب زہری اور عبداللہ بن ابو بکر بن محمد بن حزم انصاری، مغازی کے مصنف اور عالم ہیں اور ان کے تلامذہ میں محمد بن عمر الواقدی مصنف مغازی ہیں ۔کثیر الحدیث محدث اور سیرت کے عالم تھے۔ آنکھوں سے معذور تھے ۱۶۲ھ میں ستر سال سے زائد عمر میں انتقال ہوا۔

الحنیفی کی کتاب السیرت ، واقدی کی کتاب کا بنیادی ماخذ ہے، تاریخ طبری میں بھی اس کے اقتباسات ملتے ہیں[15] جبکہ اطہر مبارک پوری انہیں صاحب کتاب نہیں بتاتے۔[16]

## ۳۔ ابو معشر السندی (م ۱۷۰ھ / ۷۸۶ء)

ابو معشر نجیح بن عبدالرحمٰن سندی بنو مخزوم کی ایک خاتون کے مکاتب تھے[17]،


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انہوں نے زر کتابت ادا کر کے آزادی حاصل کرلی تھی۔ ام موسیٰ بنت منصور حمیریہ نے ان کی ولاء خریدی تھی ۱۸ یعنی ان کے سابق آقاوں کو رقم دے کر انہیں اپنا مولی بنالیا تھا، ازاں بعد انہیں آزاد کردیا تھا۔ ام موسیٰ خلیفہ ابوجعفر المنصور کی بیوی اور اس کے بیٹے مہدی کی ماں تھی۔

ایک زمانے میں یمن کے حدود میں سندھیوں کی بڑی کثرت تھی، ان ہی میں ابومعشر کا خاندان تھا، ایک مرتبہ یزید بن مہلب ازدی نے یمامہ اور بحرین میں جنگ کی اسی میں ابومعشر گرفتار ہوکر مدینہ آئے۔ ان کی زبان میں لکنت تھی اور عربی الفاظ وحروف اچھی طرح سے ادا نہیں کرسکتے تھے، کعب کو قعب کہتے تھے۔ ۱۹ ابتداء میں خیاطی کرتے تھے۔ابومعشر مدینہ کے مشہور فقہاء اور محدثین میں سے تھے۔ذہبی نے ان کو حافظ حدیث ،فقیہ اور صاحب المغازی والاخبار لکھا ہے۔ انہوں نے محمد بن کعب قرظی، موسیٰ بن یسار، نافع، ابن منکدر، محمد بن قیس وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا اور ان سے ان کے ایک بیٹے محمد ،عبدالرزاق، محمد بن بکار، منصور بن مزاحم وغیرہ روایت کرتے ہیں۔ ۲۰

ان کے بارے میں علماء مختلف الخیال ہیں۔امام یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں۔

امام احمد ابن حنبل کہتے تھے کہ مغازی کے بڑے عالم تھے اور صدوق تھے مگر سند درست نہیں رکھتے تھے۔

ابوزرعہ کہتے ہیں صدوق ہیں ۔

امام نسائی کہتے ہیں قوی نہیں ہیں۔

ذہبی کہتے ہیں کہ امام نسائی نے ان سے حجت پکڑی ہے البتہ شیخین نے ان کی کوئی حدیث ذکر نہیں کی۔ ۲۱

امام شافعی ان سے روایت کرتے تھے



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ابن سعد ان کو کثیر الحدیث اور ضعیف بتاتے ہیں۔۲۲

ابن حجر نے لکھا ہے کہ ابو معشر کو حدیث اور تاریخ میں خاص مقام حاصل ہے اور ان کی تاریخ سے ائمہ نے استشہاد کیا ہے۔ ان کے نزدیک بطور مورخ ابو معشر کا پائیہ ابن اسحاق سے بلند ہے لیکن محدثین نے ان کی روائتوں کی تضعیف کی ہے۔۲۳

ابو معشر مدینہ کے فقہا اور محدثین میں خاص مقام و مرتبہ کے حامل تھے مگر ان کی شہرت سیر و مغازی کے عالم اور مصنف کی حیثیت سے زیادہ ہے۔ فن مغازی میں ان کے شیخ ہشام بن عروہ اور شاگرد واقدی ہیں۔ مدینہ میں وہ ان علماء کی مجالس علمی میں بیٹھا کرتے تھے جہاں مغازی کا تذکرہ ہوتا تھا، گویا ابتداء سے ہی ان کا رجحان علم المغازی کی طرف تھا اور اسی میدان میں انہیں آگے چل کر شہرت اور ناموری ملی۔۲۴

ابو معشر کے آخری نو دس سال بغداد میں گذرے ۱۶۰ھ میں عباسی خلیفہ مہدی حج کے بعد مدینہ منورہ آیا اس وقت ابو معشر علمائے مدینہ میں بڑی اہمیت رکھتے تھے۔اور مہدی کی والدہ ام موسیٰ کی ولاء میں تھے۔ مہدی نے انہیں بغداد آنے کی دعوت دی اور ایک ہزار دینار بھی پیش کیے۔ ابو معشر ۱۶۱ھ میں اپنے اہل وعیال سمیت بغداد چلے گئے اور زندگی کے باقی دن وہیں تحدیث اور روایت میں بسر کیے، آخری دو سالوں میں کبرسنی اورضعف کی وجہ سے ہوش و حواس بجا نہیں رہے تھے، وہیں ۱۷۰ھ میں انتقال کیا۔ ہارون الرشید نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

ابو معشر نے بغداد میں کتاب المغازی لکھی۔ واقدی ابو معشر کے شاگرد تھے۔ قاضی اطہر مبارک پوری لکھتے ہیں ''ابو معشر کے شاگرد واقدی کو خلیفہ ہارون الرشید مدینہ سے بغداد لے گیا تھا اور انہوں نے وہیں ابو معشر سے ان کی کتاب المغازی کی روایت کی۔''۲۵ یہ بات محل نظر ہے کیونکہ واقدی ۱۸۰ھ میں بغداد گئے تھے، جبکہ ابو معشر کو فوت ہوئے دس سال ہو چکے تھے۔ واقدی نے ابو معشر سے جو روایت لی ہوگی وہ مدینہ میں لی

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوگی۔ بہر حال ابن سعد نے طبقات میں واقدی کی سند سے ابومعشر کی بہت سی روایات بیان کی ہیں۔

ابومعشر کی کتاب المغازی [۲۶] کے خاص راوی ان کے بیٹے محمد اور پوتے داود ہیں۔ محمد بن ابومعشر سندی، ان کے ساتھ ہی مدینہ سے بغداد گئے تھے انہوں نے اپنے والد کی کتاب المغازی کی روایت کی۔ اور محمد سے ان کے بیٹے ابوسلیمان داود بغدادی نے اس کتاب کی روایت کی، پھر ان سے قاضی احمد بن کامل نے روایت کی۔ [۲۷]

ابومعشر کی کتاب المغازی کے ساتھ بھی اہل علم نے اعتنا کیا اور وہ مدتوں ان میں متداول رہی۔ ان کی کتاب المغازی رسول اللہ کی حیات مبارک کے جملہ واقعات کو محیط ہے۔ ابومعشر کی کتاب المغازی کے اقتباسات واقدی کی کتاب المغازی، ابن سعد کی طبقات اور ابن جریر طبری کی تاریخ میں شامل ہیں۔ [۲۸]

اس کے علاوہ ابومعشر کی ایک "تاریخ الخلفاء" کا بھی پتہ چلتا ہے جس سے طبری نے کافی استفادہ کیا ہے۔ [۲۹] اس کے بارے میں جوزف ہورووتس لکھتے ہیں "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مغازی کے علاوہ ابومعشر نے صدراسلام کے حوادث کی ایک تجزیاتی "تاریخ" بھی سنہ وار لکھی تھی۔ یہ ۱۷۰ھ تک کے وقائع تھے۔ آخری واقعہ جو ان کی کتاب سے طبری نے اخذ کیا ہے وہ خلیفہ الہادی کی وفات ہے جو ۱۷۰ھ کے موسم بہار میں ہوئی تھی۔ اس کے تھوڑے عرصے بعد خود ابومعشر بھی انتقال کر گئے۔ مغازی میں وہ لازماً نہیں تو اکثر اپنی سند بیان کرتے ہیں۔ مگر تاریخ میں انہوں نے کوئی اسناد نہیں دیں"۔ [۳۰]

## ۴۔ سلیمان بن بلال تیمی (م ۱۷۲ھ/۷۸۸ء)

آپ کی کنیت ابوایوب اور ابومحمد تھی، قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق کے مولیٰ تھے، اسی نسبت ولاء کی وجہ سے تیمی کہلاتے تھے۔ مدینہ منورہ کے رہنے والے بلند پائیہ حافظ حدیث، اور مشہور مفتی تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ وہ بربری نسل کے خوبرو، خوش



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہئیت اور صاحب فہم و فراست عالم تھے۔ ۳۱ کچھ عرصہ خراج وصول کرنے پر بھی متعین رہے۔ ان کا انتقال ۱۷۲ھ میں ہوا۔ سلیمان بن بلال تیمی نے مدینہ کے اجلہ تابعین سے روایت کی ہے، ان کے شیوخ میں ہشام بن عروہ، اور موسیٰ بن عقبہ مغازی کے مشہور عالم اور مصنف ہیں، ان کی زیادہ روایات یحییٰ بن سعید سے ہیں، محمد بن شہاب زہری سے ملاقات کی ہے مگر ان کی احادیث کی روایت ان کے تلامذہ سے کی ہے۔

تذکرہ نگاروں نے ان کی کتاب المغازی کا ذکر نہیں کیا ہے حالانکہ وہ کتاب المغازی کے مصنف ہیں اور دوسری صدی ہجری کے علمائے مغازی میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری، کتاب المغازی میں اس کا صریح طور سے ذکر کیا ہے اور اس کی کئی روایات بیان کی ہیں۔ ۳۲

## ۵۔ عبدالملک بن محمد بن ابو بکر انصاری (م ۱۷۶ھ/۷۹۲ء)

عبدالملک بن محمد بن ابوبکر بن عمرو بن حزم انصاری کے جد اعلیٰ عمرو بن حزم کو سترہ سال کی عمر میں رسول اللہ ﷺ نے ۱۰ھ میں نجران کا امیر مقرر فرما کر ان کے پاس اسلامی شرائع و احکام پر مشتمل مفصل مکتوب روانہ فرمایا تھا۔ ۳۳ فن حدیث اور سیر میں ان کا خاندان ہمیشہ نامور رہا ان کے دادا وہ شخص ہیں جنہوں نے اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے سب سے پہلے فن حدیث کی تدوین کی، ان کی رشتہ کی دادی عمرۃ حضرت عائشہ کی تربیت یافتہ تھیں، یہ خود سیر و مغازی کے عالم تھے۔ اپنے باپ اور چچا سے تعلیم پائی تھی۔ ۳۴

ابن الندیم نے ان کی کتاب المغازی کی تصریح کی ہے ۳۵ انہوں نے مدینہ میں کتاب المغازی لکھی اور بغداد میں اس کی روایت کی یہ معلوم نہیں کہ وہ بغداد کب آئے، ہارون الرشید نے ان کو بغداد کے مشرقی علاقے کا قاضی مقرر کیا تھا مگر اس کے چند ہی دن بعد ۱۷۶ھ میں انتقال کر گئے، ہارون الرشید نے نماز جنازہ پڑھائی اور عباسیہ

محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بنت مہدی کے قبرستان میں دفن کیے گئے ۳۶۔ سریج بن نعمان جوہری کا بیان ہے کہ عبدالملک بن محمد بن ابو بکر ہمارے یہاں بغداد آکر مقیم ہوئے اور ہم نے ان سے مغازی کی روایات لکھیں جن کو انہوں نے اپنے چچا عبداللہ بن ابی بکر سے روایت کیا تھا۔ ۳۷

## ۶۔ علی بن مجاہد کابلی (م ۱۸۲ھ/۷۹۸ء)

ابوالمجاہد علی بن مجاہد بن مسلم بن رفیع کابلی کے اباواجداد میں سے کوئی شخص کابل سے جنگی قیدی بن کر قبیلہ کندہ کی غلامی میں آیا تھا۔ بعض علماء نے ان کو کابلی کے ساتھ ہندی بھی لکھا ہے کیونکہ اس زمانے میں بجستان اور کابل کے بعض علاقے سندھ اور مکران میں تھے بلکہ سمعانی کابل کو بلاد ہند کا مشہور علاقہ بتاتا ہے۔ ہوسکتا ہے ابو معشر سندی کی طرح یہ بھی سندھ اور مکران کے علاقے کے ہوں۔ علی بن مجاہد خراسان کے شہر رے کے قاضی تھے۔ ۳۸

انہوں نے مغازی کی تعلیم ابو معشر سندی اور محمد ابن اسحاق سے حاصل کی اور حدیث کی روایت حجاج بن ارطاۃ، مسعر بن کدام، سفیان ثوری، ابو جعفر رازی، عنبسہ بن سعید قاضی رے وغیرہ سے کی، ان سے احمد بن حنبل، جریر بن عبدالحمید، محمد بن عیسیٰ بن طباع، زیاد بن ایوب طوسی وغیرہ نے روایت کی۔ ۳۹

علی بن مجاہد کابلی نے بغداد آکر محمد بن اسحاق اور جعد بن ابو جعد وغیرہ سے روایت کی۔ ۴۰ غالباً بغداد ہی میں انہوں نے ابو معشر سندی سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کتاب المغازی تصنیف کی جس کے بارے میں یحییٰ بن معین کی دو آراء ملتی ہیں ایک راوی کے مطابق علی بن مجاہد کے بارے میں یحییٰ بن معین کی رائے یہ تھی کہ ''وہ حدیث وضع کرتے تھے، اور انہوں نے کتاب المغازی لکھی تو اپنی باتوں کے لیے اسناد وضع کرتے تھے''۔

جبکہ ایک دوسرے راوی نے علی بن مجاہد کے بارے میں یحییٰ بن معین کا یہ قول



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نقل کیا ہے کہ میں نے ابو مجاہد کابلی کو ہُشیم بن بشیر کے دروازے پر دیکھا ہے، میں ان میں کوئی نقص نہیں دیکھتا ہوں۔ البتہ میں نے ان سے کچھ نہیں لکھا ہے"۔ [۴۱] بہرحال ارباب نقد کے نزدیک ان کی تصنیف اعتبار کے قابل نہیں۔ [۴۲] ان کے بعض ہم وطن معاصرین نے ان کو کذاب کہہ کر ان کے ابن اسحاق سے سماع تک کا انکار کیا ہے، یہ یاد رہے کہ معاصرین کی جرح محدثین کے یہاں معتبر نہیں ہے۔ بہر حال ان کی روایات تاریخ طبری وغیرہ میں موجود ہیں۔

## ۷۔زیاد بن عبداللہ بکائی کوفی (م ۱۸۳ھ/۷۹۹ء)

ابو محمد زیاد بن عبداللہ بن طفیل بکائی، ابن اسحاق کے ارشد اوثق راوی ہیں، بکائی نے ابن اسحاق سے ان کی کتاب المغازی کی روایت میں بڑے ایثار واخلاص سے کام لیا ہے، گھربار فروخت کر کے ابن اسحاق کے ساتھ ساتھ رہے اور ان سے روایت کی ہے۔صالح بن محمد کا بیان ہے: "زیاد بن عبداللہ بکائی سے زیادہ صحیح کسی کے پاس ابن اسحاق کی کتاب المغازی نہیں ہے۔زیاد خود ضعیف ہیں مگر اس کتاب کے بارے میں وہ سب سے زیادہ معتبر ہیں کیونکہ انہوں نے اپنا گھر بار فروخت کر کے ابن اسحاق کے ساتھ ساتھ سفر کیا، اور اُن سے اس کتاب کا سماع کیا"۔ [۴۳] ابن اسحاق نے زیاد بن عبداللہ بکائی کو دومرتبہ کتاب المغازی کا املا کرایا تھا۔ سیرت ابن ہشام کا مدار زیادہ تر بکائی کی روایت پر ہے۔بکائی نے محمد ابن اسحاق کے علاوہ حمید الطویل ، عاصم الاحول، سلیمان الاعمش، حجاج بن ارطاۃ اور کئی دوسرے آئمہ حدیث سے روایت کی ہے ان کے تلامذہ میں امام احمدابن حنبلؒ ، ابو غسان ہندی، سعید بن ابان اموی کے علاوہ ابن اسحاق کی کتاب المغازی کے خصوصی راوی اور سیرت ابن ہشام کے مصنف عبدالملک ابن ہشام کوفی بصری بھی شامل ہیں۔ بکائی نے بغداد آ کر ابن اسحاق سے مغازی کی روایت کی، اورمحمد بن سالم سے اس کوحل کیا، اس کے بعدکوفہ واپس آگئے اور وہیں عباسی خلیفہ ہارون



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الرشید کے زمانہ میں ۱۸۲ھ میں فوت ہوئے اور کوفہ میں ہی دفن ہوئے۔[۴۴]

## ۸۔ ابراہیم بن سعد بن ابراہیم مدنی زہری (م ۱۸۳ھ/ ۷۹۹ء)

ابو اسحاق امام ابراہیم بن سعد جلیل القدر صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پڑپوتے ہیں، مدینہ منورہ کے رہنے والے ممتاز حافظ حدیث ہیں۔ ان کے والد سعد مدینہ منورہ کے قاضی تھے۔ آپ خود بھی مدینہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ آپ کے اساتذہ میں آپ کے والد سعد کے علاوہ ابن شہاب زہری، صفوان بن سلیم، یزید بن عبداللہ الہاد، صالح بن کیسان، محمد ابن اسحاق وغیرہ شامل ہیں۔ اور ان سے ان کے دونوں صاحبزادوں یعقوب اور سعد کے علاوہ امام احمد بن حنبل، منصور بن ابی مزاحم، حسین بن سیار حرانی اور بہت سے دوسرے لوگوں نے اکتساب فیض کیا۔ کبار علماء میں سے شعبہ اور لیث ان سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے مدینہ سے بغداد آکر مستقل سکونت اختیار کر لی تھی اور ان کی اولاد نے بھی علمی زندگی بسر کی۔ ان کو ہارون الرشید نے بیت المال کا محاسب ونگران بنایا تھا۔ آپ کے تاریخ وفات ۱۸۳ھ ہے آپ نے ۷۵ برس عمر پائی۔[۴۵] آپ بھی محمد ابن اسحاق کی کتاب المغازی کے راوی تھے۔[۴۶] انہوں نے سیر ومغازی کی تعلیم اپنے والد سعد بن ابراہیم زہری، محمد بن شہاب زہری، ہشام بن عروہ، اور محمد بن اسحاق سے حاصل کی اور ابن اسحاق سے ان کی کتاب المغازی کی روایت کر کے اس کا درس دیا اور اس میں حک و اضافہ کر کے خود بھی کتاب المغازی لکھی، جو ابن اسحاق کے دوسرے تلامذہ کی روایت سے کچھ مختلف تھی۔[۴۷]

خطیب بغدادی نے امام بخاری کی روایت سے ابراہیم بن حمزہ کا بیان نقل کیا ہے کہ ابراہیم بن سعد کے پاس محمد ابن اسحاق کی ستر ہزار سے زائد حدیثیں احکام میں تھیں، مغازی ان کے علاوہ ہیں، ابراہیم بن سعد مدینہ میں اپنے زمانے کے سب سے بڑے حدیث کے عالم تھے۔[۴۸]



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



احمد بن محمد بن ایوب ورّاق بغدادی (م ۲۲۸ھ) نے ابراہیم بن سعد سے ابن اسحاق کی کتاب المغازی پڑھی تھی، فضل بن یحییٰ برمکی نے بھی ان کے ساتھ پڑھا تھا۔۴۹

## ۹۔ ہُشَیم بن بشیر واسطی (م ۱۸۳ھ/۷۹۹ء)

ابو معاویہ ہشیم بن ابو حازم بشیر بن قاسم بن دینار سلمی، نجاریُ الاصل تھے، وطن واسط ۵۰ تھا۔ بعد میں بغداد آ گئے۔ ۱۰۴ھ میں پیدا ہوئے انہوں نے ابن شہاب زہری اور سلیمان بن ہلال تیمی کے علاوہ اپنے والد نیز مامون بن قاسم بن مہران، اعمش، یحییٰ بن سعید انصاری، عبدالعزیز بن صہیب وغیرہ سے حدیث کی روایت کی اور ان سے امام مالک، سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، سعید بن ہشیم (بیٹے)، شعبہ بن حجاج، وکیع بن جراح، علی بن عبداللہ مدینی اور امام احمد بن حنبل وغیرہ نے روایت کی۔ ۵۱

ان کا شمار ابتدائی مصنفین میں ہے جنہوں نے دوسری صدی کے وسط میں فقہی ترتیب پر احادیث کو مرتب و مدون کیا تھا۔ ان کی تصانیف میں کتاب المغازی بھی ہے گوکہ ابن الندیم اس کا تذکرہ نہیں کرتا۔ کتاب المغازی کے علاوہ ان کی درج ذیل تصانیف بھی تھیں:

۱۔ کتاب السنن فی الفقہ

۲۔ کتاب التفسیر

۳۔ کتاب القرات ۵۲

## ۱۰۔ ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الفزاری (م ۱۸۸ھ/۸۰۴ء)

ابراہیم بن محمد بن الحارث بن اسحاق بن خارجۃ الفزاری کوفہ میں پیدا ہوئے، پھر دمشق اور اس کے بعد بغداد چلے آئے، آخر عمر میں المصیصۃ ۵۳ میں اسلامی سرحد کی نگہبانی کرتے رہے اور وہیں ۱۸۸ھ میں وفات پائی۔ الفزاری نامور مورخ اور محدث



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تھے۔ ان کو علماء نے متفقہ طور پر صدوق اور ثقہ مانا ہے۔۵۴ ابن الندیم ان کی کتاب ''کتاب السیر فی الاخبار ولاحداث'' کا ذکر کرتا ہے۔جس کی روایت ان سے ابوعمرو معاویہ بن عمرو الرومی (م ۲۱۵ھ بغداد) نے کی۔ ۵۵ اس کا ایک مخطوطہ فاس میں محفوظ ہے۔ ۵۶

## ۱۱۔سلمہ بن الفضل ابرش انصاری (م ۱۹۱ھ / ۸۰۷ء)

ابو عبداللہ سلمہ بن فضل الابرش انصاری رازی مولیٰ انصار تھے رے کے قاضی رہے، محمد ابن اسحاق کے شاگرد خاص، ان کی کتاب المغازی کے راوی ۵۷ اور خود کتاب المغازی کے مصنف تھے،بعض تذکرہ نگار ان کو سلمۃ ابرش اور بعض ازرق لکھتے ہیں۔ ۵۸

انہوں نے محمد ابن اسحاق ، حجاج بن ارطاۃ، سفیان ثوری، اسحاق بن راشد جزری، ابو جعفر رازی، زہیر بن معاویہ، ابراہیم بن طہمان وغیرہ سے روایت کی اور ان سے عثمان بن شیبہ، عبداللہ بن عمر قریشی، یحییٰ بن معین وغیرہ نے روایت کی۔ ابتداء میں مودب و معلم تھے بعد میں رے کے قاضی ہوئے۔ ثقہ عالم تھے۔ ان کے بارے میں یحییٰ بن معین نے جریر کا یہ قول نقل کیا ہے''بغداد سے خراسان تک ابن اسحاق کے بارے میں سلمہ بن فضل سے زیادہ معتبر و مستند کوئی نہیں ہے''۔ ۵۹

ذہبی ان کے بارے میں لکھتے ہیں ''انہوں نے ابن اسحاق سے کتاب المغازی کی روایت کی ہے، ان کی روایتوں سے حجت پکڑنے میں اختلاف ہے مگر ابن اسحاق کے بارے میں ثقہ ہیں۔'' ۶۰

سلمہ ابرش کا انتقال ۱۹۱ھ میں ہوا ۶۱ اس وقت ان کی عمر ایک سو دس سال کی تھی۔ یہ ابن اسحاق کی کتاب المغازی کے اولین راوی تھے، جیسا کہ پہلے بھی تذکرہ کیا گیا کہ ابن خطیب بغدادی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد ابن اسحاق نے عباسی خلیفہ ابو جعفر المنصور سے ملاقات سے قبل ہی اپنی کتاب المغازی کو مکمل کر لیا تھا اور اس کا



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ایک نسخہ سلمہ بن فضل کے حوالے کیا تھا۔ ۶۲

## ۱۲۔محمد بن سلمہ باہلی حرانی (م ۱۹۱ھ/۸۰۷ء)

ابو عبداللہ محمد بن سلمہ بن عبداللہ باہلی حرانی بنی باہلہ کے مولیٰ تھے۔ الجزیرہ کے شہر حران میں مستقل قیام کرتے تھے۔ انہوں نے ابن اسحاق سے کتاب المغازی کی روایت کی ہے، ثقہ، صدوق، محدث اور صاحب فضل وکمال فقیہ ومفتی تھے۔ انہوں نے محمد ابن اسحاق کے علاوہ اور بہت سے محدثین سے بھی روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں احمد ابن حنبل، ابوجعفر عبداللہ بن محمد نفیلی، احمد بن ابو شعیب حرانی، احمد بن بکار حرانی، موسیٰ بن عبدالرحمٰن انطاکی اور بہت سے محدثین نے روایت کی ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے سیرۃ ابن اسحاق کے جو اجزاء حاصل کیے وہ یونس بن بکیراور محمد بن سلمہ حرانی ہی کے روایت کردہ ہیں۔ ڈاکٹر حمیداللہ کی تحقیق و تلاش کے نتیجے میں محمد بن سلمہ حرانی کے نسخہ مغازی ابن اسحاق کا ایک حصہ اہل علم تک پہنچا ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی تذکرہ کیا گیا ڈاکٹر صاحب نے سیرۃ ابن اسحاق کے نام سے ابن اسحاق کے دو تلامذہ یونس بن بکیر اور محمد بن سلمہ کی کتابوں کے اجزاء شائع کیے ہیں۔ اس میں صفحہ نمبر ۲۸۵ سے صفحہ ۳۱۶ تک محمد بن سلمہ کی کتاب کا حصہ ہے۔ جس میں غزوہ بدر کے درمیان سے غزوہ احد کے درمیان تک کے واقعات ہیں اور یہ پورا حصہ صرف ابن اسحاق کی روایت پر مشتمل ہے گویا ابن اسحاق کی اصل کتاب المغازی ہے، اس میں دوسرے شیوخ کی روایت نہیں ہیں۔ ۶۳

## ۱۳۔یحییٰ بن سعید اموی (م ۱۹۴ھ/۸۰۹ء)

ابو ایوب یحییٰ بن سعید بن آبان بن سعید بن العاص اموی ۱۱۴ھ/۷۳۲ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ ۶۴ خاندان بنو امیہ کے ممتاز فرد ہیں۔ حافظ حدیث، عالم سیرو



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مغازی اور محمد ابن اسحاق کی کتاب المغازی کے راوی تھے خود بھی 'کتاب المغازی' کے مصنف تھے۔ ان کا وطن کوفہ تھا تاہم آخری عمر میں بغداد چلے گئے تھے۔٦٥ یحیٰ کا بیان ہے کہ میرے بھائی محمد بن سعید نے ابن اسحاق سے کتاب المغازی کی روایت سماعاً کی ہے (یعنی سنی ہے) جبکہ میں نے ، قاضی ابو یوسف اور چند دوسرے ساتھیوں نے عرضاً روایت کی ہے۔ یعنی انہوں نے ابن اسحاق کے سامنے ان کی کتاب المغازی پڑھی ہے۔ تاہم قاضی ابو یوسف نے تھوڑا بہت سماع بھی کیا ہے۔٦٦ یحیٰ بن سعید انصاری ، ہشام بن عروہ ، برید بن عبداللہ بن ابی بردہ، اعمش ، اور ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں۔ ٦٧ذہبی کے بیان کے مطابق یحیٰ بن سعید نے ابن اسحاق سے کتاب المغازی پڑھ کر خصوصی توجہ دی اور اس میں اضافہ کیا۔٦٨اس اضافے کی وجہ سے وہ صاحب کتاب المغازی کہلائے، ان کی کتاب المغازی، اہل علم میں بہت بعد تک متداول رہی۔ اس کی ایک طویل عبارت امام بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب المغازی میں درج کی ہے۔ علامہ ابن جریر طبری نے کئی موقعوں پر ان کی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ خطیب بغدادی نے اس کی روایت کی اجازت حاصل کی تھی۔٦٩ یحیٰ بن سعید کے کئی تلامذہ نے ان کی کتاب المغازی کی روایت کی ہے۔ ان میں ان کے بیٹے سعید بن یحیٰ بہت مشہور ہوئے اور خود بھی صاحب کتاب المغازی ہوئے یحیٰ بن سعید کا انتقال شعبان یا شوال ۱۹۴ھ میں ہوا۔٧٠

## ۱۴۔ ابو العباس الاموی (م ۱۹۵ھ/۸۱۰ء)

ابوالعباس الولید بن مسلم اموی ۱۱۹ھ/ ۷۳۷ء میں دمشق میں پیدا ہوئے۔ امام اہل شام الاوزاعی اور جریج وغیرہ سے حدیث کی روایت کی۔ بلند پائیہ مورخ اور محدث تھے۔ ان کا لقب "عالم شام" تھا۔ ابو العباس نے تقریباً ستر کتابیں تالیف کیں، جن میں کتاب المغازی اور کتاب السنن بھی شامل ہیں۔ ابو العباس کی کتاب المغازی کا ایک ٹکڑا



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



امام بخاری نے باب المغازی میں نقل کیا ہے۔ انہوں نے حج سے واپسی پر ۱۹۵ھ/۸۱۰ء میں انتقال کیا۔ اے

## ۱۵۔ ولید بن مسلم قرشی دمشقی (م ۱۹۵ھ/۸۱۰ء)

ابو العباس ولید بن مسلم قرشی دمشقی مولیٰ بنی امیہ اور مولی بنی ہاشم، محدث شام و فقیہ اور سیر و مغازی کے عالم اور مصنف تھے۔ ان کی ولادت ۱۱۹ھ میں ہوئی۔ انہوں نے امام اوزاعی، ابن جریج، ابن عجلان، ابن ابی ذئب، سفیان ثوری، عبدالعزیز بن ابی رواد، ثور بن یزید وغیرہ سے روایت کی اور ان سے امام لیث بن سعد، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، علی بن عبداللہ مدینی، حمیدی وغیرہ نے روایت کی ہے۔ ۲ے مختلف علوم میں ان کی متعدد کتابیں تھیں، ابن الندیم ان کی کتاب المغازی کا ذکر کرتا ہے ۳ے ان کی کئی کتابیں تاریخ پر بھی تھیں۔ ۴ے انتہائی عالم، ثقہ اور کثیر العلم تھے۔

## ۱۶۔ عبداللہ بن وہب (م ۱۹۷ھ/۸۱۲ء)

ابو محمد عبداللہ بن وہب بن محمد قرشی، مولیٰ بنی فہم، امام مالک کے اجل تلامذہ میں سے تھے، ان کے دادا افریقہ کی بربر نسل سے تھے، ابن وہب نے مصر، حجاز، عراق کے تقریباً چار سو علمائے محدثین سے روایت کی ہے اور تقریباً بیس سال تک امام مالک کے حلقہ درس سے وابستہ رہے۔ ان کا قول ہے کہ میں نے تین سو ساٹھ اہل علم سے فیض اٹھایا ہے اگر مالک اور لیث نہ ہوتے تو میں گمراہ ہوجاتا اور یہ کہ ''ابن شہاب زہری کے تلامذہ میں سے بیس سے زائد لوگوں کو پایا ہے''۔ ۵ے

ابن وہب نہایت عابد وزاہد اور بزرگ عالم تھے سال کو تین حصوں میں تقسیم کرکے ایک حصہ میں اسکندریہ میں مرابطت کرتے، ایک حصہ میں مصر میں حدیث کا درس دیتے تھے اور ایک حصے میں حج ادا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ کتابیں بھی مدون کرتے



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


تھے۔ ابن قاسم کا قول ہے کہ علم حدیث کو جس طرح انہوں نے مدون کیا ہے کسی دوسرے نے نہیں کیا۔ یہ تصانیف کثیرہ کے مصنف ہیں۔ قاضی عیاض کا بیان ہے کہ ان کی بہت سی عظیم نفع بخش کتابیں ہیں، اس کے بعد ان کی تصانیف میں سے دس کتابوں کا ذکر کیا ہے، جس میں کتاب الاموال اور کتاب المغازی بھی ہے۔ ۷۶

ان کے تلامذہ میں ابراہیم بن منذر خرامی مدنی (م ۲۳۶ھ) نے ان سے کتاب المغازی کی روایت کر کے اس کا درس دیا ہے۔ ابن وہب کا انتقال ۱۹۷ھ میں مصر میں ہوا۔ انتقال کے بعد ان کی کتابیں پانچ سو دینار میں فروخت کی گئیں۔

## ۱۷۔ یونس بن بکیر شیبانی کوفی: (م ۱۹۹ھ/ ۸۱۴ء)

ابوبکر یونس بن بکیر بن واصل شیبانی، بنی شیبان کے مولیٰ تھے۔ حافظ حدیث، فقیہ ومورخ اور محمد ابن اسحاق کے شاگرد خاص اور ان کی کتاب المغازی کے راوی ہیں۔ محکمہ مظالم کے امیر وحاکم تھے، امراء و حکام سے تعلق رکھتے تھے۔ ۷۷ ذہبی نے تذکرہ الحفاظ میں ان کو حافظ، عالم، مورخ اور اصحاب المغازی لکھا ہے۔ ۷۸ آپ نے اعمش، ہشام بن عروہ، عمر بن ذر، محمد ابن اسحاق، کہمس بن حسن وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا۔ ان سے ان کے بیٹے عبداللہ، ابوکریب، یحییٰ بن معین، ابن نمیر، ابوسعید اشج، محمد بن عثمان بن کرامہ، احمد بن عبدالجبار عطاردی اور دوسرے لوگ روایت کرتے ہیں۔ ۷۹

یونس بن بکیر نے ابن اسحاق سے کتاب المغازی کی روایت کر کے قدماء کے طریقہ پر اس میں دوسری روایات کا اضافہ کیا جس کی وجہ سے ان کی کتاب المغازی کی مستقل حیثیت ہوگئی اور علماء سیرو مغازی اور مورخین نے اس کتاب سے خصوصی اعتناء کیا۔ خلیفہ بن خیاط (م ۲۴۰ھ) ابن جریر طبری (م ۳۱۰ھ) نے اپنی تاریخ میں ان کی روایات لی ہیں۔ پھر ان کی کتاب المغازی کی روایت کی گئی جن میں ایک اہم نام احمد بن عبدالجبار عطاردی کوفی (م ۲۷۲ھ) کا ہے۔ احمد بن عبدالجبار عطاردی کوفی ۱۷۷ھ میں



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کوفہ میں پیدا ہوئے اور بغداد میں یونس بن بکیر، عبداللہ ادریس اودی، ابوبکر بن عیاش، حفص بن غیاث، وکیع بن جراح وغیرہ سے روایت کی، اور ان سے ابوبکر بن ابی الدینا، ابوالقاسم بغوی، قاسم بن زکریا مطرز وغیرہ نے روایت کی۔ انہوں نے کوفہ سے بغداد آکر وہاں یونس بن بکیر سے مغازی کی روایت کی۔[80]

محمد ابن اسحاق کی کتاب المغازی کا وہ نسخہ جو ڈاکٹر حمید اللہ کی کوششوں سے منظر عام پر آچکا ہے انہی یونس بن بکیر اور محمد بن سلمہ کی روایات پر مبنی ہے۔ یہ کتاب سیرت ابن اسحاق کے نام سے ۱۴۰۱ھ میں ترکی سے شائع ہوئی، بعدازاں اس کا اردو ترجمہ نقوش کے رسول نمبر جلد ۱۱ میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے اس کتاب کو "سیرت ابن اسحاق" کے نام سے شائع کرایا ہے جو کتاب کی ابتداء سے ۲۸۰ صفحات تک ہے۔ یہ نسخہ انہوں نے یونس بن بکیر کی کتاب المغازی سے مرتب کیا ہے۔ یوں ابن اسحاق کی کتاب جو متداول نہیں رہی تھی اس کا معتدبہ حصہ اصل صورت میں سامنے آگیا اور سیرت ابن ہشام میں جو کمی ہے اس کی بڑی حد تک تلافی ہوگئی۔

## ۱۸۔ ابو حذیفہ: (م ۲۰۶ھ/۸۲۱ء)

ابو حذیفہ اسحاق بن بشر بن محمد النجاری، بلخ میں پیدا ہوئے، لیکن انہوں نے بخارا کو اپنا وطن بنالیا تھا۔ انہوں نے محمد ابن اسحاق، عبدالملک بن جریج، امام مالک اور سفیان ثوری وغیرہ سے احادیث روایت کی ہیں لیکن یہ روائتیں ضعیف شمار کی گئی ہیں۔[81]

ابن الندیم نے ان کی درج ذیل کتب کا تذکرہ کیا ہے:

۱۔ کتاب المبتداء

۲۔ کتاب الفتوح

۳۔ کتاب الردہ

۴۔ کتاب الجمل



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۵۔ کتاب الالویہ

۶۔ کتاب صفین

۷۔ کتاب حفرزمزم۔اس کے علاوہ ابن حجر نے ان کی ایک ''مسند'' کا بھی تذکرہ کیا ہے۔۸۲

ان کتابوں کے راوی اسماعیل بن العطار البغدادی (م ۲۳۲ھ / ۸۴۷ء) ہیں، اور پھر استاد کی یہ کتابیں شاگرد ہی کے نام سے منسوب ہوگئیں۔ ابو حذیفہ نے ۲۰۶ھ میں بخاریٰ میں وفات پائی۔ کتاب المبتداء کا چوتھا اور پانچواں جز، سیرت رسول اللہ سے متعلق ہے۔ پانچویں صدی ہجری کا لکھا ہوا ایک مخطوطہ کتاب خانہ ظاہریہ، دمشق میں موجود ہے۔ ان کی احادیث کے چند اجزاء بھی وہیں ہیں ۸۳۔ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں، اور ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ میں کتاب الفتوح کے بے شمار حوالے دیئے ہیں۔۸۴

## ۱۹۔عبدالرزاق بن ہمام: (م ۲۱۱ھ / ۸۲۶ء)

آپ کی کنیت ابو بکر ہے، قبیلہ حمیر سے نسبت ولاء کی وجہ سے حمیری کہلاتے ہیں، صنعاء کے رہنے والے، ممتاز حافظ حدیث اور متعدد قیمتی کتابوں کے مصنف ہیں۔۸۵انہوں نے حدیث کی روایت اپنے والد، چچا (وہب بن نافع)ابن جریج، اوزاعی، مالک بن انس، سفیان ثوری، سفیان بن عینیہ وغیرہ سے کی اور ان سے ان کے شیخ سفیان بن عینیہ، وکیع بن جراح، احمد بن حنبل، اسحاق ابن راہویہ، علی بن مدینی، یحییٰ بن معین وغیرہ نے روایت کی۔۸۶

عبدالرزاق کہتے ہیں کہ میں سات سال تک معمر بن راشد کی مجلس درس میں بیٹھا ہوں، امام احمد کا قول ہے کہ'' عبدالرزاق معمر کی حدیث کے حافظ تھے۔ میرے نزدیک 'عبدالرزاق عن معمرؒ والی حدیث اہل بصرہ کی حدیث سے زیادہ محبوب ہے''۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ابراہیم بن عباد وبری کا بیان ہے کہ عبدالرزاق کو تقریباً سترہ ہزار حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ ۸۷؎ حدیث میں انہیں ثقہ مانا گیا ہے، ان کی احادیث صحاح ستہ کی ساری کتابوں میں مذکور ہیں۔ ۸۸؎

بعض لوگوں نے ان پر تشیع کا الزام لگایا ہے۔ یہ درست ہے کہ وہ حبّ علی میں غلو کرتے تھے اور حضرت علی پر، حضرت ابو بکر وعمر کو فضیلت یا ترجیح دینے کے قائل نہیں تھے اس الزام کے علی الرغم آئمہ اسلام نے ان سے تحصیل حدیث کی اور دور دراز سے سفر کے ان سے فیض اٹھایا۔ ۸۹؎

مغازی کے عالم تھے، معمر بن راشد کے علم کے وارث اور ان کی کتاب المغازی کی روایت کرکے خود کتاب المغازی کے مصنف ہیں۔ ان کی کتاب المغازی 'کتاب المصنف' میں چھپ گئی ہے۔ ابن الندیم نے ان کی تصانیف میں کتاب السنن فی الفقہ اور کتاب المغازی کا ذکر کیا ہے۔ ۹۰؎ قاضی اطہر مبارک پوری یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ کتاب السنن فی الفقہ ، ان کی کتاب المصنف ہے جو گیارہ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے، اور فقہی ترتیب پر ہے اس کی پانچویں جلد کے صفحہ ۳۱۳ سے صفحہ ۴۹۲ تک کتاب المغازی ہے، جس میں زیادہ تر روایات عبدالرزاق عن معمر عن الزہری کی سند سے ہیں۔ دوسری روایات بھی ہیں یہ مغازی کی قدیم کتابوں میں سے ہے۔ ۹۱؎

## ۲۰۔ عبدالملک بن ہشام حمیری بصری: (م ۲۱۸ھ/۸۳۳ء)

ابو محمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب حمیری معاضری کا وطن بصرہ ہے مگر مصر میں مستقل طور سے آباد ہو کر وہیں ۲۱۸ھ میں انتقال کیا۔ تاریخ سیر ومغازی ، انساب، ادب اور نحو کے مشہور عالم اور مصنف تھے ادب اور شعر میں بڑا اونچا مقام رکھتے تھے۔ اپنے زمانے کے جید ترین علماء سے انہوں نے کسب فیض کیا ابو عبیدہ معمر بن مثنیٰ ۹۲؎ جو قرآنی ادبیات اور لسانیات کے ماہر تھے ان کے اساتذہ میں شامل تھے۔ ابن ہشام کے اپنے



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



والد اور دادا بھی صاحب علم تھے اور تاریخ کا ذوق رکھتے تھے۔انہوں نے محمد ابن اسحاق کے شاگرد رشید زیاد بن عبداللہ بکائی کوفی کی ابن اسحاق سے روایت کردہ کتاب المغازی کو اصل قرار دے کر اس میں حک و اضافہ کیا اور اس کی تنقیح کی۔ ذہبی لکھتے ہیں''ابومحمد عبدالملک بن ہشام بصری نحوی، صاحب المغازی ہیں، جنہوں نے کتاب السیرۃ کو بہترین انداز میں مرتب کیا اور اس کو ابن اسحاق کے شاگرد بکائی سے نقل کیا''۔۹۳

ابنِ خلکان لکھتے ہیں''یہی ابن ہشام ہیں جنہوں نے رسول اللہ کی مغازی و سیر مصنفہ ابن اسحاق کو جمع کر کے اس کی تہذیب کی اور تلخیص کی جس کی شرح سُہیلی نے کی ہے اور یہی کتاب''سیرۃ ابن ہشام'' کے نام سے لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔''۹۴

ابن ہشام نے محمد بن اسحاق کی کتاب میں سے ان بیانات کو حذف کردیا جن کا براہ راست تعلق رسول اللہ سے نہیں بنتا تھاچونکہ ابن اسحاق کی کتاب کے پہلے حصے یعنی المبتداء پر محدثین کو اعتراضات تھے، اور اس حصہ میں اسناد کا اہتمام بھی نہیں تھا، یہ سب اسرائیلیات تھیں جن کا بڑا حصہ کلبی کی روایات کی بنیاد پرلیا گیا تھا۔کلبی کے بیانات کے مستند یا غیر مستند ہونے پر ہمیشہ سوال اٹھا ہے لہذا ابن ہشام نے اس حصہ کو حذف کردیا اور حضرت اسماعیل کے بعد سے مختصر بیان کر کے معد بن عدنان اور پھر رسول اللہ کے قبیلہ قریش اور قصی بن کلاب پر آ گئے۔

ابن ہشام نے ابن اسحاق کی کتاب کے ایسے اشعار بھی حذف کردیئے جن سے اہل علم ناواقف تھے، چونکہ ابن ہشام خود بہت بڑے ادیب اور عالم تھے اس لیے وہ اس شعری مواد کو پرکھ سکتے تھے، جبکہ ابن سحاق اپنے علم وفضل کے باوجود شعروادب میں کوئی نمایاں مقام نہیں رکھتے تھے، ان کو یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ جس شعر کو وہ لے رہے ہیں اس کا درجہ کیا ہے اور یہ اس شخص کا ہے بھی کہ نہیں جس سے منسوب کیا جارہا ہے۔ ابن ہشام نے اپنی رائے سے کام لیتے ہوئے اس طرح کے غیر مستند قصائد نکال دیئے



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور صرف مستند قصائد ہی کتاب میں رہنے دیئے۔ ابن ہشام نے بعض ایسے واقعات ، جو اس دور کے لحاظ سے مناسب نہیں تھے حذف کر دیئے مثلاً عکرمہ بن ابی جہل بہت عرصہ اسلام کے خلاف برسرکار رہے، بعد میں بہت اچھے مسلمان ہوئے، ان کی سابقہ باتوں کو بیان کرنا پھر مناسب نہ تھا لہذا اس طرح کے واقعات بھی ابن ہشام نے نکال دیئے۔95 اس کے ساتھ ہی انہوں نے کتاب میں کچھ اضافے بھی کیے یہ اضافے متن کے اندر ہیں لیکن 'قال ابن ہشام' سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ یہ ان کا اپنا بیان ہے اور یوں مغازیٔ ابن اسحاق کا ایک تلخیص شدہ، نیا ورژن سامنے آیا جو اسقدر مقبول ہوا کہ لوگ ابن اسحاق کی کتاب بھولنے لگے۔

سیرت ابن ہشام کے کئی مخطوطات ایشیا اور یورپ کے کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔ مغرب میں بھی اس کتاب کی بڑی پذیرائی ہوئی سب سے پہلے وسٹن فیلڈ نے سیرت ابن ہشام کو ۱۸۵۸ء میں گوٹنگن (جرمنی) سے شائع کیا۔ وائل نے سیرت کا ترجمہ جرمن زبان میں کیا 96 اس کے بعد اس کتاب کا اردو ،فارسی ، فرانسیسی اور انگریزی زبانوں میں تراجم ہوئے۔ الفریڈ گیام (A. Guillaume) جس نے سیرۃ ابن ہشام کا انگریزی ترجمہ کیا ہے وہ ابن ہشام کے اس کام کا بڑا معترف دکھائی دیتا ہے۔ یہ ترجمہ لندن سے ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا۔

ابو القاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد سہیلی اندلسی (م ۵۸۱ھ) نے ''الروض الانف'' کے نام سے سیرت ابن ہشام کی بہترین اور ضخیم شرح لکھی اور ایک سو بیس سے زائد کتابوں کی مدد سے اس کو مکمل کیا۔97

سیرۃ ابن ہشام کے مشکل الفاظ کی شرح ابو ذر مصعب بن محمد بن مسعود (م ۶۰۴ھ / ۱۰۶۷ء) نے لکھی جو چھپ چکی ہے۔

فتح بن موسیٰ المغربی (م ۶۶۳ھ / ۱۲۶۵ء) نے اس کو نظم کا جامہ پہنایا۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یوسف بن عبدالہادی (م ۹۰۹ھ/۱۵۰۳ء) نے اس کی شرح "السیرۃ فی حل مشکل السیرت" کے عنوان سے لکھی، اس کا قلمی نسخہ کتاب خانہ الظاہریہ دمشق میں ہے۔۹۸ سیرہ ابن ہشام کی تلخیص بھی کی گئی۔

الف) احمد بن ابراہیم الواسطی (م ۷۱۱ھ/۱۳۱۱ء) نے اس کا اختصار کیا جس کے قلمی نسخے لائیڈن، لندن اور استنبول میں ہیں۔

ب) المؤید باللہ یحییٰ بن حمزہ بن علی (م ۷۴۷ھ/۱۳۴۹ء) نے اس کی تلخیص "خلاصۃ السیرۃ النبویۃ" کے نام سے کی، قلمی نسخہ بانکی پور پٹنہ میں ہے۔

ج) محمد بن ابی بکر جماعہ (م ۸۱۹ھ/۱۴۱۶ء) نے سیرت کا خلاصہ "مختصرۃ السیرت" کے نام سے لکھا، اس کا ایک قلمی نسخہ کتاب خانہ تیمور پاشا میں ہے۔

د) عبدالسلام محمد ہارون نے اس کی تہذیب "تہذیب سیرت ابن ہشام" کے عنوان سے کی اور قاہرہ اور بیروت سے اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔۹۹

الغرض جس طرح ابن اسحاق کی کتاب المغازی پر صدیوں کام ہوتا رہا، اسی طرح ابن ہشام کی سیرۃ پر بھی کئی جہتوں سے صدیوں کام ہوتا رہا

## ۲۱۔ علی بن محمد مدائنی: (م ۲۲۴ھ/۸۳۹ء)

ابوالحسن علی بن محمد بن عبداللہ ابو سیف مدائنی، سمرہ بن جندب یا ایک قول کے مطابق سمرہ بن حبیب بن عبدشمس بن عبد مناف کے غلام تھے۔۱۰۰ ان کی ولادت ۱۳۵ھ میں ہوئی، اصل وطن بصرہ ہے۔ مدائن میں مستقل سکونت اختیار کی پھر بغداد چلے گئے اور وہیں ۲۲۴ھ میں انتقال کیا۔ اپنے دور کے عظیم مورخ، ماہر انساب اور فتوحات کے زبردست عالم اور مصنف اور اشعار کے راوی تھے۔۱۰۱ ابوالعباس احمد بن یحییٰ کا قول ہے۔" جو شخص جاہلیت کے حالات معلوم کرنا چاہے وہ ابو عبیدہ کی کتابوں کو پڑھے اور جو شخص اسلامی دور کے حالات معلوم کرنا چاہے وہ مدائنی کی کتابوں کو پڑھے"۔۱۰۲



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ان کے تلامذہ میں زبیر بن بکار، ا۔۔ بن ابو خیثمہ بن احمد بن حارث خزاز، حارث بن ابو اسامہ، اور حسن بن علی بن متوکل وغیرہ ہیں۔ ابن الندیم نے تقریباً پانچ صفحات میں ان کی سینکڑوں تصانیف کے نام دیئے ہیں۔مثلاً قریش کے حالات میں تمیں کتابیں، شرفاء کے نکاح اور خواتین کے واقعات سے متعلق تیئس کتابیں، خلفا کے بارے میں سات کتابیں، اسلامی تاریخ کے مختلف وقائع و حوادث پر چھبیس کتابیں، اسلامی فتوحات پر سینتیس کتابیں، احوال عرب کے بارے میں دس کتابیں، واقعات شعراء کے باب میں بتیس کتابیں، نیز متفرق موضوعات پر چھیالیس کتابوں کا تذکرہ کرتا ہے۔ نیز رسول اللہ ﷺ کی سیرت و مغازی، یا حیات طیبہ کے دیگر موضوعات سے متعلق ان کی مندرجہ ذیل کتابوں کا ذکر کرتا ہے۔

۱. کتاب امهات النبی

۲. کتاب صفة النبی

۳. کتاب اخبار المنافقین

۴. کتاب عهود النبی

۵. کتاب تسمية الذین یوذون النبیؐ وتسمية المستهذئین الذین جعلوا القران عضین

۶. کتاب رسائل النبیؐ

۷. کتاب کتب النبیؐ الی الملوک

۸. کتاب ایات النبیؐ

۹. کتاب اقطاع النبیؐ

۱۰. کتاب صلح النبیؐ

۱۱. کتاب خطب النبیؐ



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۱۲ . کتاب المغازی

۱۳ . کتاب سرایا النبیؐ

۱۴ . کتاب الوفود

۱۵ . کتاب دعا النبیؐ

۱۶ . کتاب خبر الافک

۱۷ . کتاب ازواج النبیؐ

۱۸ . کتاب السرایا

۱۹ . کتاب عمال النبیؐ علی الصدقات

۲۰ . کتاب مانهی عنه النبیی، حجه ابی بکر الصدیقؓ

۲۱ . کتاب الخاتم والرسل

۲۲ . کتاب من کتب له النبی کتاباًو اماناً

۲۳ . کتاب اموال النبیؐ ۱۰۳

ان میں سے 'کتاب المغازی' کے بارے میں الندیم ،ابوالحسن بن کوفی کا یہ بیان لکھتا ہے کہ یہ کتاب چمڑے کے آٹھ اجزاء میں عباس ناسی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی مدائنی کے پاس موجود تھی۔ اس نے اس کے نیچے اسی فصل میں اور دوسری جگہ اس یقین کا اظہار کیا ہے کہ اس کے دو جز احمد بن حارث خزاز کی تصنیف ہیں۔۱۰۴

بہرحال ۲۳ کتابوں میں سے اگر ایک کتاب مدائنی کی نہ بھی ہو تو دیگر تصانیف سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے سیرت رسول کے کئی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے اور وہ یقیناً اپنے وقت کے بہت بڑے مورخ ،نسّاب اور سیرت نگار تھے۔

## ۲۲۔ ابن عائذ (م ۲۳۳ھ / ۸۴۷ء)

ابو عبداللہ ، محمد بن عائذ بن احمد القرشی ۱۵۰ھ / ۷۶۷ء میں دمشق میں پیدا



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہوئے اور ولید بن مسلم، یحیٰ بن حمزہ، اسمٰعیل بن عیاش وغیرہ سے حدیث کی روایت کی جبکہ ابو داود، ابو زرعہ وغیرہ ان کے راوی ہیں، وہ انشاء پرواز، مورخ اور ثقہ محدث ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ قدری تھے انہوں نے ۲۳۳ھ میں دمشق میں وفات پائی۔[105]

ابن سید الناس کی کتاب 'عیون الاثر فی فنون المغازی والسیر'، کا سب سے اہم اور سب سے بڑا ماخذ ابن عائذ کی کتاب المغازی ہے۔ اس کے علاوہ ابن حجر عسقلانی کی ''الاصابہ'' میں اس کے بے شمار اقتباسات ہیں۔[106]

## ۲۳۔ محمد بن عبداللہ بن نمیر کوفی: (م ۲۳۴ھ/۸۴۸ء)

ابو عبدالرحمٰن محمد بن عبداللہ بن نمیر ہمدانی خارفی قبیلہ ہمدان کی شاخ بنو خارف سے تھے جو کوفہ میں آباد تھا، انہوں نے اپنے والد اور سفیان بن عینیہ، اسماعیل بن علّیہ، عبداللہ بن ادریس اودی، حفص بن غیاث اور محمد ابن اسحاق سے روایت کی اور ان سے بخاری، مسلم، ابو داود اور ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کی۔ بڑے باوقار، علم و فہم، زہد و سنت اور فقر و استغناء کے جامع تھے۔ احمد ابن حنبل ان کو 'درۃ العراق' (عراق کا موتی) اور حسن بن سفیان ''ریحانۃ العراق'' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔[107] حدیث و فقہ کے ساتھ سیر و مغازی کے زبردست عالم تھے۔ ابن اسحاق کی ''کتاب المبتداء والمبعث والمغازی'' کے راوی تھے۔[108]

## ۲۴۔ عبدالملک بن حبیب سلمی اندلسی (م ۲۳۸ھ ۸۵۳ء)

ابو مروان عبدالملک بن حبیب بن سلیمان بن ہارون بن عباس بن مرداس، مالکی مسلک کے مشہور امام اور اندلس میں اس کے ناشر، تاریخ، اخبار، انساب، سیر اور مغازی اور عربیت کے زبردست عالم ہیں۔[109]

مصر میں مغازی کے درس و روایت کا سلسلہ یتیم عروہ ابو الاسود نے عروہ بن



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



زبیر کی کتاب المغازی سے شروع کیا اور وہاں کے اہل علم نے اس کتاب کی ان سے روایت کر کے اس کی یوں اشاعت کی کہ مغرب اقصیٰ اور اندلس تک اس کا فیض عام ہوا۔ مصر سے افریقہ اور اندلس تک امام مالک کے تلامذہ درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف میں مصروف رہے اور دیگر اسلامی علاقوں کی طرح یہاں بھی سیر و مغازی کا چرچا رہا اور اس میں کتابیں لکھی گئیں۔

عبدالملک بن حبیب نے اندلس میں تحصیل علم کے بعد ۲۰۸ھ میں مشرق کا سفر کیا اور یہاں کے اہل علم سے فیض یاب ہوکر ۲۱۰ھ میں اندلس واپس ہوئے اور البیرہ میں قیام کیا۔ امیر عبدالرحمٰن بن حکم نے ان کو قرطبہ بلا کر علمائے فقہ و فتویٰ کی جماعت میں شامل کیا۔ ۱۱۰ قاضی عیاض نے ان کی تصانیف میں مغازی سے متعلق ان دو کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ کتاب الرہون و المغازی والحدثان، یہ کتاب ۹۵ جزو میں تھی۔

۲۔ کتاب مغازی رسول ﷺ ۲۲ جز میں تھی

جبکہ داودی نے طبقات المفسرین میں مغازی وغیرہ میں ان کی ان دو تصانیف کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ کتاب الدہور والقدماء والحدثان، اس کتاب نے ۹۵ جزز ہیں

۲۔ کتاب مغازی رسول، ۲۲ جزو ہیں۔ ۱۱۱

## ۲۵۔ حسن بن عثمان زیادی بغدادی: (م ۲۴۳ھ/ ۸۵۷ء)

ابو حسان حسن بن عثمان بن حماد بن عبدالرحمٰن بن یزید زیادی، واقدی کے تلامذہ کبار میں سے ہیں، نہایت ثقہ اور متقی عالم اور بغداد کے مشرقی علاقہ کے قاضی تھے۔ اس کے ساتھ سیر و مغازی اور تواریخ و اخبار کے مشہور عالم تھے۔ انہوں نے واقدی، ابراہیم بن سعد، ہُشیم بن بشیر، وکیع بن جراح، ولید بن مسلم سے روایت کی ہے اور یہ



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سب کے سب سیر ومغازی کے امام و مصنف ہیں نیز دوسرے آئمہ سے حدیث کی روایت کی ہے۔[۱۱۲]

حسن بن عثمان علم تاریخ کی افادیت کے قائل تھے، کہ اس کی وجہ سے راویوں کا صدق اور کذب کا پتہ چل جاتا ہے۔ وہ ساٹھ سال تک اس علم سے وابستہ رہے۔[۱۱۳]

ابن الندیم کا بیان ہے کہ وہ قاضی ، فاضل ، ادیب ماہر انساب، سخی اور شریف الطبع عالم تھے، وہ خود کتابیں لکھتے تھے اور ان کے لیے کتابیں لکھی جاتی تھیں اور ان کے پاس کتابوں کا بہت اچھا ذخیرہ تھا۔[۱۱۴] ابن الندیم نے ان کی ایک کتاب کا نام 'معانی عروہ بن زبیر' لکھا ہے، اس پر تبصرہ کرتے ہوئے قاضی اطہر مبارک پوری کا کہنا ہے کہ ابو حسان زیادی کی کتاب کا نام معانی عروہ بن زبیر مصری نسخہ میں نسخ یا طباعت کی غلطی ہے یہ مغازی عروہ بن زبیر ہے، جیسا کہ بعض معاصر فضلاء نے الفہرست ،مطبوعہ یورپ کے صفحہ ۱۲۳ سے یہی نام درج کیا ہے۔[۱۱۵]

ابو حسان زیادی نے عروہ بن زبیر کی کتاب المغازی کو مرتب اور مدون کیا تھا اور اس کا شمار ان کی تصانیف میں ہوتا تھا۔ ابن الندیم کے مطابق ان کی وفات ۲۴۳ھ میں بعمر ۷۸ ہوئی۔[۱۱۶]

## ۲۶۔ احمد بن حارث خزاز:

ابو جعفر احمد بن حارث بن مبارک خزاز، خلیفہ ابو جعفر المنصور کے مولیٰ تھے اور ابوالحسن مدائنی کے شاگرد خاص تھے اور ان کی تصانیف کے راوی تھے اور وہ صدوق اور صاحب فہم و معرفت عالم تھے۔[۱۱۷] ابن الندیم نے ان کی تصانیف میں '' کتاب المغازی وسرایاہ وذکرازواجہ'' کا ذکر کیا ہے۔[۱۱۸] قاضی اطہر مبارک پوری اس خیال کا اظہار کرتے ہیں کہ غالباً یہ کتاب ابوالحسن مدائنی کی کتاب المغازی ۔ کتاب ازواج النبیؐ اور کتاب السرایا کا مجموعہ ہے جن کو احمد بن حارث خزاز نے ان سے روایت کرکے قدماء کے


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


طریقہ پر ان میں اضافہ کیا ہے اس لیے ان کی طرف منسوب ہوئی۔۱۱۹

## ۲۷۔ حماد بن اسحاق: (م ۲۶۷ھ/ ۸۶۱ء)

ابو اسماعیل حماد بن اسحاق بن اسماعیل الازدی ۱۹۹ھ/ ۸۱۵ء میں بصرہ میں پیدا ہوئے، ساری زندگی بغداد میں گذاری جہاں وہ عہدہ قضاء پر فائز تھے، مالکی مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور سوس (الاہواز) میں ۲۶۷ھ / ۸۶۱ء میں وفات پائی۔سیرۃ کے حوالے سے ان کی ایک تصنیف "ترکۃ النبی" ہے اس کے راوی حماد بن اسحاق کے بیٹے ابواسحاق ابراہیم بن حماد ہیں۔ کتاب کے چند اوراق کتاب خانہ الظاہریہ دمشق میں ہیں ۱۲۰ تاہم ابن الندیم اس کتاب کا تذکرہ نہیں کرتا۔۱۲۱

## ۲۸۔ ابو ذرعہ: (م ۲۸۰ھ/ ۸۹۳ء)

ابو ذرعہ عبدالرحمٰن بن عمرو بن عبداللہ دمشقی کی دو کتابوں کا پتہ چلتا ہے

۱۔ سیرۃ النبی و تاریخ خلفاء الراشدین۔ اس کتاب کے ایک سو پچاس اوراق کتاب خانہ الفاتح (استنبول) میں ہیں۔

۲۔ الاحادیث والحکایات والعلل والسوالات: اس کتاب کے چند اوراق کتاب خانہ الظاہریہ، دمشق میں ہیں۔

ابو ذرعہ نے ۲۸۰ھ میں دمشق میں انتقال کیا۔۱۲۲

## ۲۹۔ اسماعیل بن اسحاق: (م ۲۸۲ھ/ ۸۹۵ء)

ابو اسحاق اسماعیل بن اسحاق بن حماد بن زید بن درہم ازدی ۲۰۰ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے ، یہ آل جریر کے مولیٰ تھے، ان کا خاندان کئی صدیوں تک علم دین، قضاء، فقہ، حدیث کے ساتھ دنیاوی جاہ و جلال میں ممتاز رہا ہے۔ اسماعیل بن اسحاق بصرہ میں ہی پروان چڑھے لیکن بعد میں بغداد کو اپنا وطن بنالیا اور وہاں کے مختلف علاقوں میں قاضی



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رہے۔۱۲۳ مالکی مسلک کے امام وناشر تھے، ابن الندیم نے ان کی تصانیف میں کتاب المغازی ۱۲۴ کی تصریح کی ہے ان کی دیگر تصانیف میں کتاب احکام القران، کتاب اھوال القیامۃ، کتاب المبسوط، کتاب حجاج القران، کتاب شواہد الموطاء، اور کتاب الرد علی محمد بن الحسن شامل ہیں۔۱۲۵

## ۳۰۔ ابراہیم بن محمد بن سعید کوفی (م ۲۸۳ھ/۸۹۶ء)

ابراہیم بن محمد بن سعید بن ہلال ثقفی نے اسماعیل بن ابان، ابو نعیم، عباد بن یعقوب اور عباس بن بکار وغیرہ سے روایت کی اور ان سے احمد بن علی، حسین بن علی بن محمد زعفرانی، محمد بن یزید رطال وغیرہ نے روایت کی۔ ابونعیم نے تاریخ اصبہان میں ان کو غالی رافضی بتایا ہے، اس لیے ان کے بھائی نے ترک تعلق کرلیا تھا۔ انہوں نے ایک کتاب "المناقب والمثالب" لکھی، لوگوں نے کہا کہ تم اس کتاب کو ظاہر کرو، انہوں نے پوچھا کون سا شہر شیعیت میں غلو رکھتا ہے، لوگوں نے اصفہان کا نام لیا، انہوں نے اس کتاب کی روایت اصفہان میں کی۔ شمس الدین محمد بن علی داودی مصری نے طبقات المفسرین میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی تصانیف میں پہلا نام 'کتاب المغازی' کا لکھا ہے۔۱۲۶

## ۳۱۔ ابراہیم بن اسحاق: (م ۲۸۵ھ/۸۹۸ء)

ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم بن بشیر بن عبداللہ کا خاندان خراسان کے شہر مرو کا تھا۔ بعد میں بغداد آکر باب الحرب کے پاس آباد ہوگیا۔ امام حربی یہیں ۱۹۸ھ میں پیدا ہوئے۔ تیئس سال کی عمر میں امام احمد بن حنبل کے حلقہ درس میں گئے تو ان کی وفات (یعنی ۲۴۱ھ) تک وہیں رہے۔ حربی نے اپنے زمانے کے آئمہ علم سے حدیث، فقہ، نحو، ادب، تاریخ، اخبار، سیر و مغازی کا علم حاصل کیا۔ ایک اندازے کے



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


مطابق ان کے استادوں میں ۲۰۵ محدثین، اور ۲۶ مورخین ہیں، زہد و تقویٰ اور اخفائے حال میں بہت آگے تھے۔ ان کے مکان کے بیرونی حصہ میں ان کا بہت بڑا کتب خانہ تھا جس میں بیٹھ کر لکھتے پڑھتے رہتے تھے۔ زندگی بڑی تنگ دستی میں گذاری لیکن خلفاء کے نذرانے قبول نہیں کرتے تھے۔۱۲۷؎ ابن الندیم نے ان کی تصانیف میں کتاب المغازی کا ذکر کیا ہے ۱۲۸؎ اس کے علاوہ ان کی تصانیف میں صرف دو کتابیں بچ سکی ہیں۔ ایک اکرام الضیف، یہ کتاب ۱۳۴۹ھ میں قاہرہ سے چھپی ہے، دوسری کتاب المناسک و معالم طرق الحج ومعالم الجزیرہ، کے نام سے ۱۳۸۹ھ میں مورخ الجزیرہ استاد احمد الجاسر نے شائع کی ہے۔

## ۳۲۔ محمد بن یحییٰ مروزی:

ابو بکر محمد بن یحییٰ بن سلیمان بن زیادو رّاق کا وطن خراسان کا شہر مرو تھا، بعد میں بغداد کو وطن بنایا اور یہیں فوت ہوئے۔ انہوں نے ابوعبید قاسم بن سلام، عثمان بن ابی شیبہ، داود بن عمرو ضبی، سعید بن سلیمان واسطی، علی بن جعد، حکم بن موسیٰ، محمد بن جعفر ورکانی سے روایت کی، کثیر الحدیث اور ثقہ محدث تھے۔ ان کے پاس ابوعبید قاسم بن سلام کی کتاب الطہارت کے کچھ اجزاء تھے۔ جن کی روایت کرتے تھے جاحظ کے ورّاق، یعنی اس کی کتابوں کے ناقل اور راوی تھے۔ ان کی تصانیف میں ایک کتاب المغازی ہے، جس کی روایت کرتے تھے۔ اس کتاب کا پتہ ان کے شاگرد مخلد بن جعفر، ابوعلی دقاق فارسی باقرحی (م ۳۷۰ھ) کے حال سے پتہ چلتا ہے۔۱۲۹؎



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# حاصل بحث

الغرض رسول اللہ کی سیرت اور احکامات کی تفصیلات کو محفوظ کرنے کی غرض سے محدثین نے سیر ومغازی کی تدوین کا کام مدینہ منورہ سے شروع کیا۔ یہ ''مدنی اسکول'' جو مسلسل تین نسلوں کی مربوط اور انتھک کوششوں سے وجود میں آیا تھا۔ سیرت نگاری کا دبستان اول تھا۔ یہاں کے ابتدائی سیرت نگاروں نے اس فن کو محدثین کے طریقہ کار کے مطابق اسناد کی رعائت کرتے ہوئے پروان چڑھایا اور سیرت کے خدوخال متعین کیے۔

عہد خلافت راشدہ میں تکثیر روایت سے روکا گیا تھا تاکہ لوگ قران کو چھوڑ کر حدیث کی طرف نہ جھک جائیں، لیکن غزوات و سرایا کے بیان کے لیے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کیے گئے، چنانچہ صحابہ اور تابعین کے زمانے میں سیر ومغازی کا تذکرہ مسلمانوں کا محبوب مشغلہ تھا۔ یوں مدینہ میں اس حوالے سے ایسی فضا بن گئی تھی جس نے تدوین سیر ومغازی کے لیے راہ ہموار کی اور سیرت کی ا ائی کتابیں تحریر کی گئیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مدینہ منورہ کے ابتدائی سیرت نگاروں نے اپنے احوال وظروف کے مطابق اپنی کتابیں تالیف کیں اس میں کسی خلیفہ یا امیر کے حکم یا خواہش کو دخل نہیں تھا جیسا کہ شبلی نعمانی کا خیال ہے (یہ بحث باب سوئم، فصل دوئم میں گذر چکی ہے)۔

سیرت پر لکھی جانے والی ابتدائی دو کتابیں 'کتاب المغازی' کے نام سے مشہور ہوئیں، تاہم تیسری کتاب جو ابن شہاب زہری کی تھی، اسے انہوں نے ''سیرۃ'' کا نام دیا۔ اور اس نا ؕ کہ انہوں نے اصطلاحی معنوں میں استعمال کرتے ہوئے سیرت نگاری کے فن کو متعین شکل وصورت اور واضح دائرہ کار عطا کیا، جس پر ان کے بعد آنے والے مورخین نے عمل کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابن شہاب زہری نے فن تاریخ میں



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


واقعات نگاریؒ کے ایک نئے اسلوب کو جنم دیا بلکہ حقیقتاً انہوں نے سیرت کے اسکول کو مضبوط بنیادیں فراہم کرنے میں قائدانہ کردار انجام دیا۔

تین نسلوں کے بعد سیرت نگاری کا یہ سلسلہ مدینہ سے باہر بھی پھیلنے لگا اور بصرہ، کوفہ، یمن میں سیرۃ کی ابتدائی کتابیں لکھی جانے لگیں جبکہ مدینہ میں بدستور سیرت نگاری پر کام ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ محمد ابن اسحاق کی کتاب المبتداء والمبعث والمغازی سے سیرۃ نگاری کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ فنی اعتبار سے سیرت نگاری کے خدوخال زیادہ واضح ہونے لگے۔ یہ کتاب مدتوں سیرت نگاران رسول کے لیے مشعل راہ بنی رہی۔

دوسری صدی ہجری / آٹھویں صدی عیسویں میں تاریخ نگاری کا دائرہ وسیع ہوا۔ سیرت ومغازی کے علی الرغم دوسرے موضوعات پر بھی تصانیف سامنے آنے لگیں۔ علم الانساب، تاریخ بنوامیہ، تاریخ یمن اور تاریخ تہذیب اسلامی کے گونا گوں پہلوؤں پر بھی لکھا جانے لگا، لیکن سیرت نگاری کا سفر چلتا رہا۔ دوسری صدی ہجری میں کم از کم بتیس سیرت نگار ایسے تھے جن کے بارے تفصیلات دستیاب ہوسکیں اور ان کا تذکرہ اس کتاب میں کیا گیا۔ ان میں سے بیشتر کی کتابیں ضائع ہوگئیں لیکن جو کچھ دست برد زمانہ سے محفوظ رہا اس کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اس صدی میں سیرت پر لکھی جانے والی نمائندہ تصانیف اس فنی سفر کے ارتقاء کی نشاندہی کرتی ہیں جو فن سیرت نگاری کے حوالے سے رونما ہوا۔

تیسری صدی ہجری / نویں صدی عیسوی صرف سیرت کے حوالے سے ہی نہیں بلکہ جملہ علوم اسلامیہ کے حوالے سے عروج کی صدی ہے۔ اس صدی میں علمائے اسلام نے جس موضوع پر جو کچھ لکھا وہی بعد میں علماء اور مصنفین کا سرمایہ علم وفن ٹھہرا۔ حدیث کے حوالے سے دیکھیں تو 'صحاح' لکھی جاچکی تھیں۔ فقہ کے حوالے سے دیکھیں تو اہم فقہی کتب، جن پر مسالک فقہ کی بنیاد تھی، لکھی جاچکی تھی۔ یہی حال سیر و مغازی کا بھی



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تھا۔ متقدمین کی کتب لکھی جا چکی تھیں۔ بعد میں انہی کتب کی تہذیب کی گئی ، ان میں تراجم اور اضافے کئے گئے، ان کی شرحیں لکھی گئیں، کہیں اجمال کی تشریح کی گئی کہیں تفصیل کی تلخیص کی گئی۔ الغرض تیسری صدی ہجری میں یہ فن تصنیفی اعتبار سے مکمل ہو چکا تھا۔ اس کے بعد مسلمان مورخین نے عالمی تاریخیں لکھنی شروع کیں، اور سیرت ان کی تاریخ کا ایک جزو یا حصہ بن گیا۔ مثلاً تاریخ طبری، تاریخ مسعودی اور تاریخ یعقوبی وغیرہ میں سیرت رسول اللہ کا حصہ ، عالمی تاریخ کے ایک جزو کے طور پر شامل ہے۔ یہ صورت حال تقریباً دوسو سال تک برقرار رہی، اس کے بعد ایک بار پھر مورخین نے سیرت نبوی پر علیحدہ تصانیف کا سلسلہ شروع کیا ، ایسے میں ان کا ماخذ قران و حدیث کے علاوہ متقدمین سیرت نگاروں کی تصانیف ہی تھیں۔ تاہم سیرت نگاری کا یہ دور اس کتاب کے دائرہ بحث سے خارج ہے۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# حواشی وحوالہ جات (باب ششم)

۱۔ ابن الندیم کے مطابق یہ اہل کوفہ سے تھے۔ الفہرست، ص ۱۲۳۔

۲۔ طبقات الکبریٰ، جلد ۵، ص ۵۴۶۔

۳۔ طبقات الکبریٰ جلد ۵، ص ۵۴۵۔

۴۔ جوزف ہورووتس بحولہ ابن حجر تہذیب التہذیب۔

۵۔ الفہرست، ص ۱۲۳۔

۶۔ فواد سیزگین، ص ۱۶۸۔

۷۔ اطہر مبارک پوری، ص ۲۷۹۔

۸۔ فواد سیزگین، ص ۱۶۹۔

۹۔ جوزف ہورووتس، ص ۷۵۷۔

۱۰۔ ایضاً۔

۱۱۔ ایضاً۔

۱۲۔ ایضاً۔

۱۳۔ اطہر مبارک پوری، ص ۲۲۸۔

۱۴۔ فواد سیزگین، ص ۱۶۹۔

۱۵۔ ایضاً۔

۱۶۔ دیکھئے اطہر مبارک پوری 'تدوین سیر ومغازی'، ص ۲۲۸۔

۱۷۔ مکاتب وہ غلام ہوتا تھا جو رقم ادا کر کے آزادی حاصل کر لے۔

۱۸۔ ابن قتیبہ 'المعارف'، ص ۲۲۰۔

۱۹۔ تذکرۃ الحفاظ، ص ۱۹۳۔

۲۰۔ ایضاً۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۲۱۔ایضاً۔

۲۲۔ابن سعد'طبقات الکبریٰ' جلد ۷، ص ۴۱۸۔

۲۳۔فواد سیزگین، ص ۱۷۰۔

۲۴۔اطہر مبارک پوری، ص ۲۱۴۔

۲۵۔ایضاً، ص ۲۱۵۔

۲۶۔ابن الندیم، الفہرست میں ابو معشر کی کتاب المغازی کا تذکرہ کرتے ہیں، دیکھئے، ص ۱۲۲۔

۲۷۔خطیب بغدادی 'تاریخ بغداد' جلد ۱۳، ص ۴۲۸۔

۲۸۔فواد سیزگین، ص ۱۷۰۔

۲۹۔ایضاً۔

۳۰۔جوزف ہورووتس، سیرت نبوی کی اولین کتابیں اور ان کے مولفین، ص ۷۹۔

۳۱۔ابن سعد' طبقات الکبریٰ' جلد ۵، ص ۴۲۰۔

۳۲۔تدوین سیر ومغازی، ص ۲۱۶۔

۳۳۔ایضاً، ص ۲۱۷۔

۳۴۔شبلی نعمانی 'سیرۃ النبی' مقدمہ جلد ۱، ص ۳۱۔

۳۵۔کتاب الفہرست، ص ۲۷۸۔

۳۶۔تدوین سیر ومغازی، ص ۲۱۸۔

۳۷۔تاریخ بغداد، جلد ۱۰، ص ۱۰۔ ۴۰۹۔

۳۸۔ تدوین سیر ومغازی، ص ۲۶۸۔

۳۹۔ایضاً۔

۴۰۔تاریخ بغداد، جلد ۱۲، ص ۱۰۶۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۴۱۔ تدوین سیر و مغازی، ص ۲۶۹۔

۴۲۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی (مقدمہ) جلد ۱، ص ۳۱۔

۴۳۔ اطہر مبارک پوری، ص ۲۳۸

۴۴۔ ایضاً۔

۴۵۔ ایضاً۔

۴۶۔ ابن الندیم، الفہرست، ص ۱۲۱۔

۴۷۔ تدوین سیر و مغازی، ص ۲۱۹۔

۴۸۔ تاریخ بغداد، جلد ۶، ص ۸۳

۴۹۔ تدوین سیر و مغازی، ص ۲۵۶۔

۵۰۔ کوفہ اور بصرہ کے درمیان اموی دور خلافت میں شہر واسط کی تعمیر و تاسیس ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے کوفہ و بصرہ کا یہ سنگم علم و علماء کا مرکز بن گیا اور یہاں بھی دوسرے شہروں کی طرح تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا۔

۵۱۔ ان کی حدیث کے بارے میں علماء کی رائے جاننے کے لیے دیکھئے تذکرۃ الحفاظ، ص ۲۰۲۔

۵۲۔ الفہرست، ص ۲۸۰۔

۵۳۔ مصیصۃ سرحد شام پر انطاکیہ اور بلادِ روم کے درمیان دریائے جیحان کے کنارے آباد تھا، کہتے ہیں اسے مصیصہ بن روم بن یمن بن سام بن نوحؑ نے تعمیر کیا تھا۔ دمشق کے قریب ایک گاؤں کا نام بھی مصیصہ ہے (معجم البلدان)۔

۵۴۔ مزید حالات زندگی کے لیے دیکھئے 'تذکرۃ الحفاظ' جلد ۱، ص ۲۱۷۔

۵۵۔ الفہرست، ص ۱۲۱۔

۵۶۔ فواد سیزگین، ص ۱۷۱۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۵۷۔ابن سعد، طبقات الکبریٰ ، جلد ۷، ص ۳۸۱۔

۵۸۔اطہر مبارک پوری، تدوین سیر ومغازی، ص ۲۷۰۔

۵۹۔ایضاً۔

۶۰۔ایضاً۔

۶۱۔ اطہر مبارک پوری نے ان کا سنہ وفات غلطی سے ۲۹۱ھ لکھ دیا ہے، جو ممکن نہیں ۔ ہوسکتا ہے یہ کتابت کی غلطی ہو۔ دیکھئے اطہر مبارک پوری 'تدوین سیر ومغازی'، ص ۲۷۰ تا ۲۷۱۔

۶۲۔ ابن خطیب 'تاریخ بغداد'، جلد ۱، ص ۲۲۱۔

۶۳۔ اطہر مبارک پوری، ص ۲۷۳ تا ۲۷۴۔

۶۴۔فواد سیزگین، ص ۱۷۲۔

۶۵۔ ذہبی 'تذکرہ الحفاظ'، جلد ۱، ص ۲۵۱۔

۶۶۔اطہر مبارک پوری 'تدوین سیر ومغازی'، ص ۲۳۹۔

۶۷۔تذکرہ الحفاظ، جلد ۱، ص ۲۵۱، نیز طبقات الکبریٰ، جلد ۶، ص ۳۹۸۔

۶۸۔ایضاً۔

۶۹۔فواد سیزگین، ص ۱۷۲۔

۷۰۔ان کے ایک بھائی عبدالملک بن سعید تھے وہ ادیب، علم النجوم کے ماہر اور مورخ تھے (دیکھئے ابن سعد، طبقات الکبریٰ، جلد ۶، ص ۳۹۸)

۷۱۔فواد سیزگین، ص ۱۷۲۔

۷۲۔ تدوین سیر ومغازی، ص ۲۸۲۔

۷۳۔ الفہرست، ص ۱۳۹۔

۷۴۔تذکرۃ الحفاظ جلد ۱، ص ۲۳۶۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


۷۵۔ تدوین سیر و مغازی، ص ۲۸۷۔

۷۶۔ ایضاً۔

۷۷۔ اطہر مبارک پوری، ص ۲۴۰۔

۷۸۔ ذہبی، تذکرہ الحفاظ، جلد ا، ص ۲۵۲، نیز ابن سعد، طبقات الکبریٰ جلد ۶، ص ۳۹۹

۷۹۔ ذہبی، تذکرہ الحفاظ، ص ۲۵۲۔

۸۰۔ اطہر مبارک پوری، ص ۲۴۵۔

۸۱۔ فواد سیزگین، ص ۱۷۳۔

۸۲۔ ایضاً، ۱۷۴۔

۸۳۔ ایضاً۔

۸۴۔ ایضاً۔

۸۵۔ تذکرۃ الحفاظ جلد ا، ص ۲۷۹۔

۸۶۔ تدوین سیر و مغازی، ص ۲۸۰۔

۸۷۔ ایضاً۔

۸۸۔ تذکرۃ الحفاظ جلد ا، ص ۲۷۹۔

۸۹۔ تذکرۃ الحفاظ جلد ا، ص ۲۷۹ و تدوین سیر و مغازی، ص ۲۸۰۔

۹۰۔ الفہرست، ص ۲۷۹۔

۹۱۔ تدوین سیر و مغازی، ص ۲۸۱۔

۹۲۔ ابو عبیدہ نے اعجاز القران اور قران کے غرائب اور مشکل الفاظ پر کئی کتابیں لکھی تھیں۔ ابو عبیدہ کا درجہ اتنا اونچا ہے کہ امام بخاری نے ان کی کتاب کا بیشتر حصہ اپنی کتاب صحیح بخاری میں شامل کرلیا ہے۔ امام بخاری جہاں کسی حدیث میں موجود مشکل لفظ کے معنی بیان کرتے ہیں یا کسی آیت کی لغوی یا لسانی تشریح کرتے ہیں تو ابو عبیدہ کی



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کتاب کا حوالہ دیتے ہیں (محمود احمد غازی 'محاضرات سیرت'، ص ۲۸۱)۔

۹۳۔اطہر مبارک پوری، ص ۲۴۷۔

۹۴۔ ابن خلکان 'وفیات الاعیان' جلد ا، ۳۱۵۔

۹۵۔محاضرات سیرت، ص ۱۸۰۔

۹۶۔فواد سیزگین، ص ۱۷۸۔

۹۷۔ اطہر مبارک پوری، ص ۲۴۸۔

۹۸۔فواد سیزگین، ص ۱۷۸۔

۹۹۔ایضاً۔

۱۰۰۔ الفہرست، ص ۱۳۰۔

۱۰۱۔ تدوین سیر ومغازی، ص ۲۴۰۔

۱۰۲۔ ابن خطیب بغدادی 'تاریخ بغداد' جلد ۱۲، ص ۵۴۔

۱۰۳۔ الفہرست، ص ۱۳۰ تا ۱۳۷۔

۱۰۴۔ ایضاً۔

۱۰۵۔فواد سیزگین، ص ۱۸۱۔

۱۰۶۔ایضاً۔

۱۰۷۔ ذہبی 'تذکرہ الحفاظ'، جلد ۲، ص ۳۲۹۔

۱۰۸۔اطہر مبارک پوری، تدوین سیر ومغازی، ص ۲۴۳۔

۱۰۹۔ تدوین سیر ومغازی، ص ۲۸۸۔

۱۱۰۔ایضاً۔

۱۱۱۔ ایضاً۔

۱۱۲۔ تدوین سیر ومغازی، ص ۲۵۸۔



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


۱۱۳۔ تاریخ بغداد، جلد ۷، ص ۳۵۶۔

۱۱۴۔ الفہرست، ص ۱۴۰۔

۱۱۵۔ تدوین سیر و مغازی، ص ۲۵۹۔

۱۱۶۔ الفہرست، ص ۱۴۰۔

۱۱۷۔ ابن خطیب، تاریخ بغداد، جلد ۴، ص ۱۲۲۔

۱۱۸۔ الفہرست، ص ۱۳۴۔

۱۱۹۔ تدوین سیر و مغازی، ص ۲۶۰۔

۱۲۰۔ فواد سیزگین، ۱۸۱۔

۱۲۱۔ الفہرست، ۱۷۶۔

۱۲۲۔ فواد سیزگین، ص ۱۸۱۔۱۸۲۔

۱۲۳۔ تدوین سیر و مغازی، ص ۲۵۱۔

۱۲۴۔ قاضی عیاض اور داودی نے اس کتاب کا نام ''کتاب الاحوال والمغازی'' بیان کیا ہے۔

۱۲۵۔ الفہرست، ص ۲۴۸۔

۱۲۶۔ تدوین سیر و مغازی، ص ۲۴۲۔

۱۲۷۔ ابن خطیب بغدادی نے اس حوالے سے یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حربی بیمار پڑے ان کے دوست ابوالقاسم جبلی عیادت کو گئے، حربی نے ان سے کہا مجھے اپنی بیٹی کی طرف سے پریشانی ہے۔ اس کے بعد بیٹی کو بلایا وہ چہرہ پر نقاب ڈال کر آئی اور کہنے لگی ہم لوگ سخت تنگی میں ہیں، مہینوں سوکھی روٹی اور نمک تک میسر نہیں ہوتا۔ کل خلیفہ معتضد نے ایک ہزار دینار بھجوائے تھے مگر والد نے قبول نہیں کئے۔ اسی طرح دوسروں نے رقم بھیجی مگر واپس کردی۔ والد بیمار ہیں اور گھر کا یہ حال ہے۔ لڑکی کی باتیں سن کر امام حربی



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے مسکراتے ہوئے کہا کہ تم گھر کے اس کونے میں دیکھو یہاں بارہ ہزار اجزاء ہیں جن کو میں نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔ میرے انتقال کے بعد تم روزآنہ ایک جزو ایک درہم میں فروخت کرنا، جس کے پاس بارہ ہزار درہم ہوں وہ فقیر نہیں ہے (تاریخ بغداد جلد ۶، ص ۲۲)۔

۱۲۸۔ ابن الندیم ''الفہرست''۔

۱۲۹۔ تدوین سیر ومغازی، ص ۲۶۱۔

www.KitaboSunnat.com



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


www.KitaboSunnat.com

# سیرت نگاران نبوی

علامہ شبلی نعمانی نے تیسری صدی ہجری تک کے اکتیس سیرت نگاروں کی ایک نامکمل فہرست ، سیرۃ النبی کے مقدمے میں دی ہے۔ ذیل کے چارٹ کی مدد سے اس فہرست کو کافی حد تک مکمل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم اس فہرست کے حتمی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ فہرست سنہ وفات کے اعتبار سے بنائی گئی ہے۔

| | سیرت نگار | سنہ وفات | جائے پیدائش / جائے وفات | سیرت پر تصانیف |
|---|---|---|---|---|
| | **دوراوّل** | | | |
| ۱۔ | سہل بن ابی حثمہ | ۴۱ھ | مدینہ / مدینہ | کتاب المغازی |
| ۲۔ | عروہ بن زبیر بن العوام | ۹۴ھ | مدینہ / مدینہ | مغازی رسول اللہ |
| ۳۔ | اُبان بن عثمان بن عفان | ۱۰۵ھ | مدینہ / مدینہ | کتاب المغازی |
| ۴۔ | محمد ابن شہاب زہری | ۱۲۴ھ | مدینہ / مدینہ | کتاب المغازی |
| ۵۔ | سعید بن سعد بن عبادہ | | مدینہ / مدینہ | کتاب المغازی |
| ۶۔ | سعید ابن میتب | ۹۴ھ | مدینہ / مدینہ | مغازی ،فتوح اور سیرت پر آپ کی کتاب موجود تھی |



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۷۔ | عبیداللہ ابن کعب انصاری | ۹۷ھ | مدینہ / مدینہ | مغازی پر ایک مختصر کتاب کے مولف تھے |
| ۸۔ | عامر بن شراحیل شعبی | ۱۰۳ھ | کوفہ / کوفہ | کتاب الفتوح، کتاب المغازی |
| ۹۔ | قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق | ۱۰۷ھ | مدینہ / قدید (مدینہ کے قریب | سیر و مغازی پر ایک کتاب مرتب کی تھی |
| ۱۰۔ | وہب بن منبہ | ۱۱۰ھ | صنعاء / صنعاء (یمن) | کتاب المغازی / کتاب المبتداء |
| ۱۱۔ | عاصم بن عمر بن قتادہ | ۱۲۰ھ | مدینہ / مدینہ | سیرت کے مختلف موضوعات پر ان کی کتابیں تھیں |
| ۱۲۔ | جعفر بن محمود انصاری | | مدینہ / مدینہ | کتاب الغزوہ لکھی |
| ۱۳۔ | شرحبیل بن سعد | ۱۲۳ھ | مدینہ / مدینہ | فن مغازی پر ایک کتاب لکھی |
| ۱۴۔ | عمرو بن عبداللہ السبیعی | ۱۲۷ھ | کوفہ / کوفہ | سیرت اور مغازی پر ایک سے زائد کتب کے مولف |
| ۱۵۔ | یعقوب بن عتبہ | ۱۲۸ھ | مدینہ / مدینہ | سیرت پر ان کی تحریریں تھیں |



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۶۔ عبداللہ بن ابی بکر | ۱۳۰ھ | مدینہ / مدینہ | کتاب المغازی کے مولف ہیں |
| ۱۷۔ یزید بن رومان | ۱۳۰ھ | مدینہ / مدینہ | کتاب المغازی |
| ۱۸۔ ابوالاسود یتیم عروہ | ۱۳۷ھ | مدینہ / مدینہ | کتاب المغازی |
| ۱۹۔ داود بن الحسین | ۱۳۵ھ | مدینہ / مدینہ | حیات النبی اور صحابہ کرام کے حالات جمع کیے |
| ۲۰۔ موسیٰ بن عقبہ | ۱۴۱ھ | مدینہ / مدینہ | کتاب المغازی |
| ۲۱۔ ابوالمعتمر سلیمان بن طرخان | ۱۴۳ھ | بصرہ / بصرہ | کتاب المغازی |
| **دورِ ثانی** | | | |
| ۲۲۔ محمد ابن اسحاق | ۱۵۱ھ | مدینہ / بغداد | (۱) کتاب المبتداء والمبعث والمغازی، (۲) حدیث اسراء والمعراج |
| ۲۳۔ معمر بن راشد | ۱۵۴ھ | بصرہ / صنعاء (یمن) | کتاب المغازی |
| ۲۴۔ عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز حنفی | ۱۶۲ھ | مدینہ / مدینہ | کتاب السیرۃ |
| ۲۵۔ ابومعشر سندی | ۱۷۰ھ | یمن / بغداد | کتاب المغازی |
| ۲۶۔ سلیمان بن بلال تیمی | ۱۷۲ھ | مدینہ / مدینہ | کتاب المغازی |



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۲۷۔ | عبدالملک بن محمد بن ابوبکر | ۱۷۶ھ | مدینہ / بغداد | کتاب المغازی |
| ۲۸۔ | علی بن مجاہد کابلی | ۱۸۲ھ | ----- | کتاب المغازی |
| ۲۹۔ | زیاد بن عبداللہ بکائی | ۱۸۳ھ | مدینہ / کوفہ | کتاب المغازی |
| ۳۰۔ | ابراہیم بن سعد بن ابراہیم | ۱۸۳ھ | مدینہ / بغداد | کتاب المغازی |
| ۳۱۔ | ہُشیم بن بشیر واسطی | ۱۸۳ھ | واسط / بغداد | کتاب المغازی |
| ۳۲۔ | ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الفزاری | ۱۸۸ھ | کوفہ / مصیصہ (شام) | کتاب السیر فی الاخبار والاحداث |
| ۳۳۔ | سلمہ بن الفضل ابرش | ۱۹۱ھ | مدینہ / | کتاب المغازی |
| ۳۴۔ | محمد بن سلمہ باہلی حرانی | ۱۹۱ھ | حران / حران | کتاب المغازی |
| ۳۵۔ | یحییٰ بن سعید اموی | ۱۹۴ھ | کوفہ / بغداد | کتاب المغازی |
| ۳۶۔ | ابوالعباس اموی | ۱۹۵ھ | دمشق / | انہوں نے ۷۰ کتابیں تالیف کیں ان میں ایک کتاب المغازی تھی |
| ۳۷۔ | ولید بن مسلم قرشی | ۱۹۵ھ | دمشق / دمشق | کتاب المغازی سمیت متعدد کتابوں کے مصنف |
| ۳۸۔ | عبداللہ بن وہب | ۱۹۷ھ | مصر / مصر | تصانیف کثیرہ کے مصنف، اسی میں کتاب المغازی شامل تھی |



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۳۹۔ | یونس بن بکیر | ۱۹۹ھ | کوفہ / کوفہ | کتاب المغازی |
| ۴۰۔ | ابو حذیفہ | ۲۰۶ھ | بلخ / بخارا | کتاب المبتداء |
| ۴۱۔ | محمد بن عمر بن واقد الواقدی | ۲۰۷ھ | مدینہ / بغداد | سیرت پر چار کتابوں کے مصنف (۱) کتاب التاریخ والمغازی والمبعث (۲) کتاب السیرۃ (۳) کتاب ازواج النبی (۴) کتاب وفاۃ النبی |
| ۴۲۔ | عبدالرزاق بن ہمام بن نافع | ۲۱۱ھ | صنعاء / صنعاء | کتاب المغازی |
| ۴۳۔ | عبدالملک بن ہشام حمیری | ۲۱۸ھ | بصرہ / مصر | سیرۃ ابن ہشام |
| ۴۴۔ | علی بن محمد مدائنی | ۲۲۴ھ | بصرہ / بغداد | یہ ۲۴۴ کتابوں کے مصنف تھے، جن میں سے تئیس کتابیں سیرت پر تھیں |
| ۴۵۔ | محمد ابن سعد (کاتب الواقدی) | ۱۳۰ھ | بصرہ / بغداد | (۱) طبقات الکبری (۲) اخبار النبی |
| ۴۶۔ | ابن عائذ | ۲۳۳ھ | دمشق / دمشق | کتاب المغازی |
| ۴۷۔ | محمد بن عبداللہ بن نمیر کوفی | ۲۳۴ھ | کوفہ / کوفہ | کتاب المغازی |



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۴۸۔ | عبدالملک بن حبیب سلمی | ۲۳۸ھ | اندلس | (۱) کتاب الرہون والمغازی والحدثان (۲) کتاب مغازی رسول |
| ۴۹۔ | حسن بن عثمان زیادی | ۲۴۳ھ | / بغداد | کتاب المغازی |
| ۵۰۔ | احمد بن حارث خزار | | | کتاب المغازی والسرایا وذکر ازوجہ |
| ۵۱۔ | عمر بن شبہ البصری | ۲۶۲ھ | بصرہ / بصرہ | مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی تاریخیں لکھیں جن میں سیرت کا بھی ذکر ہے |
| ۵۲۔ | حماد بن اسحاق | ۲۶۷ھ | بصرہ / سوس (اہواز) | ترکۃ النبی |
| ۵۳۔ | محمد بن عیسیٰ ترمذی | ۲۷۹ھ | | کتاب الشمائل |
| ۵۴۔ | ابوزرعہ | ۲۸۰ھ | دمشق / دمشق | سیرۃ النبی و تاریخ خلفاء الرشیدین |
| ۵۵۔ | اسماعیل بن اسحاق | ۲۸۲ھ | بصرہ / بغداد | کتاب المغازی (اس کے علاوہ مختلف موضوعات پر چھ اور کتابوں کے مصنف تھے) |
| ۵۶۔ | ابراہیم بن محمد بن سعید | ۲۸۳ھ | کوفہ / کوفہ | کتاب المغازی |



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۵۷۔ | ابراہیم بن اسحاق حربی | ۲۸۵ھ | بغداد / بغداد | کتاب المغازی (اس کے علاوہ متعدد کتابوں کے مولف تھے) |
| ۵۸۔ | محمد بن یحییٰ مروزی | | مرو (خراسان) / بغداد | کتاب المغازی |
| ۵۹۔ | ابو بکر احمد بن ابی خیثمہ بغدادی | ۲۹۹ھ | بغداد / بغداد | تاریخ کبیر (اس میں سیرت نبوی کا حصہ شامل ہے) |



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# کتابیات

## عربی کتب:


| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱- | آلوسی، محمود، شکری | بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب | مطابع دارالکتاب القربی، مصر، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۴۲ھ |
| ۲- | ابن اثیر جزری، ابو الحسن علی بن محمد | اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ | قاہرہ، ۱۹۷۰ء |
| ۳- | ابن ثیر جزری | الکامل فی التاریخ | دارصادر، بیروت ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء |
| ۴- | ابن الندیم | الفہرست | دارالمعرفۃ، بیروت، لبنان ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء |
| ۵- | ابن حجر عسقلانی، شہاب الدین | تہذیب التہذیب | دائرہ المعارف النظامیہ، حیدرآباد، دکن ۱۳۲۵ھ |
| ۶- | ابن حجر عسقلانی | فتح الباری | سلفیہ، قاہرہ (ت ن) |
| ۷- | ابن حزم الاندلسی، علی بن احمد | جمھرۃ انساب العرب | دارالمعارف، مصر ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء |
| ۸- | ابن خلکان | وفیات الاعیان وابناء الزمان | مکتبۃ النہضۃ المصریہ، قاہرہ، ۱۹۴۸ء |
| ۹- | ابن سعد | طبقات الکبریٰ | دارصادر، بیروت، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء |


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۰- | ابن سید الناس | عیون الاثر فی فنون المغازی والسیر | مصر (ت ن) |
| ۱۱- | ابن منظور افریقی | لسان العرب | بولاق، مصر ۱۳۰۷ھ |
| ۱۲- | احمد ابن حنبل، امام | مسند | دارالمعارف، مصر ۱۹۴۹ء |
| ۱۳- | الدینوری، ابن قتیبہ | المعارف | قدیمی کتب خانہ، کراچی (ت ن) |
| ۱۴- | الزبیدی، سید محمد مرتضیٰ حسینی | تاج العروس من جواہر القاموس | مطبعہ خیریہ، مصر ۱۳۰۶ھ |
| ۱۵- | بخاری، امام محمد اسماعیل | الجامع الصحیح | دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان |
| ۱۶- | بغدادی، ابن خطیب | تاریخ بغداد | قاہرہ، ۱۹۳۱ء |
| ۱۷- | بغدادی، محمد ابن حبیب | کتاب المحبّر | دائرہ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن، ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء |
| ۱۸- | بغدادی، محمد ابن حبیب | کتاب المنمق | |
| ۱۹- | بلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر | فتوح البلدان | دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء |
| ۲۰- | بلاذری | انساب الاشراف | یروشلم ۱۹۳۶ء |
| ۲۱- | ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد | سیر اعلام النبلاء | موسسۃ الرسالۃ، بیروت ۱۴۰۶ء |
| ۲۲- | طبری، ابوجعفر محمد بن جریر | تاریخ الرسل و الملوک | دارالمعارف، مصر ۹-۱۹۶۱ء |



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




۲۳- مصری، احمد امین — فجر اسلام — لجنۃ التالیف والترجمہ والنشر، قاہرہ ۱۹۶۵ء

۲۴- واقدی، محمد بن عمر — کتاب المغازی — (مرتب ــ جے۔ایم۔بی۔جونز) آکسفوڈ یونی ورسٹی ۱۹۶۴ء

۲۵- یاقوت حموی — معجم البلدان — داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۷۹ء

**اردو کتب:**

۲۶- احسان الحق — اردو عربی کے لسانی رشتے — قرطاس، کراچی ۲۰۰۵ء

۲۷- جواد علی — تاریخ طبری کے ماخذ — (مترجم نثار احمد فاروقی) دوست ایسوسی ایٹ، لاہور ۱۹۹۸ء

۲۸- خالد، انور محمود — اردو نثر میں سیرت رسول — اقبال اکادمی پاکستان، لاہور ۱۹۸۹ء

۲۹- خان، صولت علی — اسلام اور مسلمان — کراچی ۱۹۵۶ء

۳۰- خورشید احمد — اسلامی نظریہ حیات — شعبہ تصنیف وتالیف وترجمہ، کراچی یونی ورسٹی، کراچی ۱۹۶۸ء

۳۱- داناپوری، حکیم عبدالروف — اصح السیر — اصح المطابع، کراچی


محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com


۳۲- ذہبی، امام ابوعبداللہ محمد | تذکرۃ الحفاظ | (مترجم محمد اسحاق) اسلامک پبلشنگ، لاہور، ۱۹۸۱ء

۳۳- سیوطی، جلال الدین | تاریخ الخلفاء | (مترجم شبیر احمد انصاری) مکہ پبلشنگ کمپنی، لاہور

۳۴- سیوہاروی، حفظ الرحمٰن | قصص القران | لاہور

۳۵- شبلی نعمانی | سیرۃ النبی | اعظم گڑھ

۳۶- صدیقی، علی محسن | مقدمات تاریخی | قرطاس، کراچی ۱۹۹۹ء

۳۷- ظہیر، نگار سجاد | عرب اور موالی | قرطاس، کراچی ۲۰۰۵ء

۳۸- عبدالمعبود، محمد | تاریخ مدینہ منورہ | مکتبہ رحمانیہ، لاہور

۳۹- عروہ بن زبیر | مغازی رسول اللہ | تحقیق وترتیب، محمد مصطفےٰ اعظمی (مترجم محمد سعید الرحمٰن علوی) ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور ۱۹۹۰ء

۴۰- غازی، محمود احمد | محاضرات سیرت | الفیصل، لاہور، ۲۰۰۸ء

۴۱- گیلانی، مناظر احسن | تدوین قران | مکتبہ اسحاقیہ، کراچی ۱۹۸۶ء

۴۲- گیلانی، مناظر احسن | تدوین حدیث | مکتبہ العلم، لاہور (ت ن)

۴۳- مصطفےٰ سباعی | حدیث رسول کا تشریعی مقام | (مترجم غلام احمد حریری)

۴۴- مودودی، سید ابوالاعلیٰ | تفہیم القران | ادارہ ترجمان القران، لاہور، ۱۹۹۷

۴۵- مودودی، سید ابوالاعلیٰ | سیرت سرور عالم | اسلامک پبلی کیشنز، لاہور




محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۴۶۔ مبارک پوری، قاضی اطہر | تدوین سیر و مغازی | بیت الحکمت، لاہور، ۲۰۰۵ء
۴۷۔ محمد کاظم | عربی ادب کی تاریخ | سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۴ء
۴۸۔ ندوی، سید سلیمان | تاریخ ارض القران | مجلس نشریات اسلام، کراچی
۴۹۔ | اردو دائرہ المعارف الاسلامیہ | دانشگاہ پنجاب، لاہور ۲۰۰۲ء

مقالات:

۱۔ دوری عبدالعزیز، اسلامی تاریخ نگاری میں زُہری کا حصہ، مشمولہ نقوش، رسول نمبر جلد ۹ شمارہ ۱۳، جنوری ۱۹۸۴، ادارہ فروغ اردو ، لاہور
۲۔ جوزف ہوروووتس، سیرت نبوی کی اولین کتابیں اور ان کے مولفین، مشمولہ نقوش، رسول نمبر جلد ۱ (شمارہ ۱۳۰) دسمبر ۱۹۸۲ء ادارہ فروغ اردو ، لاہور
۳۔ حمید اللہ، محمد سیرت ابن اسحاق (محاکمہ) مشمولہ، نقوش ، رسول نمبر جلد ۱۱، ادارہ فروغ اردو ، لاہور
۴۔ زیبا افتخار امام المغازی، محمد ابن اسحاق، مشمولہ الایام، جلد ۱ شمارہ ۱، مجلس برائے تحقیق اسلامی تاریخ و ثقافت، کراچی، جنوری۔ جون ۲۰۱۰ء
۵۔ سہیل شفیق ابن شہاب زہری بہ حیثیت سیرۃ نگار، مشمولہ الایام، جلد ۱ شمارہ ۱



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ شکیل اوج — قرآن بطور ماخذ سیرت، مشمولہ الایام، جلد ا شمارہ ا

۷۔ عنایت اللہ، شیخ — رسول اکرم کے سیرت نگار، مشمولہ نقوش سیرت نمبر جلد اول

۸۔ فاروقی، نثار احمد — 'طبقات ابن سعد، سیرت نبوی کا قدیم ماخذ' مشمولہ نقوش رسول نمبر جلدا

۹۔ فواد سیزگین — سیرت نگارانِ نبوی (مترجم شیخ نذیر حسین) مشمولہ ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ، اگست ر ستمبر ۱۹۹۳ء

## ENGLISH BOOKS

1. H.A.R.Gibb "Shorter Encyclopedia of Islam" South Asian Publications, Karachi, 1981.

2. Rozenthal, Franz "A history of Muslim Historiography, (Leiden, 1952).

3. Faruqi, Nisar Ahmad, "Early Muslim Historiography, (Delhi, 1979)

4. G.M. Rasul, "Origin and development of Muslim Historiography, (S.M. Ashraf, Lahore, 1968).

5. Siddiqui, M. Mazharuddin, "The Quranic concept of History, (Islamic Research Instituite, Islamabad, (1993).

www.KitaboSunnat.com
جامعہ … (رجسٹرڈ)
کتاب نمبر



محکم دلائل و براہین سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نگار سجاد ظہیر کے قلم سے -------

## تاریخ و تحقیق:

- غلامی ایک تحقیقی جائزہ
- مطالعۂ تہذیب
- جدید ترکی
- مختار ثقفی
- عرب اور موالی

## شعر و ادب:

- دستِ قاتل (افسانے)
- بارِ ہستی (افسانے)
- سوادِ شام سے پہلے (شعری مجموعہ)

## سفر نامہ:

- دشتِ امکاں (سفر نامۂ نجد و حجاز)

**ISBN:**
978-969-8448-85-1

Rs: 250/- (Hard Binding)
Rs: 220/- (Paper Back)